

العروة فی مناسک الحج و العمرة

فتاویٰ حج و عمرہ

(حصہ چہارم)

تالیف

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ

ناشر

جمعیت اشاعت اہلسنت (پاکستان)

نور مسجد، کاغذی بازار، میٹھا در، کراچی فون: 2439799

نام کتاب : العروة فی مناسک الحج و العمرة
”فتاویٰ حج و عمرہ“

تصنیف : حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ

سن اشاعت : زیقعدہ 1429ھ - نومبر 2008ء

تعداد اشاعت : 2800

ناشر : جمعیت اشاعت اہلسنت (پاکستان)

نور مسجد کاغذی بازار میٹھا در، کراچی فون: 2439799

خوشخبری نیہ رسالہ website: www.ishaateislam.net

پر موجود ہے۔

اطلاع

تمام قارئین اور ممبران کو مطلع کیا جاتا ہے کہ ادارے کے ماتحت سن 2009ء کی ممبر شپ کے لئے ماہ اکتوبر کی کتاب میں فارم شائع ہو چکا ہے، اب آپ کی سہولت کے لئے ماہ نومبر میں دوبارہ فارم شائع کیا جا رہا ہے لہذا تمام قارئین اور ممبران سے جو کہ سن 2009ء کے لئے ممبر شپ حاصل کرنا چاہتے ہیں وہ کتاب کے آخر میں دیئے فارم کو جلد از جلد بر کر کے ادارے کے ایڈریس پر روانہ کر دیں۔ تاخیر کی صورت میں ممبر شپ کا حصول دشوار ہوگا۔

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
☆	نوش لفظ	۶
۱۔	حج یا عمرہ کی نیت کے بغیر مکہ مکرمہ آنے والے کا حکم	۹
۲۔	حرم یا محل میں رہنے والے کا آفاق سے قرآن کی نیت کرنا	۱۳
۳۔	قارن اگر عمرہ ترک کر کے صرف حج کے ارکان ادا کر لے تو اس کا حکم	۱۶
۴۔	مکہ سے طائف گھومنے کی غرض سے جانے والوں کے احرام کا حکم	۲۲
۵۔	حج یا عمرہ کا ارادہ رکھنے والا حرم کب کہلائے گا؟	۳۱
۶۔	زخم پر پٹی باندھنے والے حرم کا حکم	۳۳
۷۔	حالت احرام میں نماز کے لئے ٹوپی پہننے والے کا حکم	۳۵
۸۔	حالت احرام میں خوشبودار صابن استعمال کرنے کا حکم	۳۷
۹۔	آفاق سے حج کا احرام باندھنے والے متمتع کے لئے طوافِ قدوم کا حکم	۴۰
۱۰۔	دوران طواف وسعی قصیدہ بردیا حمد و نعت پڑھنا	۴۳
۱۱۔	دوران طواف بلند آواز سے دعائیں مانگنا	۴۶
۱۲۔	حالت طواف میں نماز کی طرح ہاتھ باندھنا	۵۱
۱۳۔	دوران طواف سینہ یا پیٹھ کعبہ کی طرف کرنے کا حکم	۵۳

۱۴۔	عمرہ کا احرام باندھ کر آنے والا اور طوافِ تحیۃ المسجد	۵۵
۱۵۔	طواف کے پھیروں میں شک واقع ہونے پر کیا کرے؟	۵۷
۱۶۔	دوران طواف چپل وغیرہ پہننے کا حکم	۶۲
۱۷۔	چھت سے طواف کا حکم	۶۴
۱۸۔	طواف کعبہ اور بے پردگی یا ستر عورت	۶۷
۱۹۔	سعی کے چکروں میں تفریق کا حکم	۷۸
۲۰۔	قارن اگر عمرہ کی سعی نہ کر سکے تو اس کا حکم	۸۰
۲۱۔	آب زم زم کس نیت سے پیا جائے؟	۸۶
۲۲۔	سعی، وقوف عرفہ اور رمی و حلق میں نیت کا حکم	۹۱
۲۳۔	حلق کے وقت خوشبودار صابن یا شیمپو کا استعمال	۹۳
۲۴۔	حلق میں سر کے کچھ بال رد جانے کا حکم	۹۶
۲۵۔	عورت کے بال تقصیر کے قابل نہ ہوں تو احرام سے کیسے نکلے؟	۹۹
۲۶۔	عمرہ میں بغیر طواف کئے سعی و حلق کروانے والے کا حکم	۱۰۹
۲۷۔	ما پاک جگہ سے کنکریاں اٹھانا	۱۱۲
۲۸۔	حجرات سے کنکریاں اٹھانا مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی؟	۱۱۳
۲۹۔	کنکریوں کو دھونا کیسا ہے؟	۱۱۶
۳۰۔	تیرہ ذوالحجہ کو رمی کا وقت	۱۱۸
۳۱۔	رمی کے وقت طہارت کا حکم	۱۲۰
۳۲۔	ما بالغ پر دم شکر لازم ہے نہ دم جبر	۱۲۰
۳۳۔	حج میں قربانی کے لئے ٹوکن خریدنا	۱۲۲

۳۴۔	امانچ و غیرہ میں صدقہ کی جگہ قیمت ادا کرنے کے بارے میں سوال	۱۲۴
۳۵۔	صدقہ حد و حرم میں ادا کرنا ضروری نہیں	۱۲۵
۳۶۔	حقی و شافعی مذہب میں متمتع کا حج سے قبل عمرے کرنا	۱۲۶
۳۷۔	حج کے بعد کسی کام سے مدینہ طیبہ جانے والے گروپ لیڈر کے لئے طواف و داع کا حکم	۱۲۹
۳۸۔	حل کی طرف نکلنے والے آفاقی کے لئے طواف و داع	۱۳۲
۳۹۔	حج کی سعی کے بغیر مدینہ طیبہ جانا اور واپس آ کر عمرہ کرنا	۱۳۴
۴۰۔	حج کی سعی کے بغیر مدینہ طیبہ جانے کا حکم	۱۳۶
۴۱۔	خلاف قانون چھپ کر رہنے والوں کی نماز کا حکم	۱۳۸
۴۲۔	مواجهہ اقدس پر ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونا	۱۳۹
۴۳۔	مواجهہ اقدس پر حاضری اور تحیۃ المسجد	۱۴۸

پیش لفظ

اسلام کے ارکان خمسہ میں سے توحید و رسالت کے اقرار و تصدیق کے بعد ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ اگر وہ عاقل و بالغ ہے تو نماز، ہجگا نہ، صوم رمضان اور ادائیگی زکوٰۃ کے ساتھ ساتھ اگر استطاعت رکھتا ہو تو حج بیت اللہ سے بھی ضرور مشرف ہو، قرآن وحدیث اہمیت و فضیلت حج و عمرہ سے مالا مال ہیں، چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان عالیشان ہے:

﴿وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا﴾ (آل عمران: ۹۷/۳)

ترجمہ: اور اللہ کے لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا ہے جو اس تک چل سکے۔

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”حج و عمرہ بھٹائی اور گناہوں کو ایسے دور کرتے ہیں جیسے بھٹی لوہے اور

چاندی اور سونے کے میل کو دور کرتی ہے اور حج مبرور کا ثواب جنت

ہی ہے۔ (ترمذی)

اس فضیلت کے ساتھ حج و عمرہ کے دیگر فضائل بھی حاصل ہوں گے جب باطنی شرائط و آداب کے ساتھ ساتھ ظاہری مسائل و احکامات کی معلومات حاصل کرنے کے بعد ان کی رعایت و بجا آوری بھی کی جائے وگرنہ اس کے برعکس اگر فقط فضائل پر ہی نگاہ رہی اور جان بوجھ کر یا جہالت و لاعلمی کی بنا پر مسائل حج و عمرہ سے اغماض و لاپرواہی برتی گئی تو فضائل سے محرومی ایک منطقی امر ہے۔

حج کے علاوہ دیگر فرائض میں مثلاً نماز ایک ایسا فرض ہے کہ روزانہ پانچ وقت اس کی ادائیگی کی جاتی ہے، روزے بھی اگرچہ سال میں ایک مرتبہ ہی سہی، آتے تو ہر سال ہیں اور زکوٰۃ بھی امراء پر تقریباً ہر سال فرض ہو جاتی ہے، اس لئے ان عبادات کے متعلق مسائل

سے قدرے آگاہی اور پھر ان کی یاد دہانی رہتی ہے جب کہ مسائل کے مسائل درپیش ہونے کی وجہ سے لوگوں کی ایک بہت بڑی تعداد حج و عمرہ کی ادائیگی سے محروم ہی رہتی ہے اور امراء میں سے بھی قلیل تعداد میں لوگ حج و عمرہ سے مشرف ہوتے ہیں ایسے میں حج و عمرہ کے مسائل سے لاعلمی ایک بدیہی بات ہے، لیکن اگر یہ لوگ مسائل سے ماوا قہمی و جہالت کی بناء پر اپنے حج و عمرہ کو برباد کر بیٹھیں تو یقیناً ایک بہت بڑا نقصان و خسارہ ہوگا۔

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ ہر دور میں تغیر حالات و زمان کی وجہ سے نئے نئے مسائل کا حدوث ہوتا رہتا ہے جس کے حل کے لئے اس دور کے جلیل القدر علماء و مفتیان کرام اپنے فرض منصبی کی بجا آوری کرتے ہوئے لوگوں کے مسائل و فتاویٰ کے جوابات دیتے رہے ہیں اور مناسک حج و عمرہ کے موضوع پر علمی و تحقیقی کتابیں تصنیف فرماتے رہے ہیں، آج کے دور علمی انحطاط پذیری کا دور ہے، جس کی وجہ سے عوام و خواص حج و عمرہ کے مسائل میں واضح خطاؤں کے مرتکب نظر آتے ہیں چنانچہ ضروری تھا کہ عوام و خواص کو مسائل بالذلائل سے آگاہی کے لئے کوئی علمی تحریر ہو، جس کا مطالعہ کر کے لوگ اپنے حج و عمرہ کو خراب ہونے سے بچاسکیں۔

الحمد للہ عز و جل جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان کے زیر اہتمام دارالافتاء کی زینت، عالم باعمل حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی دامت برکاتہم العالیہ نے مسائل حج و عمرہ کے متعلق جو تحریری جوابات عطا فرمائے، ان کا ایک حسین گلدستہ بنام ”العروة فی مناسک الحج و العمرہ“ (فتاویٰ حج و عمرہ) عوام و خواص کی خدمت میں پیش ہے، اس کے علاوہ مختلف مسائل پر مختلف اوقات میں لکھے گئے آپ کے فتاویٰ کا مجموعہ ”انفع الوسائل الی معرفة المسائل بالذلائل“ کے نام سے عمقریب منظر عام پر آنے والا ہے۔ (انشاء اللہ تعالیٰ) قبلہ مفتی صاحب کو قدرت نے تحقیق نظری کے ملکہ اور تفقہ سے خوب خوب نوازا ہے، جس مسئلہ پر قلم اٹھاتے ہیں دلائل کے انبار لگا دیتے ہیں، ہر مسئلے پر بیسیوں حوالہ

جات آپ کے استحضار علمی کا پتا دیتے ہیں جو ایک طرف مسائل کے لئے اطمینان قلبی کا سبب واقع ہوتے ہیں اور دوسری جانب خواص کے لئے نہایت نظری کا باعث بنتے ہیں۔ کتاب ہذا کے تین حصے گزشتہ سال شائع کئے گئے تھے جنہیں بعد میں یکجا کر کے خوبصورت انداز میں عوام کی سہولت کے لئے شائع کیا گیا، الحمد للہ جمعیت اشاعت اہلسنت اب اس کے چوتھے حصے کو اپنے مفت سلسلہ اشاعت کے 175 ویں نمبر پر شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہی ہے۔ ان تمام حصوں کی ترتیب و تہیہ کی ذمہ داری حضرت علامہ مولانا محمد عرفان ضیائی صاحب مدظلہ العالی نے باحسن و خوبی نبھائی ہے، اللہ تعالیٰ اس خدمت دین کے صدقے قے ان کی علم و عمل میں برکت عطا فرمائے۔

اللہ تعالیٰ اراکین و ادارہ کی اس سعی کو قبول فرمائے اور آخرت کی نجات کا سامان بنائے اور ہر خاص و عام کو اس سے نفع حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

محمد عمران نافع القادری

مدرس جامعہ النور، نور مسجد، میٹھادر، کراچی

حج یا عمرہ کی نیت کے بغیر مکہ مکرمہ آنے والے کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہمارے گروپ میں ہم نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ شلواری پہنے بیٹھا تھا جب کہ ہم آج ہی کراچی سے مکہ مکرمہ پہنچے ہیں اور کسی نے ابھی تک عمرہ بھی ادا نہیں کیا وہ بھی احرام کی چادریں پہن کر ہمارے ساتھ آیا تھا، ہم نے اُسے کہا کہ تو نے پہلے ہوئے کپڑے پہن لئے ہیں تجھ پر دم لازم آجائے گا تو اس نے کہا میں نے کراچی سے آتے ہوئے احرام کی نیت نہیں کی تھی تو مجھ پر دم کیسے آئے گا؟ تو حضرت اس صورت میں شرع مطہر کی روشنی میں اس شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟

(السائل: محمد ریحان ولد ابو بکر، بلیک حج گروپ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: شرع مطہر نے حرم کے گرد ایک دائرہ مقرر فرمایا ہے جسے میقات کہا جاتا ہے اور اس دائرے پر پانچ مقامات کو متعین کیا ہے اور وہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ قَرْنُ الْمَنَازِل (یہ مکہ مکرمہ سے تقریباً ۸۰ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے) جسے اب ”السیل الکبیر“ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے یہ ان لوگوں کی میقات ہے جو نجد میں رہتے ہیں یا جو اس راستے سے گزریں۔

۲۔ ذَاتِ عِرْق (یہ مکہ مکرمہ سے تقریباً ۹۰ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے) یہ عراق والوں اور اس راستے سے گزرنے والوں کی میقات ہے۔

۳۔ يَسْلَمُ (یہ مکہ مکرمہ سے تقریباً ۳۰ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے) جسے اب ”سعدیہ“ سے موسوم کیا جاتا ہے، یہ یمن والوں کی اور جو اس راستے سے گزریں میقات ہے۔

۴۔ جُحْفَه (یہ مکہ مکرمہ سے تقریباً ۸۲ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے) ”رابع“ کے قریب ایک مقام ہے یہ مغرب، شام اور مصر سے آنے والوں اور اس راستے سے گزرنے والوں کی میقات ہے، چاہے آنے والے خشکی سے راستے میں آئیں یا سمندری

راستے سے یا ہوائی جہاز سے۔

۵۔ ذُو الْحُلَيْفَةِ (ایبار علی مکہ مکرمہ سے تقریباً ۴۱۰ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے) جس کو اب ”ایبار علی“ سے موسوم کیا جاتا ہے یہ مدینہ والوں اور اس راستے سے گزرنے والوں کی میقات ہے۔

نوٹ: مواقیت خمسہ کی یہ تفصیل وزارت الحج مملکت سعودی عرب کی طرف سے شائع ہونے والے ایک پمفلٹ ”فریضہ حج عام احکامات“ کے ص ۵ پر مذکور ہے۔

اس دائرے سے باہر رہنے والے آفاقی کہلاتے ہیں، کوئی شخص بھی اس دائرے کے باہر سے مکہ مکرمہ یا حرم شریف کی حدود میں آنا چاہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ میقات سے احرام کے ساتھ گزرے۔ اور اگر وہ احرام نہیں باندھتا تو اس پر لازم ہے کہ واپس میقات پر جائے اور احرام باندھ کر آئے چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن عبد اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

من جاوز وقته غير محرم ثم أحرم أو لا فعلية العود إلى وقت (۱)
یعنی، جو شخص میقات سے بغیر احرام کے گزر گیا، پھر اس نے احرام باندھ لیا نہ باندھا تو اس پر میقات کو لوٹنا لازم ہے۔

کیونکہ احرام کی میقات سے تاخیر کرنا حرام ہے، چنانچہ علامہ علاؤ الدین ہسکمی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

و حرم تأخير الإحرام عنها كليلها لمن أی: لآفاقي قصّد دخول
مكة یعنی: المحرم ولو لحاجة غير الحج (۲)

یعنی، احرام کو تمام مواقیت سے مؤخر کرنا حرام ہے یعنی آفاقی کے لئے جو مکہ مکرمہ یعنی (حدود) حرم میں داخل ہونے کا ارادہ رکھتا ہو اگرچہ حج کے سوا کسی اور حاجت کے لئے۔

مذکور شخص جب نیت احرام کے بغیر مکہ مکرمہ آگیا تو اس پر لازم ہو گیا کہ وہ کسی بھی

۱۔ لباب المناسك (مع شرحه للقلري)، باب المواقيت، فصل في محاذرة الميقات بغیر احرام، ص ۶۴

۲۔ الدر المختل مع رد المحتل، المحل (۳)، کتاب الحج، ص ۵۵۱-۵۵۲

میقات کو جائے اور وہاں سے احرام باندھ کر آئے پھر اگر وہ نہیں لوٹتا تو اس پر دم لازم ہوگا، چنانچہ ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

وإن لم بعد مطلقاً فعليه دم أي المحاوزة الوقت (۲)

یعنی، اگر مطلقاً میقات کو نہیں لوٹتا تو اس پر میقات سے (بغیر احرام کے)

گزر رنے کی وجہ سے دم لازم ہے۔

اور یہ ضروری نہیں کہ جس میقات سے بغیر احرام کے گزرا تھا اسی میقات کو لوٹے، احرام کے لئے جس میقات کو بھی جائے کافی ہوگا، چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

فعليه العود إلى ميقات منها وإن لم يكن ميقاته ليحرم منه، و

إلا فعليه دم (۴)

یعنی، اس پر موافقت میں سے کسی میقات کو لوٹنا لازم ہے تاکہ وہاں سے وہ احرام باندھے اگر چہ وہ میقات نہ ہو (کہ جس سے بغیر احرام گزر کر آیا تھا) ورنہ اس پر دم لازم ہوگا۔

اور دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

فالمراد أي ميقات كان سواء كان ميقاته الذي جاوزه غير محرم

أو غيره، أقرب أو أبعد، لأنهما كلهما في حق المحرم سواء

الأولى أن يحرم من وقته "بحر" (۵) عن "المحيط" (۶)

یعنی، تو مراد یہ ہے کہ جو بھی میقات ہو، چاہے وہی میقات ہو کہ جس

۲۔ المسلك المنقسط في المناسك المنوسط، باب المواقيت فصل في محلولة الميقات بغير

إحرام، ص ۹۵

۳۔ رد المحتل على الدر المختل، المحل (۳)، کتاب الحج، مطلب في المواقيت،

ص ۵۴۱-۵۴۲

۴۔ البحر الرائق، المحل (۳)، کتاب الحج، باب محلولة الميقات بغير إحرام، ص ۵۲

۵۔ رد المحتل، باب الحنايات، مطلب لا يحب الضم بكسر الهمزة، ص ۶۰

سے گزر کر آیا تھا یا اس کی غیر، زیادہ قریب یا زیادہ دور ہو کیونکہ محرم کے حق میں سب برابر ہیں، بہتر ہے کہ اسی میقات سے احرام باندھے۔

یاد رہے کہ بغیر احرام کے مکہ مکرمہ آنے والا شخص واپس جا کر کسی میقات سے عمرہ یا حج کا احرام باندھ کر آ جاتا ہے تو اس سے بغیر احرام کے میقات سے گزر کر آنے کی وجہ سے لازم آنے والا دم ساقط ہو جائے گا مگر میقات سے بغیر احرام کے گزر آنے کا مگرنا مقرر رہے گا کہ فقہاء کرام نے میقات سے بغیر احرام مکہ یا حرم آنا حرام لکھا ہے اور اس حرام کا ارتکاب اس نے کر لیا اس لئے اسے جی تو بہ کرنا لازم ہوگی۔

مگر کوئی اس غلط فہمی میں نہ رہے کہ فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ بغیر احرام کے مکہ یا حرم آنا ممنوع ہے۔ تو یہ اس کے لئے ہے جو مکہ عمرہ یا حج کے ارادے سے آئے اور جو حج یا عمرہ کا ارادہ نہ رکھتا ہو اس پر میقات کو لوٹنا اور وہاں سے احرام کے ساتھ آنا اور ایسا نہ کرنے کی صورت میں دم وغیرہ کچھ بھی لازم نہیں۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے جو شخص بھی مکہ یا حرم کے ارادے سے میقات سے گزرتا ہے تو شرعاً اس پر حج و عمرہ دونوں میں سے ایک عبادت لازم ہو جاتی ہے چاہے وہ خود حج یا عمرہ کا ارادہ نہ رکھتا ہو چنانچہ مجدد دوم محمد باشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

اگر آفاقی عبور کنند بر این مواقیت مذکورہ و ارادہ داشتہ باشد دخول مکہ یا

دخول ارض حرم را، واجب گردید وی ادائے أحد التمسکین اعنی حج یا عمرہ

یعنی، آفاقی اگر مواقیت مذکورہ سے گزرے اور وہ مکہ مکرمہ یا سرزمین حرم

میں داخل ہونے کا ارادہ رکھتا ہو تو اس پر دو تمسک یعنی حج یا عمرہ میں سے

ایک (عبادت) واجب ہو جاتی ہے۔

اس لئے حج و عمرہ دونوں میں سے کسی ایک کا احرام باندھنا بھی واجب ہو جاتا ہے، چنانچہ لکھتے ہیں:

وواجب شود مرد و عورت احرام برائے آن (۷)

۷۔ حيلة القلوب في زيلة المحبوب، باب اول در بیان احرام فصل در بیان مواقیت توح

اول، ص ۵۸

یعنی، اور اس پر اس (یعنی حج یا عمرہ) کے لئے (میقات سے) احرام باندھنا واجب ہو جاتا ہے۔

پھر وہ میقات کو لوٹے بغیر احرام باندھے یا نہ باندھے وہ بہر صورت اس پر لازم رہے گا، چنانچہ علامہ شمس الدین ترمذی حنفی لکھتے ہیں:

و جاوزَ وقتَه ثُمَّ أَحْرَمَ لِرَمَةِ دَمٍ، كَمَا إِذَا لَمْ يُحْرَمِ (۸)

یعنی، اپنی میقات سے بغیر احرام کے گزرا پھر احرام باندھا تو اس کو دم لازم ہوگا جیسا کہ جب احرام نہ باندھے (تو اس کو دم لازم ہو جاتا ہے)۔

ستوط دم کی ایک ہی صورت ہے کہ وہ میقات کو لوٹے اور احرام باندھ کر آئے جیسا کہ مندرجہ بالا سطور میں ہے۔

لہذا صورتِ مسئلہ میں مذکور شخص کو احرام باندھنے کے لئے میقات لوٹنا اور وہاں سے احرام باندھنا لازم ہوگا اور نہ لوٹنے کی صورت میں دم دینا ہوگا اور تو بہر صورت کرنی ہوگی۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم الثلاثاء، ۲۴ ذی القعدة ۱۴۲۸ھ، ۴ دسمبر ۲۰۰۷ م (New 01-F)

حرم یا حِل میں رہنے والے کا آفاق سے قرآن کی نیت کرنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حرم یا حِل کا رہنے والا اگر کسی کام کی غرض سے میقات سے باہر مثلاً مدینہ منورہ چلا جاتا ہے وہاں سے حج و عمرہ کا ایک ساتھ احرام باندھ کر آ جائے اور پھر حج میں عمرہ ادا کرے تو اس کا قرآن بلا کراہت درست ہو جائے گا یا نہیں؟

(السائل:)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: صورتِ مسئلہ میں کی یا جو کی کے حکم میں ہے اگر کسی کام کی غرض سے آفاق چلا جائے اور وہاں سے حج و عمرہ کا ایک ساتھ احرام باندھ کر آ

جائے تو وہ قارن ہو جائے گا کیونکہ جب وہ کسی کام سے آفاق گیا تو حکماً آفاق ہو گیا اور آفاق ہونا قرآن کی شرائطِ صحت میں سے ایک شرط ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن عبد اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و السادس أن يكون آفاقاً ولو حكماً (۹)

یعنی، قرآن کی چھٹی شرط یہ ہے کہ وہ آفاق ہو اگرچہ حکماً آفاق ہو۔

اور آفاق کی یہ شرط قرآنِ مسنون کی ہی شرط ہے چنانچہ علامہ علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

أن اشتراط الآفاق إنما هو للقرآن المسمون لا لصحة عقد

الحج والعمرة (۱۰)

یعنی، آفاق کی شرط صرف قرآنِ مسنون کے لئے ہے نہ کہ صحتِ عقد حج و عمرہ کے لئے۔

اور امام شمس الدین محمد سرہسی حنفی لکھتے ہیں:

و قد بينّا أنّ المكي إذا خرج من الميقات ثم قرّن حجة و عمرة

كان قارناً (۱۱)

یعنی، ہم نے بیان کر دیا کہ مکی جب میقات سے نکلا پھر اس نے حج و عمرہ کا ایک ساتھ احرام باندھا تو وہ قارن ہو جائے گا۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

ثم رأيت مثلاً ذلك أيضاً في "كافي الحاكم" (۱۲) الذي هو

جمع كتب ظاهراً الرواية، نصه: وإذا خرج المكي إلى الكوفة

لحاجة قاعتم فيها من عاميه وحج لم يكن متمتعاً، وإن قرّن

۹- لب لب المناسك (مع شرحه للقلبي)، باب القران، فصل في شرائط صحة القران، ص ۲۸۶

۱۰- المناسك المنقسط في المناسك المتوسط باب القران، فصل في شرائط صحة القران، ص ۲۸۶

۱۱- المبسوط للسرخسي، كتاب المناسك، باب الجمع بين الإحرامين، ۲/ ۱۷۰

۱۲- انظر: المبسوط، كتاب المناسك، باب المواقف، ۴/ ۱۶۹

من الكوفة كان قارناً اهـ و نقله في "الحوهرة" معذلاً موضحاً
فراجعها (۱۳)

یعنی، پھر میں اس کی مثل امام حاکم شہید کی کتاب "کافی" میں بھی دیکھا کہ جس میں آپ نے عظیم ظاہر الروایت کو جمع فرمایا ہے اور اس کی تصریح فرمائی کہ جب تک کوفہ کو کسی کام سے نکلا پھر اس نے اسی سال کوفہ سے عمرہ (کا احرام باندھ کر عمرہ) کیا اور (اسی سال) حج کیا تو وہ مُتَمَتِّع نہ ہوگا اور اگر کوفہ سے قرآن کیا تو قارن ہو جائے گا اور اسے (علامہ ابوبکر بن علی حدادی حنفی متوفی ۸۰۰ھ نے اپنی کتاب "جوہرۃ البیۃ" (۱۴) میں علت بیان کرتے اور واضح کرتے ہوئے نقل کیا پس تجھے چاہئے کہ تو وہاں مراجعت کرے۔

اور علامہ رحمۃ اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

فلا قرآن للممکی (أی الحنفی) إلا إذا خرج إلى الآفاق قبل أشهر الحج، قيل: ولو فيها فيصح منه القرآن لصيرورته آفاقاً
حکماً (۱۵)

یعنی، مکی حنفی کے لئے قرآن نہیں مگر جب وہ اشہر حج سے قبل آفاق کو گیا۔ کہا گیا کہ اگرچہ اخیر حج میں نکلا تو اس کے حکماً آفاق ہونے کی وجہ سے اس کا قرآن درست ہو جائے گا۔

کیونکہ وہ آفاق جانے کی وجہ سے آفاق کے حکم میں ہو گیا تو اس کا قرآن درست ہو گیا یہ اسی طرح ہے جیسے آفاق مکہ آیا اور حکماً اہل مکہ سے ہو گیا چنانچہ ملا علی قاری لکھتے ہیں:

۱۳۔ رد المحتل علی الشرح المختار، المحل (۳)، کتاب (۵) الحج، باب (۲) التمتع،

۱۴۔ الحوہرۃ البیۃ، المحل (۱)، کتاب الحج، باب التمتع، ص ۲۱۴-۲۱۵

۱۵۔ لب لب المسلسک (مع شرحه للقلی)، باب القرآن، فصل فی شرائط صحۃ القرآن، ۲۸۶

كما أنه لا يجوز القرآن لآفاقى إذا دخل مكة و صار من أهلها
حکماً (۱۶)

یعنی، جیسا کہ آفاق کے لئے قرآن جائز نہیں جب مکہ داخل ہو کر حکماً اہل مکہ میں سے ہو گیا۔

تو اسے قرآن کے لئے آفاق جانا ضروری ہے ورنہ حکماً مکی ہونے کی وجہ سے حقیقی مکی کی طرح وہ بھی قرآن نہیں کرے گا اور اگر کرے گا تو اس کا قرآن مسنون نہ ہوگا اور سنت کی مخالفت کی وجہ سے اسانت (برا) کرنے والا ہوگا اور قرآن منعقد ہونے کی وجہ سے اسے دم دینا ہوگا اور وہ دم شکر نہ ہوگا بلکہ دم جبر ہوگا کہ جس سے وہ نہیں کھا سکتا جیسا کہ اس کی تفصیل عظیم مناسک میں اور ہمارے "فتاویٰ" میں مذکور ہے۔

والله تعالى أعلم بالصواب

يوم الأربعاء، ۳ ذی الحجۃ ۱۴۲۸ھ، ۱۲ دسمبر ۲۰۰۷ م (New 12-F)

قارن اگر عمرہ ترک کر کے صرف حج کے ارکان ادا کر لے تو اس کا حکم استفتاء ہے کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص حج قرآن کا احرام باندھ کر مکہ مکرمہ پہنچا اور حاجی منی روانہ ہو رہے تھے تو اس نے عمرہ ادا نہ کیا اور منی روانہ ہو گیا یہاں تک کہ وہ عرفات گیا و قوفہ عرفہ کیا، اب اس نے عمرہ ادا نہ کیا اس کے لئے اسے کیا کرنا ہوگا اور اس کا حج قرآن باقی رہا یا نہ رہا؟

(السائل محمد امجد ایم، بلیک حج گروپ C/O مولانا محمد یونس شاکر، کاروان ہاشمی، مکہ مکرمہ) باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: صورت مسئلہ میں اس نے عمرہ چھوڑ دیا جس کی وجہ سے اس کا قرآن باطل ہو گیا اور اس پر عمرہ کی قضا اور عمرہ چھوڑنے کا دم لازم ہوگا۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ صحت قرآن کی شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ وہ قوفہ عرفہ

سے قبل عمرہ کا کھل یا اکثر طواف کر لے چنانچہ علامہ رحمۃ اللہ سندھی حنفی (۱۷) لکھتے ہیں اور ان سے علامہ سید محمد امین ابن عابدین (۱۸) نقل کرتے ہیں:

الثالث أن يطوف للعمرة كذا أو أكثره قبل الوقوف بعرفة (أى

فی وقتہ)

یعنی، صحبت قرآن کی تیسری شرط یہ ہے کہ قارن وقوف عرفہ کے وقت میں وقوف کرنے سے قبل عمرہ کا پورا (یعنی سات چکر) یا اکثر (یعنی کم از کم چار چکر) طواف کر لے۔

اور وہ اس نے نہ کیا اس لئے وہ عمرہ کا چھوڑنے والا ہو گیا چنانچہ علامہ رحمۃ اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی حنفی (۱۹) لکھتے ہیں اور ان سے علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی (۲۰) نقل کرتے ہیں:

فلو لم يطُف لها حتى وقفت بعرفة بعد الزوال ارتفعت (و فی الباب: ارتفعت) عمرته

یعنی، پس اس نے اگر عمرہ کا طواف نہ کیا یہاں تک کہ زوال کے بعد وقوف عرفہ کر لیا تو اس کا عمرہ چھوٹ گیا۔

اگرچہ اس نے عمرہ چھوڑنے کی نیت نہ کی تھی تب بھی عمرہ چھوٹ گیا چنانچہ مولانا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

أى ولو من غير نية رقصه إياها (۲۱)

یعنی، اگرچہ اس کی خاص عمرہ کو چھوڑنے کی نیت نہ ہو۔

جب اس نے حج قرآن میں عمرہ کو چھوڑ دیا تو اس کا قرآن باطل ہو گیا چنانچہ علامہ رحمۃ

۱۷۔ لب لب المناسك (مع شرحه للقلی)، باب القران، فصل فی شرائط صحته ص ۲۸۵

۱۸۔ رد المحتل علی الدر المختل، کتاب الحج، باب القران، ۶۳۲/۲

۱۹۔ لب لب المناسك (مع شرحه للقلی)، ص ۲۸۵

۲۰۔ رد المحتل علی الدر المختل، کتاب الحج، باب القران، ۶۳۲/۲

۲۱۔ المسلك المتقسط فی المناسك المتوسطة ص ۲۸۵

اللہ سندھی حنفی (۲۲) لکھتے ہیں اور ان سے علامہ شامی (۲۳) نقل کرتے ہیں:

و بطلان قرانه

یعنی، اور اس کا قرآن باطل ہو گیا۔

اور قرآن کا بطلان عمرہ کے بطلان کی وجہ سے ہوا کیونکہ جب اس نے عمرہ چھوڑ دیا تو اب عمرہ کی ادائیگی محض رہ گئی اس لئے اگر وہ وقوف عرفہ کے بعد عمرہ کرے گا تو وہ افعال عمرہ کی افعال حج پر بنا کرے گا اور یہ مشروع نہیں ہے، چنانچہ علامہ علاؤ الدین حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

فإن وقف القارئ بعرفة قبل أكثر طواف العمرة بطلت (۲۴)

یعنی، پس اگر قارن نے عمرہ کے اکثر طواف سے قبل وقوف عرفہ کر لیا تو اس کا عمرہ باطل ہو گیا۔

اس کے تحت علامہ شامی لکھتے ہیں:

لأنه تعذر عليه أدائها، لأنه بصير بانياً أفعال العمرة على أفعال

الحج، وذلك بخلاف المشروع (۲۵)

یعنی، کیونکہ (وقوف عرفہ کے بعد) اس پر عمرہ کی ادائیگی محض رہ گئی کیونکہ (اگر وقوف کے بعد عمرہ ادا کرنا ہے تو) وہ افعال حج پر افعال عمرہ کی بنا کرنے والا ہو جائے گا جو کہ مشروع عین قرآن کے خلاف ہے۔

اور اس صورت میں اس سے دم قرآن ساقط ہو جائے گا جو کہ دم شکر ہے چنانچہ علامہ

رحمۃ اللہ سندھی لکھتے ہیں:

و سقط عنه دمه

۲۲۔ لب لب المناسك (مع شرحه للقلی)، ص ۲۸۵

۲۳۔ رد المحتل: ۶۳۲/۲

۲۴۔ الدر المختل: ۶۳۲/۲

۲۵۔ رد المحتل علی الدر المختل، المختل (۳)، کتاب الحج، باب (۱) القران، ص ۶۳۹

اور اس کے تحت مولا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

أَيُّ دَمِ الْقُرْآنِ لِلشُّكْرِ الْمُرْتَبِّ عَلَى نِعْمَةِ الْجَمْعِ مِنْ أَدَاءِ
النُّسَكِينَ (۲۶)

یعنی، اس سے دم قرآن ساقط ہو جائے گا جو شکرانے کے طور پر اس نعمت پر مترتب ہے جو اسے نسک عمرہ و حج کے مابین جمع کرنے پر حاصل ہوئی۔
اور علامہ علاؤ الدین ہسکمی لکھتے ہیں:

و سَقَطَ دَمُ الْقُرْآنِ، لِأَنَّهُ لَمْ يَوْفَى النُّسَكِينَ (۲۷)

یعنی، اور دم قرآن ساقط ہو گیا کیونکہ وہ نسک عمرہ و حج کے مابین جمع نہ کر پایا (کیونکہ اس نے اپنے عمرہ کو باطل کر دیا تو وہ قارن نہ رہا)۔

اور جو عمرہ اس نے چھوڑا اس کی قضاء اور عمرہ چھوڑنے کا دم اس پر لازم ہوا، چنانچہ مولا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

ثُمَّ إِذَا ارْتَفَضْتَ عِمْرَتَهُ فَعَلَيْهِ دَمُ لِرُقُضِهَا وَ قَضَائِهَا بَعْدَ أَيَّامِ
التَّشْرِيقِ (۲۸)

یعنی، پھر جب اس کا عمرہ چھوٹ گیا تو اس پر عمرہ چھوڑنے کا دم اور اس کی ایام تشریق کے بعد قضاء لازم آئی۔
اور علامہ علاؤ الدین ہسکمی لکھتے ہیں:

و قَضِيَّتْ بِشُرُوعِهِ فِيهَا
اور اس کے تحت علامہ شامی لکھتے ہیں:

أَيُّ بَعْدَ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ (۲۹)

۲۶۔ المسلك المنقسط في المنسك المتوسط ص ۲۸۵

۲۷۔ النور المختار، كتاب الحج، باب القران، ۶۴/۳

۲۸۔ المسلك المنقسط في المنسك المتوسط ص ۲۸۵

۲۹۔ رد المحتار على الدر المختار: ۶۳۹/۳۔ ۶۴۰

یعنی، اور (احرام و نیت سے) عمرہ میں شروع ہونے کی وجہ سے اسے ایام تشریق کے بعد قضاء کیا جائے گا۔

و وَجَبَ دَمُ الْبِرْقِضِ لِلْعُمْرَةِ (الدر المختار) لِأَنَّ كُلَّ مَنْ تَحَلَّلَ
بِغَيْرِ طَوَافٍ يَحِبُّ عَلَيْهِ دَمٌ كَالْمَحْصَرِ "بحر" (۳۰)

یعنی، اس پر عمرہ چھوڑنے کا دم لازم ہوگا کیونکہ وہ شخص جو عمرہ کا طواف کئے بغیر اس کے احرام سے فارغ ہو جائے اس پر محصر کی مانند دم لازم آتا ہے۔ "بحر" (۳۱)

اور اگر وہ وقوف عرفہ سے قبل طواف عمرہ کے اکثر پھیرے دے لیتا تو عمرہ کو چھوڑنے والا نہ ہوتا چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی لکھتے ہیں:

و لَوْ طَافَ أَكْثَرَهُ ثُمَّ وَقَفَ

اور اس کے تحت مولا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

لَمْ يَصِرْ رَافِضاً بِالْوُقُوفِ لِأَنَّهُ أَتَى بِالْأَكْثَرِ، فَبَقِيَ قَارِئاً (۳۲)

یعنی، اور اگر وہ عمرہ کا اکثر طواف کر لیتا پھر وقوف عرفہ کرنا تو وقوف کے سبب عمرہ کو چھوڑنے والا نہ ہوتا اور وہ قارن باقی رہتا۔

اور اس صورت میں طواف عمرہ کے باقی حصہ طواف زیارت سے قبل ادا کرنا چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی لکھتے ہیں:

و أَنْتُمْ الْبَاقِي قَبْلَ طَوَافِ الزِّيَارَةِ (۳۳)

یعنی، اور باقی طواف زیارت سے قبل پورا کرے۔

اور اسی طرح "لباب" کے حوالے سے علامہ شامی نے بھی نقل کیا ہے۔ (۳۴)

۳۰۔ رد المحتار على الدر المختار: ۶۴۰/۳

۳۱۔ بحر الرائق، السجل (۲)، كتاب الحج، باب القران تحت قوله: وَإِنْ لَمْ يَدْخُلْ مَكَّةَ ص ۳۶۲

۳۲۔ المسلك المنقسط في المنسك المتوسط ص ۲۸۵

۳۳۔ لباب المناسك (مع شرحه للقلبي)، ص ۲۸۵

۳۴۔ رد المحتار: ۶۳۹/۳

طواف زیارت کی ادائیگی سے قبل طوافِ عمرہ کی تکمیل کے حکم کی وجہ بیان کرتے ہوئے
مولا علی قاری لکھتے ہیں:

لاستحقاقها في الذمة قبله، ولو كان الباقي من الأشواط واجبا

وهو دون الأقوى من طواف ركن الحج (۳۵)

یعنی، کیونکہ طوافِ عمرہ کے یہ پھیرے طوافِ زیارت سے قبل ذمے میں
واجب ہو چکے اگرچہ جو پھیرے بچے وہ واجب ہیں اور وہ حج کے رکن
طواف (یعنی طوافِ زیارت جو کہ) قوی تر ہے سے (درجہ میں) کم ہیں۔

اور اس صورت میں اسے چاہئے تھا کہ وہ منیٰ جانے کی بجائے عمرہ کا طواف کر لیتا اور
قارن کے لئے طوافِ عمرہ کا وقت دس ذی الحجہ کے طلوع فجر تک ہوتا ہے، چنانچہ علامہ رحمۃ
اللہ سندھی اس قارن کے بارے میں لکھتے ہیں جو بغیر وضو کے دو طواف اور دو سعیاں کر لے:

أعاد طواف العمرة قبل يوم النحر، ولا شيء عليه وإن لم يعد

حتى طلع فجر يوم النحر لزمه دم لطواف العمرة محلثاً وقد

فان وقت القضاء وقال شارحه أي الإعادة لتكميل الأداء (۳۶)

یعنی، یوم نحر سے قبل طوافِ عمرہ کا اعادہ کرے اور اس پر کچھ نہیں اور اگر

اعادہ نہ کرے یہاں تک کہ یوم نحر کی فجر طلوع ہو جائے تو اسے بے وضو

عمرہ کا طواف کرنے کا دم لازم ہو گیا اور تکمیلِ اداء کے لئے اعادہ کا

وقت فوت ہو گیا۔

اور وقت کی کمی کے باعث اگر وہ طواف کے چار چکر ہی کر لیتا ہے طوافِ قدوم کی نیت
سے کرتا یا نفل کی نیت سے تو اس کا فرض ادا ہو جاتا اور عمرہ باطل نہ ہوتا کیونکہ پھر اس پر طواف
کے کم پھیرے اور سعی باقی رہتی جو کہ عمرہ کے واجبات سے تھے نہ کہ فرائض سے، چنانچہ علامہ

۳۵۔ المسلك المتفسط في المنسك المتوسط، باب القران، فصل في شرائط صحة القران، ص ۲۸۵

۳۶۔ لباب المنسك (مع شرحه للقلبي)، باب الحنايات، فصل في الحنايات في طواف العمرة،

علاء الدین ہسکمی لکھتے ہیں:

فمن أتى بأربعة أشواط ولو بقصد القدوم أو التطوع لم تبطل،

و يتعمها يوم النحر (۳۷)

یعنی، پس اگر (طوافِ عمرہ کے) چار چکر کر لیتا اگرچہ طوافِ قدوم یا نفل
کی نیت سے تو عمرہ باطل نہ ہوتا اور اسے دس ذی الحجہ کو (طوافِ زیارت
سے قبل) پورا کر لیتا۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین علامہ ہسکمی کی عبارت ”عمرہ باطل نہ ہوتا“ کے تحت
لکھتے ہیں:

لأنه أتى بركنها، ولم يبق إلا واجباتها من الأقبالي والسعي -

”بحر“ (۳۸)

یعنی، کیونکہ اس نے اس کا رکن ادا کر لیا (کہ طوافِ فرض میں کم از کم

چار پھیرے فرض ہیں) اور باقی نہ رہے مگر عمرہ کے واجبات وہ طواف

کے کم پھیرے اور سعی ہیں۔ ”بحر“ (۳۹)

طواف کے بقیہ کم پھیروں کا ذکر مندرجہ بالا طور میں مذکور ہے کہ انہیں طوافِ زیارت
سے قبل ادا کرے اور سعی غیر موقت ہے اسی لئے حج کی سعی طوافِ زیارت کے بعد قربانی کے
ایام گزار کر کی جائے تو بھی درست ہو جاتی ہے اگرچہ خلاف سنت ہے۔

اور مذکور شخص عمرہ کو چھوڑنے والا اس وقت قرار پایا جب اس نے زوال کے بعد وقوف

عرفہ کیا اس سے قبل جب وہ منیٰ میں تھا یا عرفات میں، عمرہ کو چھوڑنے والا قرار نہیں دیا گیا،

چنانچہ مولا علی قاری لکھتے ہیں:

وفي ”الكافي“ للحاكم لا يصير رافضاً لعمرة حتى يقف بعد

۳۷۔ النور المختار، كتاب الحج، باب القران، ۳/۶۳۹

۳۸۔ رد المحتار على النور المختار، المحل (۳)، كتاب (۵) الحج، باب (۱) القران، ص ۶۳۹

۳۹۔ البحر الرائق، المحل (۲)، كتاب الحج، باب القران، ص ۳۶۲

الزوال، وقال ابن الهمام: وهو حق لأن ما قبله ليس وقتاً
للقوف، فحلّوه بها كحلّوه بغيرها، وفي "السراج الوهاج"
والوقوف بعرفة قبل الزوال لا يكون راقضاً لأنه لا عبدة بهذا
الوقوف، فيرجع إلى مكة ويطوف لعمرة، فلو لم يرجع حتى
وقف (٤٠)

یعنی، امام حاکم شہید کی "کافی" میں ہے قارن اپنے عمرہ کو چھوڑنے والا
نہ ہوگا یہاں تک کہ زوال کے بعد وقوف عرفات کر لے اور امام کمال
الدین محمد بن عبد الواحد ابن ہمام نے فرمایا یہی حق ہے کیونکہ اس سے قبل
وقوف کا وقت نہیں ہے تو قارن کا وہاں ہونا عرفات کے غیر میں ہونے
کی مانند ہے، اور "سراج الوہاج" میں ہے اگر زوال سے قبل وقوف
عرفات کیا تو وہ اپنے عمرہ کو چھوڑنے والا نہ ہوگا کیونکہ اس وقوف کا کوئی
اعتبار نہیں، تو وہ (اگر زوال سے قبل عرفات چلا گیا تو) مکہ لوٹ آئے
اور اپنے عمرے کا طواف کرے (اور رخص عمرہ سے بچ جائے) پس اگر
نہ لوٹا یہاں تک کہ (وقوف کے وقت میں) وقوف کر لیا (تو اس کا عمرہ
چھوٹ گیا)۔

لہذا اُسے چاہئے تھا وقوف عرفات سے پہلے پہلے مکہ آ کر طواف عمرہ کر لیتا اس طرح وہ
عمرہ کی قضاء و دم اور گناہ کے ارتکاب سے بچ جاتا کیونکہ اس نے عمرہ کو جان بوجھ کر چھوڑا ہے
اس لئے وہ گنہگار بھی ہوا جس کے لئے اسے عمرہ کی قضا اور دم دینے کے ساتھ ساتھ تو یہ بھی
کرتی ہوگی۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم الأحد، ١٤ ذی الحجة ١٤٢٨ھ، ٢٣ دسمبر ٢٠٠٧ م (New 27-F)

مکہ سے طائف گھومنے کی غرض سے جانے والوں کے احرام کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہم کل بروز
جمعہ گھومنے کی غرض سے طائف گئے وہاں سے ہم نے فون کے ذریعے آپ سے معلوم کیا تو
آپ نے بتایا کہ طائف میقات سے باہر ہے اسی طرح حضرت مولانا محمد عرفان صاحب ضیائی
سے وہاں سے احرام کا حکم معلوم کیا تو انہوں نے بھی فرمایا کہ عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ لوٹو کہ بلا
احرام آنا جائز نہیں ہے، ہمارے کسی ساتھی نے ایک اور پاکستان سے تشریف لائے ہوئے
معروف حنفی عالم سے فون پر پوچھا تو انہوں نے فرمایا سیر و تفریح کی غرض سے گئے ہو اس لئے
احرام لازم نہیں، اس طرح ہم میں سے چند ساتھیوں نے احرام نہ باندھا بغیر احرام مکہ لوٹے،
اب آپ سے گزارش ہے کہ شریعت مطہرہ کی روشنی میں ہمیں بتائیے کہ کس کا قول درست ہے
اور جو بلا احرام مکہ لوٹے ان کے لئے کیا حکم ہے؟

(السائل: احمد بن محمد فتانی، الفتاویٰ حج اینڈ عمرہ، مکہ مکرمہ)

بِسْمِ اللَّهِ تَعَالَى وَتَقْدَسُ أَسْمَاؤُهُ: واضح رہے کہ طائف میقات سے
باہر ہے اور اس جانب میقات "قرن المنازل" ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے میقاتوں کا تعین
خود فرمایا، اہل مدینہ کے لئے "ذوالحلیفہ"، شام والوں کے لئے "نخعہ"، اہل نجد کے لئے
"قرن المنازل" اور یمن والوں کے لئے "مہلم"، اور یہ بھی ارشاد فرمایا یہ میقات مذکورہ
مقامات کے لوگوں کے علاوہ ان کے لئے بھی ہیں جو کسی میقات سے گزر کر حج یا عمرہ کے لئے
مکہ مکرمہ آئیں، البتہ جو لوگ میقات کے اندر چل میں رہتے ہیں ان کی میقات ان کے اپنے
گھر ہیں، جب کہ مکہ میں مقیم لوگ مکہ ہی سے (حج کا) احرام باندھیں گے۔ (٤١) جب کہ
اہل عراق کا میقات "ذات عرق" ہے جس کا ذکر "صحیح مسلم" میں ہے۔

اور قرن سے مراد وہ پہاڑی ہے جو کسی بڑے پہاڑ کا حصہ ہو لیکن اس سے علیحدہ نظر آتی
ہو، یہ اس کے آس پاس خلیج کے رہنے والوں اور ریاض و طائف کے راستے سے آنے والوں

کی میقات ہے، یہاں سے مکہ معظمہ کے لئے دو بڑے راستے ہیں، جن پر دو مسجدیں بنائی گئی ہیں جو ایک راستے پر ”سیل کبیر“ اور دوسرے پر ”وادی محرم“ کے نام سے موسوم ہیں۔

سیل کبیر: اس میقات پر ایک مسجد ”سیل کبیر“ کے نام سے موسوم ہے جو مسجد الحرام سے بجانب شمال مشرق اسی (۸۰) کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے اور یہاں سے طائف کا فاصلہ (۴۰) کلومیٹر ہے۔

وادی محرم: یہ مسجد بھی ”قرن المنازل“ کی میقات ہی سے معروف ہے یہ مسجد سیل کبیر کے جنوبی سمت میں واقع ہے ان دونوں مسجدوں کے درمیان تینتیس (۳۳) کلومیٹر کا فاصلہ ہے اور مسجد الحرام سے مکہ طائف روڈ پر چھبتر (۷۶) کلومیٹر کے فاصلے پر ہے جب کہ طائف یہاں سے صرف دس (۱۰) کلومیٹر رد جاتا ہے، اسی طرح ”تاریخ مکہ“ (۱۶) میں ہے۔ جب کہ ظلال بن العقیل نے ”سیل کبیر“ سے مکہ مکرمہ کا فاصلہ پچھتر (۷۵) کلومیٹر ذکر کیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں: قرن المنازل: یہ نجد والوں اور ان لوگوں کی میقات ہے جو اس راستے سے گزرتے ہیں اس کا موجودہ نام ”سیل کبیر“ ہے جو مکہ مکرمہ سے پچھتر (۷۵) کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ (۴۳)

اور ابن باز نے صرف یہ لکھا کہ ”قرن المنازل“ جو اہل نجد کی میقات ہے جس کو آج کل ”سیل“ کہا جاتا ہے۔ (۴۴)

اور سعودی حکومت کے سلسلہٴ شادات للحاج والمعتمرین کے چوتھے رسالے میں ہے:

قرن المنازل: و يسمى ”السيّل الكبير“ وهو ميقات أهل نجد و أهل الطائف و من مربة من غيرهم و يبعد عن مكة المكرمة (۷۸ كم) تقريباً و يحاذيه ”وادي محرم“ وهو أعلى قرن

۴۲۔ تریخ مکہ مصنفہ ۱۵ اکبر الپس عبدالغنی، ص ۲۵، ۲۶، ۲۸

۴۳۔ رہنمائے حج و عمرہ، احرام بالمذہب کی جگہیں، ص ۱۲

۴۴۔ حج و عمرہ اور دنیاویات الحج، میقات کا بیان، ص ۲۷

المنازل من جهة طريق الهدا الطائف و يبعد عن مكة المكرمة (۷۵ كم) تقريباً (۴۵)

یعنی قرن المنازل: اور اس کا نام ”سیل کبیر“ رکھا گیا ہے اور یہ اہل نجد اور اہل طائف کی اور جوان کے سوا یہاں سے ہو کر گزرے (سب) کی میقات ہے اور مکہ مکرمہ سے تقریباً ۸۷ کلومیٹر دور ہے اور اس کے محاذی ”وادی محرم“ ہے اور وہ ”قرن المنازل“ سے بلندی پر طائف کے طریق ہذا کی طرف سے ہے اور مکہ مکرمہ سے تقریباً ۵۷ کلومیٹر دور ہے۔

لہذا ثابت ہوا کہ طائف میقات سے باہر آفاق میں ہے نہ کہ میقات ہے یا میقات کے اندر ہے اور حرم مکہ کے ارادے سے طائف سے آنے والے اور طائف سے ہو کر گزرنے والے اگر ”سیل کبیر“ کے راستے سے آئیں تو ”سیل کبیر“ پر اور اگر ”طریق ہذا“ سے آئیں تو ”وادی محرم“ پر اسے احرام باندھنا لازم ہوگا چنانچہ علامہ رحمۃ اللہ سندھی حنفی متوفی ۱۳۹۰ھ لکھتے ہیں:

حکمها وجوب الإحرام منها لأحد النسكين و تحریم تأخیرھا عنها لمن أراد دخول مكة أو الحرم و إن كان لقصد التجارة أو غيرها و لم يرد نسكاً (۴۶)

یعنی، میقات کا حکم یہ ہے کہ ان سے حج یا عمرہ کا احرام باندھنا واجب اور احرام کو ان سے مؤخر کرنا حرام ہے ہر اس شخص کو جو مکہ معظمہ یا حرم میں داخل ہونے کا ارادہ رکھتا ہو اگرچہ تجارت وغیرہ کی غرض سے (حدود حرم میں داخل ہونے کا ارادہ رکھتا ہو) اور اس نے حج کا ارادہ نہ کیا ہو۔

اور مکہ یا حرم آنے کے ارادے سے میقات سے گزرنے والے پر احرام کے وجوب پر اجماع ہے چنانچہ محقق علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۲ھ لکھتے ہیں:

۴۵۔ صفة الحج والعمرة مع أدعية مختارة، المواقب، ص ۱۲-۱۳

۴۶۔ لب لب المناسك (مع شرحه للقلبي)، باب المواقب، فصل في موقبات الحج، ص ۸۹

أى بالإجماع (٤٧)

یعنی، میقات سے احرام باندھنا بالاجماع واجب ہے۔

کوئی شخص آفاق سے حرم چاہے کسی ارادہ سے آئے جیسے تجارت کی غرض سے، یا اس کا گھر ہی خدو حرم یا مکہ شہر میں ہو اور وہ اپنے گھر آ رہا ہو یا مکہ مکرمہ سیر و تفریح کی غرض سے آئے، بہر صورت اس پر واجب ہوگا کہ میقات سے احرام باندھ کر آئے، چنانچہ مولا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

فعللنا بحب الإحرام مطلقاً (٤٨)

یعنی، پس ہمارے نزدیک احرام مطلقاً واجب ہے (چاہے کسی بھی

ارادے سے آئے)۔

اسی لئے ہمارے فقہاء نے لکھا کہ میقات وہ جگہیں ہیں جن سے مکہ یا حرم کا ارادہ رکھنے والا بلا احرام نہیں گزر سکتا، چنانچہ علامہ علاؤ الدین حسکی متوفی ۸۸۸ھ لکھتے ہیں:

والمواقف أى المواضع التى لا يحاوزها مريد مكة إلا محرماً (٤٩)

یعنی، میقاتیں وہ جگہیں ہیں جن سے مکہ کو جانے والا بلا احرام نہیں گزر سکتا۔

سوال میں ذکر کردہ افراد جب مکہ میں تھے کی حکم میں تھے کہ کئی کی طرح ان کے لئے عمرہ کے حل اور حج کے لئے مکہ یا حرم میقات تھی یعنی جہاں وہ تھے وہاں کے اہل کے حکم میں تھے اور جب آفاق کی جانب نکلے تو آفاق کے حکم میں ہو گئے جس طرح کئی حقیقی بھی اگر آفاق نکلے چاہے کسی بھی غرض سے گیا ہو تجارت کی غرض سے گیا ہو یا سیر و تفریح کی غرض سے، بہر حال وہ آفاق کے حکم میں ہو گیا چنانچہ علامہ رحمۃ اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

والمضابطة فيه أن من وصل إلى مكان صار حكمه حكم أهله (٥٠)

یعنی، اس میں ضابطہ (یعنی قاعدہ کلیہ اس حکم میں، شرح اللباب للمقاری)

٤٧۔ المسلك المنقسط في المنسك المتوسط ص ٨٩

٤٨۔ المسلك المنقسط في المنسك المتوسط ص ٨٩۔ ٩٠

٤٩۔ المختار المختار، المحل (٣)، كحل (٥) الحج، بيان المواقف، ص ٤٨

٥٠۔ لباب المنسك (مع شرحه للقلی)، باب المواقف، فصل وقد يتغير الميقات الخ، ص ٩٤

یہ ہے کہ جو شخص جس جگہ پہنچ گیا تو اس کا حکم وہی ہو گیا جو وہاں کے رہنے والوں کا ہے۔

اور لکھتے ہیں:

فلو خرج المكي إلى الآفاق أو الحل لحاجة فهو وقته للحج أو العمرة (٥١)

یعنی، پس اگر کئی آفاق یا حل کو کسی کام سے نکلا تو وہی اس کے حج یا عمرہ کی میقات ہے۔

لہذا جب یہ وہاں کے اہل کے حکم میں ہو گئے تو جس طرح وہاں والوں کو بغیر احرام کے میقات سے گزرنا جائز نہیں اسی طرح ان کو بھی مکہ مکرمہ آنے کے لئے میقات سے بغیر احرام کے گزرنا جائز نہیں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ یہ لوگ طائف کس غرض سے گئے تھے اور مکہ کسی غرض سے آئے جیسا کہ مندرجہ بالا عبارات فقہاء سے ظاہر ہے۔

اور جو لوگ بغیر احرام کے آئے ہیں وہ سب کے سب گنہگار ہوئے اور ان پر لازم ہے کہ وہ میقات کو لوٹ جائیں اور وہاں سے عمرہ کا احرام باندھ کر آئیں اور تو بہ بھی کریں ورنہ ان پر عمرہ اور دم دونوں لازم ہوں گے اور ساتھ تو بہ بھی، چنانچہ علامہ رحمۃ اللہ بن عبد اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

من جاوز وقته غير محرم ثم أحرم أو لا فعليه العود (أى فيجب

عليه الرجوع) إلى وقت (٥٢)

یعنی، جو شخص اپنی میقات سے بلا احرام گزر گیا پھر احرام باندھا یا نہ باندھا (دونوں صورتوں میں) اس پر میقات کو لوٹنا واجب ہے۔

مولا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

من جاوز وقته أى ميقاته الذى وصل إليه (٥٣)

٥١۔ لباب المنسك (مع شرحه للقلی)، باب المواقف، فصل وقد يتغير الميقات بتغير الحل، ص ٩٤

٥٢۔ لباب المنسك، باب المواقف، فصل في محلوزة الميقات بتغير إحرام، ص ٩٤

٥٣۔ المسلك المنقسط في المنسك المتوسط، باب المواقف، فصل في محلوزة الميقات بتغير إحرام، ص ٩٤

یعنی، مصنف کا قول جو اپنی میقات سے (بلا احرام) گزرا کا معنی ہے اس میقات سے گزرا جس پر وہ پہنچا۔

جیسے یہ لوگ طائف سے آتے ہوئے ”سیل کبیر“ سے گزرے ہوں گے یا ”وادی محرم“ سے تو ان پر احرام باندھنے کے لئے میقات کو لوٹنا واجب تھا نہ لوٹنے کی صورت میں بلا احرام میقات سے گزرنے کا دم لازم ہوگا اور ضروری نہیں کہ احرام باندھنے کے لئے اسی میقات کو لوٹیں کہ جس سے بلا احرام گزر کر آئے دوسری میقات کو بھی جاسکتے ہیں، چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

فعلیه العود إلى ميقات منها وإن لم يكن ميقاته ليحرم منه و
إلا فعليه دم كما سيأتي بيانه في باب الجنائيات (۵۴)

یعنی، پس اس پر مواقیت میں سے کسی میقات کو پر لوٹنا لازم ہے اگر اس کی (وہ) میقات نہ ہو (کہ جس سے بلا احرام گزرا یا) تاکہ میقات سے وہ احرام باندھے ورنہ اس پر (بلا احرام میقات سے گزرنے کا) دم لازم ہوگا جس کا بیان عنقریب ”باب الجنائيات“ (۵۴) میں آئے گا۔

بلا احرام میقات سے گزرنے کی وجہ سے وہ گنہگار ہو گئے چاہے وہ بارہ میقات کو گئے یا نہ گئے اور دم دے دیا چنانچہ محمد و محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۷ھ لکھتے ہیں:

۵۴۔ رد المحتل علی الدر المختل، المحتل (۳)، کتب (۵) الحج، مطلب فی المواقیتہ ص ۵۴۱-۵۴۲

۵۵۔ باب الجنائيات میں ہے کہ

نهی مبطل کل سواء کل مبطله الذمی حلیۃ غیر محرم أو غیره، قریب نو ابعده، لأنها کلها فی حق المحرم سواء والأولی أن یحرم من وقته (رد المحتل علی الدر المختل، کتب الحج، باب الجنائيات، مطلب: لا یحب الضمان الخ، تحت قولہ الی مبطل ما ۶/۳۰۶)

یعنی، کوئی بھی مبطل ہو چاہے وہی میقات ہو کہ جس سے بلا احرام گزرا تھا یا اس کے علاوہ میقات ہوں سے قریب ہو یا بعید ہو کیونکہ محرم کے حق میں سب ممانہ ہیں، اور کوئی یہ ہے کہ اپنی میقات سے احرام باندھے (کہ جس سے بلا احرام گزرا تھا)

ایک طرح ”بحر الرائق“ کے کتب الحج، باب محلوزة المبطلات بغیر احرام میں ہے۔

اگر آفاقی عبور کند بمین مواقیت مذکورہ و ارادہ داشتہ باشد دخول مکہ یا دخول ارض حرم را واجب گردد بموے ادائے احداً للمسکین اعنی حج یا عمرہ و واجب شود بموے احرام بمائے آن پس اگر تجاوز کرد از انجا بغیر احرام آثم گردد بسبب آنکہ ترک کرد واجب را و ارتکاب کرد فعل حرام را، و واجب باشد بموے کہ عود کند بسوئی یکے از مواقیت مذکورہ تا احرام پہ بندد از انجا و لازم نیست کہ عود کند بسوئی خصوص میقاتے کہ تجاوز کردہ است آنرا، پس اگر عود نہ کرد بسوئی پنج یکے از مواقیت مذکورہ واجب گردد دم بموے ممانہ است کہ عبور او بقصد حج یا عمرہ باشد یا بقصد غیر آن چنانکہ بیع و شراعیہ حاجتی دیگر و این مذہب ماست الخ (۵۶)

یعنی، اگر کوئی آفاقی بغیر احرام کے میقات سے گزر جائے اور اس کا ارادہ مکہ معظمہ یا ارض حرم میں داخل ہونے کا ہو تو اس پر دو عبادتوں حج و عمرہ میں سے ایک عبادت واجب ہو گئی اور اس پر اس کا احرام باندھنا واجب ہو گیا، اب اگر یہاں سے آگے بڑھے گا تو گنہگار ہوگا اس سبب سے کہ اس نے واجب کو ترک اور فعل حرام کا ارتکاب کیا، اس پر واجب ہے کہ یہاں سے مواقیت مذکورہ میں سے کسی میقات کو جائے تاکہ احرام باندھ لے، اس کے لئے یہ ضروری نہیں کہ جس میقات سے گزرا یا خاص اسی میقات پر جائے، اگر وہ کسی میقات پر واپس نہیں گیا تو اس پر دم واجب ہوگا، بغیر احرام کے میقات سے گزرا حج و عمرہ کی نیت سے ہو یا کسی اور غرض سے جیسے تجارت یا کسی اور ضرورت کے لئے سب کا حکم یکساں ہے یہ ہم احناف کا مذہب ہے۔

لہذا بغیر احرام کے حرم آنے والوں پر لازم ہے کہ وہ کسی بھی میقات پر جائیں اور وہاں سے عمرہ کا احرام باندھ کر آئیں اور عمرہ کریں اور توبہ بھی کریں، اور اگر میقات پر احرام

باندھنے کے لئے نہیں جاتے تو ان پر دم لازم ہوگا اور عمرہ یا حج بھی لازم ہوگا اور دونوں صورتوں میں ہجی تو بہ بھی لازم ہے، حضرت علامہ مولانا محمد عرفان ضیائی حنفی مدظلہ نے جب آپ لوگوں سے کہا تھا کہ احرام باندھ کر آنا لازم ہے تو ان کی بات پر عمل کرنا چاہئے تھا کہ آپ مناسک حج و عمرہ کے اچھے عالم ہیں اس لائق ہیں کہ مسائل دینیہ میں ان کی بات پر اعتماد کیا جائے خصوصاً مسائل حج و عمرہ اور دوسرے کسی کی بات کو لینے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم السبت، ۲۱ ذی الحجة ۱۴۲۸ھ، ۳۰ دسمبر ۲۰۰۷ء (New 34-F)

حج یا عمرہ کا ارادہ رکھنے والا حرم کب کہلائے گا؟

استفتاء:- کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے احرام کی چادریں پہن لیں احرام کی نیت بھی کر لی مگر تلبیہ نہیں پڑھی کیا اس کا احرام ہو گیا یا نہیں؟

(السائل محمد رضوان)

بما سمعہ تعالیٰ و تقدس الجواب: یاد رہے کہ صرف دو چادروں کے پہن لینے کا نام احرام نہیں ہے اور پھر صرف نیت کر لینا حرم ہونے کو کافی نہیں اگرچہ نیت زبان سے کر لے بلکہ نیت کے ساتھ تلبیہ یا اس کے قائم مقام کوئی ایسا کام کرنا فرض ہے کہ جسے شریعت نے معتبر رکھا ہے، چنانچہ صاحب بدائع الصنائع کے استاد علامہ علاؤ الدین ابو منصور محمد بن احمد سمرقندی متوفی ۵۳۹ھ/۵۴۰ھ لکھتے ہیں:

فأما نوى عند الإحرام و لم يذكر التلبية، و لم يوجد منه تقليد

البدنة و السوق، لا يصير محرماً عندنا (۵۷)

یعنی، پس اگر احرام کے وقت نیت کی اور (کلمات) تلبیہ کو ذکر نہ کیا اور

اس سے قربانی کے جانور کو بار پہنا اور اسے بانگنا نہ پایا گیا تو وہ

ہمارے نزدیک حرم نہ ہوگا۔

ہاں اگر اس نے نیت کے بعد تلبیہ کی جگہ تلبیج یا تہلیل یا تحمید کی تو وہ احرام والا ہو جائے گا، چنانچہ علامہ علاؤ الدین ابو بکر بن مسعود کا سانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

و لو ذكر مكان التلبية التهليل أو التسبيح أو التحميد أو غير

ذلك مما يقصد به تعظيم الله تعالى مقروناً بالتبعية بصير محرماً

و هذا على أصل أبي حنيفة و محمد في باب الصلاة الخ (۵۸)

یعنی، تلبیہ کی جگہ نیت کے ساتھ تہلیل یا تلبیج یا تحمید یا اس کے علاوہ ایسی چیز

کہ جس سے مقصود اللہ تعالیٰ کی تعظیم ہے تو حرم ہو جائے گا اور یہ حکم امام

ابو حنیفہ اور امام محمد کے باب اعلوۃ میں (مذکور) قاعدے کی بنا پر ہے۔

اور علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

شرائط صحته الإسلام و التبية و الذكر (۵۹)

یعنی، صحت احرام کی شرائط اسلام ہے اور نیت ہے اور ذکر ہے۔

اس کے تحت مولانا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۲ھ لکھتے ہیں:

و الأولى أن يقول: و التبية و ما يقوم مقامه من الذكر (۶۰)

یعنی، بہتر یہ ہے کہ مصنف فرماتے تلبیہ اور وہ ذکر جو اس کے قائم مقام

ہے۔

اور اس کے تحت علامہ حسین بن محمد سعید عبد الغنی مکی حنفی لکھتے ہیں:

إتعا قال: الأولى دون الصواب لأن قول المصنف: و الذكر

شامل للتبعية و غيرها و وجه الأولوية أن الكلام يكون مشعراً

بإصالة التبية اه دألاً أخون جان (۶۱)

۵۸۔ بدائع الصنائع، المسند (۳)، کتاب الحج، فصل فی بیان ما یصیر بہ محرماً ص ۱۵۳

۵۹۔ لب المناسک، باب الإحرام

۶۰۔ المسند المتفسط فی المناسک المتوسط، باب الإحرام، ص ۱۰۰

۶۱۔ رشاد السوری، لبی مناسک المتلا علی القاری، باب الإحرام، ص ۱۰۰

یعنی، مطلقاً علی قاری نے صواب کی بجائے اولیٰ فرمایا کیونکہ مصنف کا قول ذکر تبلیہ وغیرہا کو شامل ہے اور اوکو بیت کی وجہ یہ ہے کہ کلام اصالتہ تبلیہ کی خبر دیتا ہے۔ اھ

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم الأحد، ۵ محرم الحرام ۱۴۲۹ھ، ۱۳ بنابر ۲۰۰۸ م (New 40-F)

زخم پر پٹی باندھنے والے حرم کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ میرے ہاتھ کے انگوٹھے پر زخم تھا اس لئے اس پر دوائی لگا کر پٹی باندھنا ضروری تھی اور میں نے کراچی سے احرام باندھا ہے، حالت احرام میں انگوٹھے پر پٹی باندھنے کی وجہ سے مجھ پر کوئی ذمہ تو لازم نہیں آئے گا؟

(السائل: محمد صابر، بلیک جی گروپ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: صورت مسئلہ میں کچھ لازم نہیں ہوگا چنانچہ علامہ محمد سلیمان اشرف ”مبسوط“ (۶۲) سے نقل کرتے ہیں:

إن عصب شيئاً من جسده من علة أو غير علة فلا شيء عليه و

لكن يكره له أن يغطي ذلك من غير علة (۶۲)

یعنی، بے ضرورت بدن کا کوئی حصہ پٹی سے باندھنا مکروہ ہے اگرچہ کچھ کفارہ لازم نہیں آتا اور ضرورت سے باندھنے کی اجازت ہے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

از انہاست کہ حرم خرقہ بند بر عضوے از اعضائی تمام جسد خود ما سوائے

۶۲۔ المبسوط للسرخسی، المحل (۲)، الجزء (۴)، کتاب المناسک، باب ما یلبسه المحرم من

اللباس، ص ۱۱۵

۶۳۔ الحج مصنفہ محمد سلیمان اشرف، مکروہات، ص ۴۸

سر و روعے مگر آنکھ بعد رہا شد چنانکہ آن عضو مجروح یا مکسور باشد آن گاہ ممکن خرقہ مباح باشد الخ (۶۴)

یعنی، مکروہات احرام میں سے ایک یہ ہے کہ سر اور چہرے کے علاوہ حرم اپنے جسم کے اعضاء میں سے کسی عضو پر پٹی باندھے مگر یہ کہ پٹی باندھنا کسی عذر کی وجہ سے ہو جیسا کہ وہ عضو زخمی ہو یا ٹوٹا ہو تو اس وقت پٹی باندھنا مباح ہوگا۔

مگر حالت احرام میں زخم کو ایسی دوا لگانا کہ جس میں ایسی خوشبو ہو جسے دوائی میں ڈال کر پکایا نہ گیا ہو اور زخم پورے عضو کو گھیرے ہوئے نہ ہو تو صدقہ لازم ہوگا بشرطیکہ خوشبودار دوا متعدد بار استعمال نہ کی ہو چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن عبد اللہ سندھی ”طبیب“ میں اور مطلقاً علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

ولو تدوی بالطیب ای المحض الخالص أو بدواء فيه طيب أي غالب و لم يكن مطبوخاً لما سبق فالتصق أي الدواء على جراحته تصدق أي إذا كان موضع الجراحة لم يستوعب عضواً أو أكثر (۶۵)

یعنی، اگر محض خالص خوشبو سے دوا کی (یعنی بطور دوا استعمال کیا) یا ایسی دوا استعمال کی کہ جس میں خوشبو غالب ہے اور دوا میں مٹا کر پکائی نہیں گئی، اور وہ دوا زخم پر مکمل دی تو صدقہ دے یعنی جب زخم کی جگہ پورے یا اکثر عضو کو نہ گھیرے۔

اس کے تحت علامہ حسین بن محمد سعید عبدالغنی کی حنفی لکھتے ہیں:

أما إذا استوعب عضواً فيجب الدم (۶۶)

۶۴۔ حجة القلوب فی زیلة المحبوب، باب أول در بیان احرام، فصل هفتم در بیان مکروہات تزییہ

احرام، ص ۹۵

۶۵۔ المسلك المنقسط فی المنسک المنقسط، ص ۳۵۳-۳۵۴

۶۶۔ رشاد السری بلی منسک المنزاع علی القاری، باب الحنایات، فصل فی المنزاع بالطیب، ص ۳۵۴

یعنی، مگر جب پورے عضو کو گھیر لے تو دم واجب ہے۔

اور اگر پورے یا اکثر عضو سے کم زخم پر خوشبو دار دوا لگائی مگر چند بار لگائی تو بھی دم لازم ہوگا، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی اور مولانا علی قاری لکھتے ہیں:

إِلَّا أَنْ يَفْعَلَ ذَلِكَ مَراراً فَيُزِمُهُ دَمٌ، لِأَنَّ كَثْرَةَ الْفَعْلِ قَامَتْ مَقَامَ كَثْرَةِ الطَّيِّبِ (۶۷)

یعنی، مگر یہ کہ وہ اُسے بار بار کرے تو اُسے دم لازم ہوگا کیونکہ کثرت فعل کثرت خوشبو کے قائم مقام ہے۔

اور دوا اگر بے خوشبو ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں اس طرح اگر دوائی میں مٹھا کر پکائی گئی ہے تو بھی کوئی حرج نہیں۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالْاَصْوَابِ

یوم الخميس، ۲۶ ذی القعدة ۱۴۲۸ھ، ۶ دسمبر ۲۰۰۷ م (New 03-F)

حالت احرام میں نماز کے لئے ٹوپی پہننے والے کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین کہ ایک محرم کہ جس نے ابھی عمرہ ادا نہیں کیا، اُسے ٹوپی پہنے ہوئے دیکھا پوچھنے پر کہنے لگا کہ میں نماز کے لئے ٹوپی پہنتا ہوں جب کہ حالت احرام میں سر ڈھکنا ممنوع ہے اور اس نے دو یا تین نمازوں میں سر ڈھک لیا ہے تو اس صورت میں اس پر کیا لازم ہوگا؟

(السائل: حافظ جنید ولد محمد یوسف، البیک حج گروپ، مکہ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: محرم کو سر ڈھکنا ممنوع ہے چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی متوفی ۱۱۷۷ھ لکھتے ہیں:

جائز نیست محرم را اگر مرد باشد پوشیدن تمام سر یا بعض آن بر ابراست

کہ پوشیدن آن را تمامہ یا بقلنسو یا بہ بندنس (۶۸)

یعنی، محرم اگر مرد ہو تو اُسے اپنا (پورا) سر یا کچھ سر چھپانا جائز نہیں، چاہے اُسے عمامہ سے چھپائے یا ٹوپی سے۔

اور سر چارہر چھپایا تو دم، اس سے کم چھپایا تو صدقہ لازم ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن عبد اللہ سندھی حنفی اور مولانا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

وَلَوْ غَطَىٰ جَمِيعَ رَأْسِهِ أَوْ وَجْهَهُ أَوْ جَمِيعَ وَجْهِهِ بِمَخِيطٍ أَوْ غَيْرِهِ يَوْمًا وَلَيْلَةً وَكَذَا مَقْدَارَ أَحَدِهِمَا فَقَلْبُهُ دَمٌ أَوْ كَامِلٌ بِإِخْلَافٍ

یعنی، اگر پورا سر یا پورا چہرہ سیلے ہوئے (کپڑے) یا اس کے غیر سے ایک دن اور رات اور اسی طرح دن و رات میں سے کسی ایک کی مقدار چھپایا تو اس پر بلا خلاف کامل دم ہے۔

وَالرُّبُعُ مِنْهُمَا كَالْكُلِّ قِيَاسًا عَلَىٰ مَسْحِهِمَا

یعنی، سر اور چہرے کا چوتھائی کُل کی مثل ہے ان کو مسح پر قیاس کرتے ہوئے۔

اور اگر چارہر سے کم عرصہ کُل یا بعض سر کو چھپایا تو صدقہ لازم ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی اور مولانا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

وَقِيَ الْأَقْلَىٰ مِنْ يَوْمٍ وَكَذَا مِنْ لَيْلَةٍ صِلَقَةً (۶۹)

یعنی، ایک دن اسی طرح ایک رات کی مقدار سے کم میں صدقہ ہے۔

اور مذکور شخص نے جب نماز ظہر کے لئے ٹوپی پہنی نماز کے بعد اتار دی لیکن اتارنے کے وقت اس ممنوع سے باز آنے کی نیت نہ تھی کہ اس نے نماز عصر کے لئے پھر ٹوپی پہنی لی اس طرح مغرب میں بھی تو یہ مسلسل پہننا شمار ہوگا چنانچہ علامہ محمد سلمان اشرف لکھتے ہیں:

۶۸۔ حبة القلوب فی زیارة المحبوب، باب تَوَلَّىٰ فِي احْرَامِ فَصْلُ تَشْمِيرِ يَدَيْنِ مُحْرِمٍ بِاحْرَامِ ص ۸۷

۶۹۔ المسلك المنقسط فی المنسك المتوسط، باب الحنايات، فصل فی تعظية الرأس والوجه ص ۳۴۱

دن کو پہننا رات کو اُٹا دیا یا رات کو پہننا دن کو اُٹا دیا لیکن اُٹا رتے وقت باز آنے کی نیت سے نہیں اُٹا را دو بارہ پھر پہننے کی نیت ہے تو جتنے دن پہنے گا ایک ہی بار کا پہننا شریعت اُسے قرار دے گی اور اس لئے ایک ہی کفارہ اس پر واجب ہوگا۔ (۷۰)

اور سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

فَإِنْ نَزَعَهُ عَنِ قَصْدِ أَنْ يَلْبَسَهُ ثَانِيًا، أَوْ يَلْبَسَ بِلَا نِيَّةٍ لَا يَلْزَمُهُ كَفَّارَةٌ أُخْرَى لِتَدَاخُلِ كُتْبِهِ وَ جَعْلِهِمَا لُبْسًا وَاحِدًا حَكْمًا (۷۱) یعنی، پس اگر اُسے اس ارادے سے اُٹا را کہ دوبارہ پہننے کا تو اس پر دوسرا کفارہ لازم نہ ہوگا کیونکہ دونوں بار پہننے کے ایک دوسرے میں داخل ہونے کی وجہ سے (شرع نے) دونوں کو حکماً ایک بار پہننا قرار دیا۔

لہذا نماز ظہر سے لے کر نماز مغرب تک مسلسل سر ڈھکنا قرار دینے کی صورت میں صرف صدقہ لازم آئے گا کیونکہ چار پہر کھل نہیں ہوئے اور مخطو یا حرام کا ارتکاب شگاہ ہے بشرطیکہ عمداً یا عذر ہو جیسا کہ مذکورہ صورت میں اور شگاہ کی وجہ سے اُسے توبہ کرنی ہوگی۔

واللہ اعلم بالصواب

یوم الأربعاء ۲۵ ذی القعدة ۱۴۲۸ھ، ۵ دسمبر ۲۰۰۷ م (New 02-F)

حالاتِ احرام میں خوشبودار صابن استعمال کرنے کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے حالاتِ احرام میں خوشبودار صابن سے ہاتھ دھو لئے اب اس پر کچھ لازم ہو گا یا نہیں جب کہ حج کی ایک کتاب میں خوشبودار صابن کے استعمال کا جواز مذکور ہے؟

(السائل: حافظ محمد رضوان، کاروانِ اہلسنت، مکہ مکرمہ)

۷۰۔ الحج مہکتہ محمد سلمان اشرف، احرام میں لباس ممنوع، جزئیات، ص ۳۵

۷۱۔ رد المحتل علی آخر المحتل، المحتل (۳)، کتب (۵) الحج، باب (۳) الحنایات، تحت قولہ:

ما لم یعزم البغ، ص ۶۵۸

بِاسْمِهِ تَعَالَى وَ تَقْلَسُ الْجَوَاب: صورت مسئلہ میں صابن میں خوشبو اگر تھوڑی تھی تو صدقہ لازم ہوگا اور اگر زیادہ تھی تو دم چنانچہ علامہ مفتی عبدالواحد قادری (صاحب فتاویٰ یورپ) لکھتے ہیں:

کھانا کھانے کے بعد صابن سے ہاتھ نہ دھوئے تو بہتر ہے کہ اگر صابن میں ذرا بھی خوشبو ہوگی تو صدقہ واجب ہوگا اور زیادہ خوشبو ہوگی تو دم واجب ہوگا۔ (۷۲)

اور کتاب مذکور کے دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

حلق یا تقصیر کے وقت خوشبودار صابن سر پر لگانا جائز نہیں۔ (ص ۸۸)

علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی حنفی ”لباب“ میں اور مؤلف علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

فَلَوْ أَصَابَ جَسَدَهُ أَى كَلِّهِ أَوْ عَضْوًا كَامِلًا أَوْ أَكْثَرَ أَوْ أَقَلَّ طَيِّبٌ كَثِيرٌ فَعَلَيْهِ الدَّمُ، وَإِنْ غَسَلَ مِنْ سَاعَتِهِ أَى مِنْ قَوْرِهِ سِوَاءَ بَاشَرٍ بِنَفْسِهِ الْغُسْلُ أَوْ لَا (۷۲)

یعنی، اگر محرم کے پورے جسم پر یا ایک عضو کامل پر، یا اس کے اکثر یا اقل پر کثیر خوشبو لگی تو اس پر دم لازم ہے اگرچہ اس نے فوراً اُسے دھو دیا چاہے خود دھو یا یا نہ (بہر صورت دم لازم ہوگا)۔

اور ہاتھ کامل عضو ہے، چنانچہ مؤلف علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

وَقِي "الْحَحْنَدِي": إِذَا خَضَبَتِ الْمَرْأَةُ كَفَّهَا بِالْحَنَاءِ وَ هِيَ مُحْرَمَةٌ وَ جَبَ عَلَيْهَا دَمٌ، هَذَا يَدُلُّ أَنَّ الْكَفَّ عَضْوٌ كَامِلٌ، لِأَنَّهُ وَ جَبَ قِي تَطْيِيبِهِ الدَّمُ كَذَا قِي "شرح القدير" (۷۴)

۷۲۔ حج کے مسائل مع نیا رتہ حسین، سلمے ہوئے پیکڑوں کے مسائل، ص ۳۹

۷۳۔ المسلك المنقسط في المنسك المنوط، باب الحنایات، فصل: لا يُشترط بقاء الطيب ص ۳۵۴

۷۴۔ المسلك المنقسط في المنسك المنوط، باب الحنایات، فصل في الحناء ص ۳۵۸

یعنی، ”لحندى“ میں ہے کہ عورت نے احرام میں ہتھیلی کو بندی لگائی تو اس پر دم واجب ہے، یہ اس کی دلیل ہے کہ ہتھیلی کامل عضو ہے کیونکہ اسے خوشبو لگانے پر دم واجب ہے، اسی طرح (۷۵) ”شـرحـ انقذوری“ میں ہے۔

اور علامہ رحمۃ اللہ بن قاضی عبداللہ بن قاضی ابراہیم سندھی لکھتے ہیں:

و العضو كالرأس و الذخية و الشارب و اليد الخ (۷۶)
یعنی، عضو جیسے سر، داڑھی، مونچھیں اور ہاتھ الخ۔

فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ خوشبو اگر کثیر ہو تو اعتبار خوشبو کا ہوتا ہے نہ کہ عضو کا چنانچہ علامہ رحمۃ اللہ سندھی لکھتے ہیں:

و إن كان كثيراً فالعبرة بالطيب

یعنی، اگر خوشبو کثیر ہو تو اعتبار خوشبو کا ہے۔

اس کے تحت مولانا علی قاری لکھتے ہیں:

لا بالعضو، هذا هو الصحيح كما قاله شيخ الإسلام وغيره

توفيقاً بين الأقوال (۷۷)

یعنی، (خوشبو کثیر ہو تو) عضو کا اعتبار نہیں اور یہی صحیح ہے جیسا کہ شیخ الاسلام وغیرہ نے اقوال (فقہاء) کے مابین موافقت کرتے ہوئے فرمایا۔

والله تعالى أعلم بالصواب

يوم الجمعة، ۲۷ ذى القعدة ۱۴۲۸ھ، ۷ دسمبر ۲۰۰۷ م (New 04-F)

۷۵۔ الحرمة النيرة، المجلد (۱)، كتاب الحج، باب الحنيل، تحت قوله: إن تطيب قل الخ، ص ۲۱۷

۷۶۔ لبس المنسك (مع شرحه للقرى)، باب الحنيل، فصل في لبس الحنيل، نوع الثاني في التطيب، ص ۳۴۶

۷۷۔ المسلك المنقسط في المنسك المتوسط، باب الحنيل، فصل في لبس الحنيل، النوع الثاني

في التطيب ص ۳۴۶

آفاق سے حج کا احرام باندھنے والے متمتع کے لئے طواف

قدوم کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر ایک حاجی عمرہ کرنے کے بعد مدینہ شریف چلا جائے اور پانچ ذوالحجہ کو وہاں سے مکہ کو حج کا احرام باندھ کر لوٹے تو اس کا حج حج افراد ہوگا یا حج تمتع جب کہ اس کا گھر پاکستان میں ہے، نیز حج تمتع ہونے کی صورت میں اس پر طواف قدوم لازم ہوگا یا نہیں؟

(السائل: حافظ محمد عامر، فتاویٰ حج گروپ، مکہ مکرمہ)

بسم الله تعالیٰ و تقدس النجوات: صورت مسئلہ میں مذکور حاجی کا حج تمتع واقع ہوگا کیونکہ اپنے شہر سے آنے کے بعد عمرہ ادا کر کے مدینہ شریف گیا اپنے گھر کو نہ لوٹا لہذا امام حج نہ پایا گیا اور یہ تمتع کی شرائط میں سے ایک شرط ہے، چنانچہ صدر الشریعہ محمد امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ تمتع کے شرائط میں لکھتے ہیں:

(۶) المام حج نہ کیا ہو، المام حج کے معنی یہ ہیں کہ عمرہ کے بعد، احرام

کھول کر اپنے وطن کو واپس جائے اور وطن سے مراد وہ جگہ ہے جہاں وہ

رہتا ہے، پیدائش کا مقام اگرچہ دوسری جگہ ہو لہذا اگر عمرہ کرنے کے بعد

وطن گیا پھر واپس آ کر حج کیا تو تمتع نہ ہوا الخ (۷۸)

اور مولانا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

و تصریحهم بأن من شرائط التمتع مطلقاً أن لا يلتم بأهله

بينهما إماماً صحيحاً (۷۹)

یعنی، فقہاء کرام کی تصریح ہے کہ مطلقاً تمتع کی شرائط سے ہے کہ وہ اس

۷۸۔ بہار شریعت جلد ششم، تمتع کا بیان، تمتع کے شرائط، ص ۴۹۷

۷۹۔ المسلك المنقسط في المنسك المتوسط، باب التمتع، فصل في تمتع المعكى، ص ۳۱۴

نے عمرہ اور حج کے مابین اپنے اہل سے المام صحیح نہ کیا ہو۔

لہذا مذکور شخص جب مدینہ شریف میں صرف حج کا احرام باندھ کر آئے گا اور یہاں آکر حج کرے گا تو متمتع ہی رہے گا کیونکہ وہ عمرہ تو حج کے مہینوں میں اس نے ادا کر چکا اور مدینہ طیبہ جانے پر المام صحیح نہ پائے جانے کی وجہ سے اس کا متمتع باطل نہ ہوا۔

اور فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ متمتع پر طوافِ قدوم نہیں ہے چنانچہ علامہ رحمۃ اللہ بن عبد اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و ليس عليه (أى على المتمتع) طواف القدوم

یعنی، متمتع پر طوافِ قدوم نہیں ہے۔

اس کے تحت مؤلف علی قاری لکھتے ہیں:

أى بالإتفاق كما صرح به الكرمانى وغيره

یعنی، جیسا کہ (علامہ ابو منصور) کرمانی (حنفی) (۸۰) وغیرہ نے اس کی

تصریح کی ہے کہ بالاتفاق متمتع پر طوافِ قدوم نہیں ہے۔

اور متمتع پر طوافِ قدوم نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ عمرہ کرنے کے بعد جب مکہ میں ٹھہرا

تو اہل مکہ میں سے ہو گیا اور اہل مکہ جب حج کریں تو ان پر طوافِ قدوم نہیں چنانچہ مؤلف علی قاری لکھتے ہیں:

و المراد قبل الإحرام بالحج أو مطلقاً لأنه صار من أهل مكة

حينئذٍ، و ليس عليهم طواف القدوم في حجتهم إلا أنهم إذا

زادوا أن يتقدموا السعى، فلا بد أن يطوفوا ولو نفلاً ليصح

سعيهم بعده (۸۱)

یعنی، مراد یہ ہے کہ حج کا احرام باندھنے سے قبل یا مطلقاً (اس پر طواف

۸۰۔ ذكره المسالك في المناسك، باب التمتع، فصل في صفة التمتع المسنون، ۱/ ۶۵۹، و هكنا في

"بناية المحتج" (۱/ ۵۲۲م)

۸۱۔ المسالك المنقسط في المناسك المتوسط، باب التمتع، فصل التمتع على نوعين، ص ۳۱۸

قدوم نہیں) کیونکہ وہ اس وقت اہل مکہ میں سے ہو گیا اور ان پر ان کے حج میں طوافِ قدوم نہیں مگر یہ کہ وہ حج کی سعی کرنے کا ارادہ کریں تو ضروری ہے کہ وہ طواف کریں اگرچہ نفلی طواف کریں تاکہ اس کے بعد ان کی سعی درست ہو جائے۔

اور فقہاء کرام کا یہ کہنا کہ مکی پر طوافِ قدوم نہیں اس کا یہ مطلب نہیں کہ متمتع مکی کے ساتھ لاحق ہے کیونکہ متمتع من وجہ حکماً آفاقی ہے چنانچہ مؤلف علی قاری لکھتے ہیں:

و أما قولهم المكي ليس عليه طواف القدوم، فليس المعنى أن

التمتع ملحق به حيث أن يحرم من حيث أحرم المكي به إذا

التمتع في حكم الآفاقي من وجہ (۸۲)

یعنی، فقہاء کرام کا قول کہ مکی پر طوافِ قدوم نہیں تو اس کا یہ معنی نہیں کہ

متمتع مکی کے ساتھ ملحق ہے کہ وہ وہیں سے احرام باندھے جہاں سے مکی

نے باندھا کیونکہ متمتع من وجہ آفاقی کے حکم میں ہے۔

اور متمتع ہر نسک (یعنی حج و عمرہ) میں مسافر کے حکم میں ہوتا ہے اسی وجہ سے جب وہ

قارن کی طرح آفاقی سے حج کا احرام باندھ کر آئے گا اس پر طوافِ قدوم لازم ہوگا، چنانچہ مؤلف علی قاری لکھتے ہیں:

ولهذا قالوا في تعريفه إنه الحامع بين نسكين بسفر واحد، و

إذا كان في حكم المسافر في كل نسك يلزمه طواف القدوم

في حجه كالقارن (۸۳)

یعنی، اسی وجہ سے متمتع کی تعریف میں کہا کہ وہ دو نسک کو ایک سفر میں جمع

کرنے والا ہے جب وہ ہر نسک میں مسافر کے حکم میں ہے تو اسے اپنے

حج میں طوافِ قدوم لازم ہوگا۔

۸۲۔ المسالك المنقسط في المناسك المتوسط، باب التمتع، فصل في التمتع على نوعين، ص ۲۱۹

۸۳۔ المسالك المنقسط، ص ۳۱۹

اور جس کے حج کا احرام آفاق سے ہو اس کے لئے طوافِ قدوم مسنون ہوتا ہے، جیسا کہ آفاق حج افراد یا قرآن کرے اور جب تک حج افراد کا مکہ سے احرام باندھتا ہے تو اس پر طوافِ قدوم نہیں ہوتا اور پھر مندرجہ بالا عبارات میں اس مُتَمَتِّع کے لئے طوافِ قدوم کو ثابت کیا گیا جو مکہ سے احرام باندھے اور اس میں اس کے من وجہ مسافر کے حکم میں ہونے کا اعتبار کیا گیا ہے تو وہ مُتَمَتِّع جو عمرہ کے بعد آفاق چلا جائے اور بغیر المام صحیح کے صرف حج کا احرام باندھ کر آئے تو اس کے حق میں طوافِ قدوم بطریقِ اولیٰ ثابت ہوگا۔ لہذا نتیجہ یہ نکلا یہ صورت مسئلہ میں مُتَمَتِّع طوافِ قدوم بھی کرے گا۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالْاَصَوَابِ

یوم السبت ۲۸ ذی القعدة ۱۴۲۸ھ، ۸ دسمبر ۲۰۰۷ م (New 05-F)

دورانِ طوافِ وسعی قصیدہ بُردہ یا حمد و نعت پڑھنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہم لوگ کبھی طواف میں قصیدہ بُردہ شریف اور کسی اور زبان میں نعتِ رسول ﷺ پڑھتے ہیں اور کچھ لوگ نعت شریف یا قصیدہ بُردہ شریف پڑھنے کو درست نہیں سمجھتے۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ کیا شرع میں دورانِ طواف اشعار پڑھنے کی رخصت مذکور ہے اور اگر مذکور ہے تو برائے مہربانی بیان فرمادیں۔

(السائل: حافظ محمد جنید بن محمد یوسف، لیبیک حج گروپ، مکہ مکرمہ)

بِسْمِ اللَّهِ تَعَالَى وَتَقْدِيسِ الْجَوَابِ: دورانِ طوافِ وسعی اشعارِ محمودہ پڑھنا شرعاً مباح ہے چنانچہ علامہ رحمۃ اللہ بن عبد اللہ سندھی حنفی اور مولانا علی قاری مباحاتِ طواف کے بیان میں لکھتے ہیں:

وإنشاء شعر محمود و كذا إنشاءه (۸۴)

یعنی، مباحاتِ طواف میں سے ہے اچھے شعر پڑھنا اور اسی طرح اچھے

۸۴۔ المسلك المنفست في المسلك المتوسط بلب أنواع الأضرفه فصل في مباحاته، ص ۱۸۲

شعر کہنا۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ مباحاتِ طواف میں لکھتے ہیں:

ہم خواندن شعرے کہ مشتمل باشد بر حمد و ثناء امثال آن (۸۵)

یعنی، طواف کا نواں مباح ایسا شعر پڑھنا ہے جو حمد و ثناء اور اس کی مثل پر مشتمل ہو۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

یہ باتیں طواف وسعی میں مباح ہیں..... حمد و نعت و منقبت کے اشعار

آہستہ پڑھنا۔ (۸۶)

اور اچھے اشعار سے مراد وہ اشعار ہیں کہ جن کا پڑھنا شرعاً مباح قرار دیا گیا ہے جیسے حمد

و نعت و منقبت اور پسند و نصائح و غیر ہا پر مشتمل اشعار۔ اور مذموم اشعار تو ویسے بھی پڑھنا حرام ہے اور حالتِ طواف میں اشہد حرام، چنانچہ علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

و المراد بالمحمود ما يباح في الشرع و إلا فما يكون من قبيل

الأشعار المستفاد منها العلوم، فهو داخل في المستحبات، و

الشعر المذموم حرام أو مكروه مطلقاً و في الطواف أقبح (۸۷)

یعنی، محمود سے مراد وہ ہے جو شرع میں مباح ہے مگر وہ اشعار اس قبیل

سے ہیں کہ جن سے علوم مستفاد ہوتے ہیں تو وہ مستحبات میں داخل ہیں

اور شعر مذموم حرام ہے یا مطلقاً مکروہ ہے اور طواف میں زیادہ قبیح ہے۔

اور علامہ رحمۃ اللہ بن عبد اللہ سندھی حنفی دوسری فصل میں لکھتے ہیں:

و إنشاء شعر يعزى عن حمد و ثناء (۸۸)

۸۵۔ حيلة القلوب في زيارة المحبوب، بلب سيوم دريان طواف، فصل هفتم در بيان مباحاتِ طواف،

ص ۱۵۴

۸۶۔ بہارِ شریعت، حصہ ششم طواف وسعی مفادِ مردہ کا بیان، ص ۲۷۵

۸۷۔ المسلك المنفست في المسلك المتوسط بلب أنواع الأضرفه، فصل في مباحاته، ص ۱۸۲

۸۸۔ ألب المسلك (مع شرحه للقلبي)، بلب أنواع الأضرفه، فصل في مكروهاته، ص ۱۸۲

یعنی، وہ شعر پڑھنا مکروہ ہے جو حمد و ثناء سے خالی ہو۔
اس کے تحت مولانا علی قاری لکھتے ہیں:

و فی معنایہما ما یخلو من إفادة علم، و موعظة، و ترغیب و ترہیب (۸۹)

یعنی، اور حمد و ثناء کے معنی میں وہ اشعار جو افادہ علم، نصیحت اور ترغیب و ترہیب سے خالی ہوں (اُن کا پڑھنا مکروہ ہے)۔
اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

سیوم خواندن شعرے کہ مشتمل نباشد بر حمد و ثناء و افادہ علم و موعظة و ترغیب و ترہیب (۹۰)

یعنی، طواف کا تیسرا مکروہ ایسا شعر پڑھنا ہے جو حمد و ثناء اور افادہ علم و نصیحت اور ترغیب و ترہیب (نیکی کی رغبت دلانے اور بدی کے ارتکاب سے ڈرانے) پر مشتمل نہ ہو۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی لکھتے ہیں:

حمد و نعت و منقبت کے سوا کوئی شعر پڑھنا (طواف میں مکروہ ہے)۔ (۹۱)

اور یہاں کراہت سے مراد کراہت تحریمی ہے یعنی وہ اشعار جو مذکورہ بالا امور سے خالی ہوں طواف میں اُن کا پڑھنا مکروہ تحریمی ہوگا کہ مندرجہ بالا طور میں ذکر کردہ مولانا علی قاری کی عبارت میں ہے:

حرام أو مکروہ

یعنی، حرام یا مکروہ۔

تو حرام سے مراد احرام ظنی اور مکروہ سے مراد مکروہ تحریمی ہے، اور پھر مطلقاً کراہت

۸۹۔ المسلك المنقسط في المنسك المتوسط ص ۱۸۲

۹۰۔ حجة القلوب في زيارة المحبوب، باب سبوح، فصل ششم، ص ۱۵۲

۹۱۔ بہار شریعت، حصہ ششم، ایام اقامت کے اعمال

کے قول کو کراہت تنزیہی پر محمول کیا گیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں:

قيل مطلقاً فيحمل على الكراهة التنزيهية لأن الاشتغال بالأذكار والأدعية أفضل (۹۲)

یعنی، کہا گیا کہ طواف کے دوران مطلقاً شعر پڑھنا مکروہ ہے تو (اس قول کو) کراہت تنزیہیہ پر محمول کیا جائے گا کیونکہ ذکر اور دُعا میں مشغول ہونا افضل ہے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی لکھتے ہیں:

و در روایتی آمدہ کہ خواند شعر مطلقاً مکروہ است پس حمل کردہ شود روایت را بر ترک افضل چہ اشتغال با اذکار و ادعیه افضل است (۹۳)

یعنی، اور ایک روایت میں آیا ہے کہ شعر پڑھنا مطلقاً مکروہ ہے پس اس روایت کو ترک افضل پر محمول کیا جائے گا کیونکہ دوران طواف اذکار اور دُعاؤں میں مشغول ہونا افضل ہے۔

لہذا وہ اشعار جو حمد و ثناء، نعت و منقبت، مناجات، افادہ علمی، پند و نصائح یا ترغیب و ترہیب پر مشتمل ہوں اُن کا پڑھنا ممنوع نہیں ہے۔ جب کہ باواز بلند نہ پڑھے ورنہ اس میں تفصیل ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم السبت ۲۸ ذی القعدة ۱۴۲۸ھ، ۸ دسمبر ۲۰۰۷ م (New 07-F)

دوران طواف بلند آواز سے دُعا میں مانگنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہم نے

۹۲۔ المسلك المنقسط في المنسك المتوسط، باب أنواع الأصوفة، فصل في مكروهاته، ص ۱۸۲-۱۸۳

۹۳۔ حجة القلوب في زيارة المحبوب، باب سبوح درین طواف و انواع آن، فصل ششم، ص ۱۵۲

گلاب فقہ میں پڑھا ہے کہ دورانِ طواف بلند آواز سے ذکر کرنا اور دعائیں مانگنا مکروہ ہے تو پوچھنا یہ ہے کہ کتنی آواز سے پڑھا جائے تو اس پر کراہت کا اطلاق ہوگا اور پھر کراہت کی دو قسمیں ہیں یہاں کراہت کوئی مراد ہے تحریمی یا تنزیہی؟

(السائل: حافظ محمد فاروق، از کاروانِ اہلسنت، مکہ مکرمہ)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ وَتَقْدِيسِ الْجَوَابِ: فقہاء کرام نے با آواز بلند ذکر و دعا کرنے کو مکروہاتِ طواف میں شمار کیا ہے چنانچہ علامہ رحمۃ اللہ بن عبد اللہ سندھی حنفی مکروہاتِ طواف کے بیان میں لکھتے ہیں:

و رفع الصوت و لو بالقرآن و الذكر و الدعاء (۹۵)

یعنی، طواف میں آواز بلند کرنا مکروہ ہے اگرچہ تلاوتِ قرآن اور ذکر و دعا کے ساتھ آواز بلند کرے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

چہارم رفع صوت در حال طواف اگرچہ بقرآن یا ذکر یا دعا باشد (۹۶)
یعنی، چوتھا مکروہ یہ ہے کہ حالتِ طواف میں آواز کو بلند کرے اگرچہ آواز بلند کرنا تلاوتِ قرآن یا ذکر یا دعا کے ساتھ ہو۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

(مکروہاتِ طواف میں سے ہے) ذکر یا دعا یا تلاوت یا کوئی کلام بلند آواز سے کرنا۔ (۹۷)

اور دورانِ طواف بلند آواز سے ذکر و دعا کے مکروہ ہونے سے مراد کراہت تحریمی ہے یا تنزیہی اس میں تفصیل ہے وہ یہ کہ جس طرح فقہاء کرام نے جہر کو مکروہاتِ طواف میں ذکر کیا ہے اسی طرح إخفاء کو مستحباتِ طواف میں بھی ذکر کیا ہے جیسا کہ علامہ رحمۃ اللہ سندھی نے اپنی

۹۵۔ لب لباب المناسک، باب أنواع الأصوفة، فصل فی مکروہاتہ

۹۶۔ حیا القلوب فی زیارة المحبوب، باب سیرہ، فصل ششم در بیان مکروہاتِ طواف، ص ۱۵۲

۹۷۔ بہار شریعت، حصہ ششم، ایام اقامت کے اعمال، ص ۷۵

کتاب ”لباب“ میں مستحباتِ طواف کے بیان میں لکھا ہے:

الإسرار بالذكر و الأدعية (۹۸)

یعنی، دورانِ طواف ذکر اور دعائوں میں إخفاء مستحب ہے۔

تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ کراہت سے مراد کراہت تنزیہی ہے کہ کراہت استحباب کے مقابلے میں مذکور ہے، اگر کوئی یہ کہے کہ فقہاء کرام نے طواف میں ذکر و دعا کے إخفاء کو مسنون بھی لکھا ہے تو کراہت سفت کے مقابلے میں مذکور ہونے کی وجہ سے تنزیہی کیسے رہے گی۔ اس کا جواب یہ ہوگا کہ اس سے انکار نہیں ہے کہ فقہاء کرام نے إخفاء کو مسنون بھی لکھا ہے جیسا کہ علامہ ابو بکر علی حدادی حنفی متوفی ۸۰۰ھ لکھتے ہیں:

و السنة أن يخفي صوته بالدعا (۹۹)

یعنی، سنت یہ ہے کہ دعا آہستہ آواز سے ہو۔

اور کراہت اگر سفت کے مقابلے میں مذکور ہو تو بھی تنزیہی ہی ہوتی ہے جیسا کہ اہل علم پر مخفی نہیں ہیں لیکن إخفاء آواز کو واجب بھی کہا گیا ہے جیسا کہ مؤلف علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ صاحب لباب کی عبارت کہ ”دورانِ طواف ذکر و دعا میں إخفاء مستحب ہے“ کے تحت لکھتے ہیں:

وقیه بحث لأنه يحب الإخفاء إذا كان الجهر مشوشاً
للطائفين و المصلين، فقد صرح ابن الضياء أن رفع الصوت في
المسجد حرام و لو بالذكر (۱۰۰)

یعنی، اس میں بحث ہے کیونکہ طواف میں إخفاء واجب ہے جب کہ جہر ایسا ہو کہ طواف کرنے والوں اور نماز پڑھنے والوں کو پریشانی میں ڈال دے، پس ابن الضیاء حنفی (قاضی و مفتی مکہ متوفی ۸۵۴ھ) نے تصریح فرمائی (۱۰۱) ہے کہ مسجد میں آواز بلند کرنا حرام ہے اگرچہ ذکر کے

۹۸۔ لب لباب المناسک (مع شرحہ للقلی)، باب أنواع الأصوفة، فصل فی مستحباتہ

۹۹۔ الحوہرة النيرة، المسند (۱)، کتاب الحج، ص.....

۱۰۰۔ المسند المنقسط، ص ۱۷۹-۱۸۰

۱۰۱۔ البحر العمیق، المسند (۲)، الباب العشر فی دخول مكة و فی الطواف و السعی، فصل فی بیان

انواع الأصوفة، ص ۲۱۸

ساتھ ہو۔

اور یہاں کراہت واجب کے مقابلے میں ہے لہذا تحریمی ہوگی کما لا یخفى۔ اس لئے ثابت ہو گیا کہ دوران طواف بلند آواز سے ذکر و دعا مکروہ تحریمی بھی ہے اور تنزیہی بھی۔ اب یہ بات کہ کب تحریمی ہے اور کب تنزیہی یا کس صورت میں تحریمی ہے اور کس میں تنزیہی یا آواز کتنی بلند ہو تو کراہت تحریمی ہوگی اور کتنی ہو تو تنزیہی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس بارے میں فقہاء کرام کے اقوال و عبارات پر غور کرنے سے جو نتیجہ سامنے آیا وہ یہ ہے کہ اگر آواز اتنی بلند ہے کہ اس کا ضرر کسی دوسرے کو نہ پہنچتا ہو بلکہ پڑھنے والے کی اپنی ذات کو ضرر پہنچنے کا اندیشہ ہو تو کراہت تنزیہی ہے جیسے ریا و سمعہ کا اندیشہ اسی لئے صدر الشریعہ محمد امجد علی لکھتے ہیں:

دعا اور درود آہستہ پڑھو کہ اپنے کان تک آواز آئے، ملخصاً (۱۰۲)

اور اگر آواز اتنی بلند ہے کہ دوسروں کو ایذا کا سبب بنے، طواف کرنے والوں اور نماز پڑھنے والوں کو پریشانی میں مبتلا کر دے تو کراہت تحریمی ہوگی جیسا کہ مؤلف علی قاری کی مندرجہ بالا سطور میں مذکور عبارت سے ظاہر ہے اور مکروہات طواف میں مذکور علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی کی عبارت ”ورفع الصوت الخ“ کے تحت مؤلف علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

أی بحیث یشتوش علی الطائفین و المصلّین (۱۰۳)

یعنی، (طواف میں آواز بلند کرنا اگرچہ تلاوت قرآن، ذکر و دعا کے ساتھ آواز بلند کرے مکروہ ہے) اس حیثیت سے کہ طواف کرنے اور نماز پڑھنے والوں کو پریشانی میں ڈال دے۔

اور مفتی عبدالواحد قادری لکھتے ہیں:

ایسی آواز سے طواف کی دعائیں پڑھنا جس سے دوسرے طواف کرنے والے یا نماز پڑھنے والے کو تشویش و پریشانی ہو مکروہ ہے، اُن پیشروروں کی نقل اُتارنے سے بچے جو خود بھی زور زور سے دعائیں پڑھتے اور

۱۰۲۔ بہار شریعت، حصہ (۶) طواف کا طریقہ اور دعائیں، ص ۳۶۸

۱۰۳۔ المسلك المنقسط فی المنسك المتوسط بلب أنواع الأصوف، فصل فی مکروہاتہ، ص ۱۸۳

دوسروں کو پڑھواتے ہیں۔ (۱۰۴)

اور آواز کی وہ بلندی جو دوسروں کے لئے پریشانی کا باعث ہوتی ہے اُسے اردو میں چلا چلا کر پڑھنا کہتے ہیں، چنانچہ علامہ محمد سلیمان اشرف لکھتے ہیں:

وہ دس باتیں ہیں جن سے طواف مکروہ ہو جاتا ہے ان کی تفصیل یہ ہے:

(۱۰) قرآن کی آیت یا دُعایا درود چلا چلا کر پڑھے الخ (۱۰۵)

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی لکھتے ہیں:

دعا اور درود چلا چلا کر نہ پڑھو جیسے مطوف پڑھایا کرتے ہیں۔ (۱۰۶)

لہذا دوران طواف دعائیں وغیرہ چلا چلا کر پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اور اتنی آواز سے پڑھنا کہ خود کے ریا و سمعہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو تو مکروہ تنزیہی ہے، ریا و سمعہ کا اندیشہ اس طرح ہے کہ جہر پڑھنے کی صورت میں دوسرے اس کی اقتداء میں لگ جائیں گے تو پڑھنے والے کا ریا و سمعہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ پیدا ہو جاتا ہے مؤلف علی قاری نے اسی طرح لکھا ہے۔ اسی لئے صاحب لباب نے لکھا کہ دوران طواف ذکر اور دعاؤں میں اخفاء مستحب ہے اور اس سے مراد اتنا اخفاء ہے کہ جس سے ریا و سمعہ میں پڑھنے والے کا اندیشہ نہ رہے، چنانچہ مؤلف علی قاری حنفی نے اس کے تحت لکھا:

لعلہ أراد بالإسرار المبالغة في الإخفاء تبعيداً عن السمعة و

الرياء (۱۰۷)

یعنی، شاید مصنف کی آہستہ پڑھنے سے مراد آہستہ پڑھنے میں مبالغہ کرنا ہے کہ جو سمعہ اور ریا سے دور رہو۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم الأحد، ۲۹ ذی القعدة ۱۴۲۸ھ، ۹ دسمبر ۲۰۰۷ م (New 08-F)

۱۰۴۔ حج کے مسائل مع نیارات حریم طواف کے مسائل، ص ۵۳-۵۴

۱۰۵۔ الحج مع محمد سلیمان اشرف، ص ۱۰۰

۱۰۶۔ بہار شریعت، حصہ ششم طواف کا طریقہ اور دعائیں، ص ۳۶۸

۱۰۷۔ المسلك المنقسط فی المنسك المتوسط بلب أنواع الأصوف، فصل فی مستحباتہ، ص ۱۸۰

حالات طواف میں نماز کی طرح ہاتھ باندھنا

استفتاء:- کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حالت طواف میں نماز کی طرح ہاتھ باندھنا شرعاً کیسا ہے کچھ لوگ اسے مستحب سمجھتے اور کچھ مکروہ کہتے ہیں برائے مہربانی اس مسئلہ کو ہمارے لئے واضح فرمادیں؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: طواف کرنے والے کو چاہئے کہ وہ اپنے ہاتھ کھلے رکھے نماز کی طرح ناف کے نیچے یا سینے پر ہاتھ نہ باندھے چنانچہ مولانا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

و أما ما توهمه بعض من لا رواية له و لا دراية من استحباب وضع اليدين كالصلاة فهو نشاءة من غفلته عما تواتر من فعله عليه السلام من الإرسال في الطواف، فليس فوق أدبه ربه أدب مستحب، و لا فوق آداب الأصحاب و أتباعهم من الأئمة الأربعة و إجماعهم، و يكفي للمستند علم ذكره في مناسكهم (۱۰۸)

یعنی، مگر جو بعض ایسے لوگوں نے وہم کر لیا ہے جس کے پاس نہ کوئی روایت ہے اور نہ اسے درایت ہے کہ طواف میں نماز کی طرح ہاتھ رکھنا مستحب ہے پس وہ طواف میں ہاتھ چھوڑنے کے بارے میں یہ (حضور کے) متواتر (فعل) سے غفلت کی پیداوار ہے، پس آپ ﷺ کے اپنے رب کا ادب کرنے سے بڑھ کر کوئی ادب مستحب نہیں اور نہ اصحاب اور ان کے اتباع ائمہ اربعہ کا ادب اور ان کے اجماع سے بڑھ کر کوئی ادب ہے، اور مؤلف کے لئے ان کا اپنے مناسک میں اسے ذکر نہ کرنا کافی ہے۔

علامہ حسین بن محمد سعید عبدالغنی مکی نے مولانا علی قاری کی اس بات پر اعتراض کیا ہے کہ حضور ﷺ کا متواتر فعل طواف میں ہاتھ چھوڑنا تھا چنانچہ لکھتے ہیں:

فيه أن الأحاديث ساكتة عن الوضع و الإرسال، و ما أتى بحديث فيه التصريح بالإرسال فكيف يقول تواتراً (۱۰۹)

یعنی، احادیث ہاتھ باندھنے اور ہاتھ چھوڑنے کے ذکر سے خاموش ہیں اور مولانا علی قاری ایسی حدیث بھی نہیں لائے کہ جس میں ہاتھ چھوڑنے کی تصریح ہو پھر وہ تواتر کی بات کیسے کرتے ہیں؟۔

اور مولانا علی قاری حنفی نے طواف میں ہاتھ باندھنے کو مکروہ قرار دیا ہے چنانچہ بحث کے آخر میں لکھتے ہیں:

و بهذا يتبين أنه يقال: أن الوضع مكروه لأنه خلاف سنة المأثورة (۱۱۰)

یعنی، اور اس سے ظاہر ہو گیا کہ کہا جائے طواف میں ہاتھ باندھنا مکروہ ہے کیونکہ یہ سنت مأثورہ کے خلاف ہے۔

اور فقہاء کرام نے اسے تسلیم کیا ہے کہ حالت طواف میں ہاتھ باندھنا مستحب نہیں ہے لیکن مولانا علی قاری کے قول کہ ”اسے مکروہ کہا جاسکتا ہے“ کو تسلیم کرنے سے توقف کیا ہے چنانچہ مجدد دوم محمد ہاشم عثمونی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

قائده: آنچه گمان برده اند بعض مردم که دست بستن در حال طواف بر بیت نماز مستحب است آن صحیح نیست چرا که ثابت نه شده بستن دست در حال طواف از حضرت سید عالم عليه السلام و نه از صحابه و تابعین و نه ائمه اربعه رضی اللہ عنہم پس نباشد مستحب اصلاً آری اگر بہ نیت رعایت ادب و تعظیم و احضار قلب دست بست با کے نباشد و آنچه شیخ علی قاری حکم بکراہت آن

مطلق نمودہ است محل نظر است واللہ تعالیٰ اعلم (۱۱۱)

یعنی، فائدہ: وہ جو بعض لوگوں نے گمان کر لیا ہے کہ طواف کی حالت میں نماز کی بیعت میں ہاتھ باندھنا مستحب ہے وہ صحیح نہیں کیونکہ طواف کی حالت میں ہاتھ باندھنا حضرت سید عالم رحمۃ اللہ علیہ سے ثابت نہیں اور نہ صحابہ و تابعین سے اور نہ ائمہ اربعہ رضی اللہ عنہم جمیعاً سے تو یہ اصلاً مستحب نہ ہو گا، سوائے اس کے کہ اگر بیعت رعایت ادب، تعظیم و حضور قلبی ہاتھ باندھ لے تو حرج نہ ہو گا اور وہ جو محلاً علی قاری نے مطلقاً کراہت کا حکم لگایا ہے وہ محل نظر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

لہذا اختلاف سے بچنے کے لئے دوران طواف ہاتھ نہ باندھے اور اس پر تو اتفاق ہے کہ ہاتھ باندھنا مستحب نہیں ہے کہ استحباب پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم الإثنين، ذو الحجة ۱۴۲۸ھ، ۱۰ دسمبر ۲۰۰۷ م (New 09-F)

دوران طواف سینہ یا پیٹھ کعبہ کی طرف کرنے کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ دوران طواف سینہ یا پیٹھ کعبہ شریف کی طرف ہو جانے کا شرع شریف میں کیا ممنوع ہے یا نہیں اور اگر ممنوع ہے تو ایسا ہو جانے کی صورت میں کیا کرنا چاہئے؟

(السائل: امان الحق بن اکرام الحق، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: حالت طواف میں سینے یا پیٹھ کعبہ کی طرف کرنا ممنوع ہے اور اگر ہو جائے تو جتنا فاصلہ کعبۃ اللہ کو سینہ یا پیٹھ کعبہ سے ہوئے تھا اُسے دہرا لے، چنانچہ مفتی عبدالواحد قادری (مصنف فتاویٰ یورپ) لکھتے ہیں:

حالت طواف میں سینہ یا پیٹھ کعبہ شریف کی طرف نہیں ہونا چاہئے اور اگر

ہو جائے تو جتنا فاصلہ سینہ یا پیٹھ کعبہ سے ہوئے طے کیا ہو اس کو پھر سے دہرائے اور افضل یہ ہے کہ اس چکر کو نئے سرے سے کر لے۔ (۱۱۲)

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی متوفی ۱۳۶ھ لکھتے ہیں:

اگر کسی نے اس کے خلاف طواف کیا مثلاً بائیں طرف سے شروع کیا کہ کعبہ معظمہ طواف کرنے والے کے سیدھے ہاتھ کو رہا کعبہ معظمہ کو منہ یا پیٹھ کر کے آڑا آڑا طواف کیا یا حجر اسود سے طواف شروع نہ کیا تو جب تک مکہ معظمہ میں ہے اعادہ کرے، وہاں سے چلا گیا تو دم واجب ہے۔ (۱۱۳)

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷ھ لکھتے ہیں:

آنکہ گردانید بیت را بسوی روئی خود یا بسوی پشت خودی رفت بسوی پہلوئے یمن یا بیا خود در جمیع این صورتیں مکمل شد فعل حرام را واجب باشد بروئے اعادہ آن طواف و بر تقدیر عدم اعادہ لازم آید دم مذکور (۱۱۴)

یعنی، یہ کہ بیت اللہ کو اپنے چہرے کی طرف رکھے یا اپنی پشت کی جانب اور (طواف میں) اپنے دائیں یا بائیں پہلو کی طرف چلے، ان تمام صورتوں میں وہ حرام فعل کا مرتکب ہوا اور اس پر اس طواف کا اعادہ واجب ہے اور اعادہ نہ کرنے کی صورت میں اس پر دم لازم آئے گا۔

اور محلاً علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ بعض لوگوں کی طواف میں عجیب حرکات کے مشاہدہ کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

فإنه لا شك أنه يحرم عليه لاشتماله على الإقبال و الإدبار، و

المعنى باليمين و اليسار (۱۱۵)

۱۱۲۔ حج کے مسائل مع نیامات حسن طواف کے مسائل، ص ۵۰

۱۱۳۔ بہار شریعت، حصہ ششم، طواف کے مسائل، ص ۲۶۸

۱۱۴۔ حجة القلوب فی زیارة المحبوب، باب دوم، فصل دوم، در بیان شرائط صحت طواف، اما واجبات طواف الخ، پنجم، ص ۱۱۹

یعنی، اس میں کوئی شک نہیں کہ اس پر وہ حرام ہے کیونکہ (اس کی وہ حرکت طواف میں) کعبہ کو اپنے سامنے رکھنے اور کعبہ کی طرف پشت کرنے اور دائیں بائیں چلنے پر مشتمل ہے۔

مندرجہ بالا عبارت سے ثابت ہوا دوران طواف کعبۃ اللہ کو سینہ کرنا یا پیٹھ کرنا حرام ہے اور جو فاصلہ اس حال میں طے ہوگا اسے طواف سے شمار نہیں کیا جائے گا، لہذا اس کا اعادہ لازم ہوگا، اور اعادہ نہ کرنے کی صورت میں دم۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم الإثنين، ذی الحجۃ ۱۴۲۸ھ، ۱۰ دسمبر ۲۰۰۷ م (New 10-F)

عمرہ کا احرام باندھ کر آنے والا اور طواف تحیۃ المسجد

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ طواف تحیۃ المسجد مستحب ہے کہ عمرہ کرنے والا احرام باندھ کر آیا تو وہ کیا کرے؟ طواف تحیۃ المسجد ادا کرے پھر عمرہ کا طواف؟

(السائل:)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: فقہاء کرام نے لکھا ہے طواف تحیۃ المسجد مستحب ہے جیسا کہ علامہ رحمۃ اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

السادس طواف تحیۃ المسجد و هو مستحب لکل من دخل المسجد (۱۱۶)

یعنی، چھٹا طواف، طواف تحیۃ المسجد ہے اور یہ ہر اس شخص کے لئے مستحب ہے جو مسجد حرام میں داخل ہو۔

اور یہ استحباب اس وقت ہے جب آنے والے پر کوئی ایسا طواف نہ ہو جو اس سے قوی ہو جیسے فرض یا واجب یا سنت، اگر آنے والے پر فرض یا واجب یا سنت طواف ہے تو پھر اس

کے حق میں الگ سے طواف تحیۃ المسجد مستحب نہیں بلکہ وہ جو بھی طواف ادا کرے گا اس سے یہ طواف ادا ہو جائے گا۔ چنانچہ علامہ رحمۃ اللہ سندھی اور مولانا علی قاری لکھتے ہیں:

إلا إذا كان عليه غيره أي من الأَطْوَقَةِ فيقوم هو أي ذلك الغير مقامه أي بنوب منابه، و يدخل في ضمنه كما لمعتمر أعم من أن يكون متمتعاً أولاً، فإنه بطواف طواف فرض العمرة، و يندرج فيه طواف تحية المسجد، كما لم ترفع به طواف القدوم الذي هو أقوى من طواف تحية المسجد، و كذا إذا دخل المسجد من عليه فرض أو غيره فصلّى ذلك، فإنه قام مقام صلاة تحية المسجد، ذلك لأن تحية هذا المسجد الشريف بخصوصه هو الطواف إلا إذا كان له مانع، فحينئذ يصلى تحية المسجد إن لم يكن وقت كراعية الصلاة (۱۱۷)

یعنی، (مسجد الحرام میں داخل ہونے والے کے لئے طواف تحیۃ المسجد مستحب ہے) مگر جب اس پر اس کا غیر اور طواف لازم ہو تو وہ طواف تحیۃ المسجد کا غیر طواف اس (طواف تحیۃ المسجد) کے قائم مقام ہو جائے گا اور یہ اس کے ضمن میں داخل ہو جائے گا، جیسے معتمر قطع نظر اس سے کہ وہ تمتع ہو یا نہ ہو تو وہ عمرہ کا فرض طواف کرے گا تو اس (طواف فرض) میں طواف تحیۃ المسجد مندرج ہو جائے گا، جیسے اس (طواف عمرہ) کی وجہ سے طواف قدوم اٹھ جاتا ہے جو کہ طواف تحیۃ المسجد سے زیادہ قوی ہے، جیسا کہ مسجد میں ایسا شخص داخل ہو کہ جس پر فرض یا اس کی غیر کوئی نماز ہو اور وہ اسے ادا کرے تو وہ نماز تحیۃ المسجد کے قائم مقام ہو جاتی ہے، کیونکہ خصوصاً اس مسجد شریف کی تحیۃ طواف ہے مگر جب کہ اس کی ادائیگی سے کوئی مانع ہو تو اس وقت (مسجد الحرام آنے والا) اگر مکروہ

وقت نہ ہو تو تحیۃ المسجد (نماز) پڑھے۔

لہذا عمرہ کا احرام باندھ کر مسجد الحرام آنے والا عمرہ کا طواف کرے گا اور اس سے طواف تحیۃ المسجد بھی ادا ہو جائے گا۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم الجمعة ذی الحجة ۱۴۲۸ھ، ۱۴ دسمبر ۲۰۰۷ م (New 14-F)

طواف کے پھیروں میں شک واقع ہونے پر کیا کرے؟

استفتاء:- کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ طواف کرتے وقت کبھی کبھار طواف کے پھیرے بھول جاتے ہیں یا دُغیر رہتا کہ کتنے ہوئے ہیں جیسے شک ہو گیا کہ چھ ہوئے ہیں یا سات تو ایسی صورت میں کیا کرنا چاہئے؟

(السائل:-)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: شک اگر فرض طواف یعنی طواف زیارت یا طواف عمرہ یا طواف واجب جیسے طواف وداع میں واقع ہوا ہو تو اعادہ کرے چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ بن قاضی ایمانیم سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و لو شك في عدد الأشواط (أي بالزيادة أو النقص) في الركن

(أي ركن الحج) أو العمرة أعاده (أي احتياطاً) ولا يني على

غالب ظنہ (۱۱۸)

یعنی، اگر طواف رُکن یعنی حج یا عمرہ کے طواف کے پھیروں میں زیادہ یا

کم ہونے کا شک واقع ہو تو احتیاطاً اعادہ کرے اور اپنے غالب گمان

پر بنانہ کرے۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۴۵۲ھ لکھتے ہیں:

تنبيه: لو شك في عدد الأشواط في طواف الركن أعاده، ولا

۱۱۸۔ لب لب المسالك (مع شرحه للقلبي)، باب أنواع الأضروف، فصل في مسائل شتى، ص ۱۸۴

بینی علی غالب ظنہ (۱۱۹)

یعنی، اگر طواف رُکن کے پھیروں میں شک واقع ہوا تو اعادہ کرے اپنے غالب گمان پر بنانہ کرے۔

اور مؤلف علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

و الظاهر أن الطواف الواجب في حكم الركن لأنه فرض

عملی (۱۲۰)

یعنی، ظاہر ہے کہ طواف واجب رُکن کے حکم میں ہے کیونکہ فرض عملی ہے۔

اور محمد دوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۷ھ لکھتے ہیں:

اگر شک افتاد در عدد اشواط، پس اگر طواف فرض است چنانکہ طواف

زیارت و طواف عمرہ یا واجب است چنانکہ طواف وداع اعادہ کند اور

از سر نو بنانہ کند بم غالب ظن بم خلاف نماز (۱۲۱)

یعنی، اگر طواف کے پھیروں میں شک واقع ہوا، پس اگر طواف فرض ہے

جیسے طواف زیارت اور طواف عمرہ یا واجب ہے جیسے طواف وداع تو اس کا

از سر نو اعادہ کرے، غالب گمان پر بنانہ کرے بم خلاف نماز کے۔

اور اعادہ سے مراد اس پھیرے کا اعادہ کرے کہ جس میں شک واقع ہوا یعنی شک ہو کہ

چھ پھیرے ہوئے ہیں یا سات تو چھ سمجھے چنانچہ علامہ شامی کی عبارت ”لو شك في عدد

الأشواط في طواف الركن أعاده الخ“ کے تحت علامہ رافعی لکھتے ہیں:

أي أعاد الضوط الذي شك فيه، ليس المراد أن يعيد الطواف

كأنه كما مر بظهور (۱۲۲)

۱۱۹۔ رد المحتل علی النور المختل، المحلد (۳)، کتاب (۵) الحج، مطلب فی طواف التعمد، ص ۵۸۲

۱۲۰۔ المسلك المنقسط، ص ۱۸۴

۱۲۱۔ حيلة الغلوب في زيارة المحبوب، باب سيره، فصل هشتم، ص ۱۵۴

۱۲۲۔ تقریرات الرافعی علی رد المحتل، المحلد (۳)، کتاب الحج، مطلب فی طواف التعمد، ص ۵۸۲

یعنی، اعادہ کرنے سے مراد ہے کہ اس پھیرے کا اعادہ کرے کہ جس میں شک واقع ہوا، یہ مراد نہیں ہے کہ پورے طواف کا اعادہ کرے، جیسا کہ ظاہر ہے۔

اور اگر شک فرض یا واجب طواف کے علاوہ میں واقع ہوا ہو تو اس پھیرے کا اعادہ نہ کرے بلکہ غالب گمان پر عمل کرے۔ چنانچہ مؤلف علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

ثم مفهوم المسألة أنه إذا شك في عدد أشواط غير الركن لا يعيده بل يبنى على غلبة ظنه لأن أمر غير الفرض مبنی على التوسعة (۱۲۲)

یعنی، پھر مسئلہ کا مفہوم یہ ہے کہ اگر غیر رکن (وغیر واجب) طواف کے پھیروں کی تعداد میں شک واقع ہو جائے تو اس کا اعادہ نہ کرے بلکہ اپنے غالب گمان پر بنا کرے کیونکہ امر غیر فرض گنجائش پر مبنی ہے۔

اسی طرح علامہ شامی نے اسے مؤلف علی قاری کے حوالے سے رد المحتار (۱۲۴) نقل

کیا ہے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی لکھتے ہیں:

و اگر طواف غیر فرض است وغیر واجب است اعادہ نکند اورا بلکہ بنا کند بر غالب ظن خود (۱۲۵)

یعنی، اگر طواف غیر فرض ہے اور غیر واجب ہے تو اس کا اعادہ نہ کرے بلکہ اپنے غالب گمان پر بنا کرے۔

اور بعض علماء کرام طواف کے پھیروں کی تعداد میں شک کے معاملے کو نماز میں تعداد رکعات میں شک واقع ہونے کی مثل قرار دیتے ہیں چنانچہ علامہ رحمۃ اللہ سندھی ضیعۃ ترمیض

۱۲۳۔ المسلك المتفسط في المنسك المتوسط بلب أنواع الأضوفة فصل في مسائل شتى، ص ۱۸۴

۱۲۴۔ رد المحتار، المحلل (۳)، کتاب الحج، ص ۵۸۲

۱۲۵۔ حجة القلوب في زيلة المحبوب، بلب سیرم فصل هشتم، ص ۱۵۴

کے ساتھ لکھتے ہیں:

قيل: إذا كان بكثرة ذلك يتحري (۱۲۶)

یعنی، کہا گیا کہ جب شک کثرت سے ہو تو تحری کرے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

بعضے گفتہ اند کہ حکم شک در طواف مثل حکم او در نماز است مطلقاً اگرچہ طواف فرض باشد یا غیر او پس بر این روایت استیناف کند طواف را اگر شک اول مرتبہ باشد و اگر بسیار باشد تحری کند و بنا کند بر غلبہ ظن اگر داشته باشد و الا بنا کند بر اقل چنانکہ در نماز (۱۲۷)

یعنی، بعض علماء فرماتے ہیں کہ طواف میں شک کا حکم مطلقاً نماز میں شک کے حکم کی مثل ہے اگرچہ طواف فرض ہو یا غیر فرض، پس اس روایت کی بنا پر شک اگر پہلی بار واقع ہوا ہے تو از سر نو طواف کرے گا اور اگر شک کثرت سے ہو تو غور و فکر کرے اور اگر کوئی غالب گمان ہو تو اس پر پناہ کرے ورنہ کم تر پناہ کرے جیسا کہ نماز میں۔

بہر حال پہلی روایت یا پہلا قول معتبر ہے کہ دوسرے قول کو علامہ رحمۃ اللہ سندھی نے ”قيل“ کے صیغے کے ساتھ ذکر کیا ہے جو اس کے ضعف پر دال ہے اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی نے ”بعضے گفتہ اند“ کہہ کر نقل کیا جو اس کے معتمد نہ ہونے کی دلیل بنا جیسا کہ مندرجہ بالا سطور میں ہے اور علامہ شامی نے ”رد المحتار“ میں صرف پہلے قول کو ہی نقل کیا دوسرا قول ذکر نہیں کیا۔ اور پھر علماء کرام نے لکھا ہے اگر کوئی عادل شخص پھیروں کی تعداد متادے تو شک واقع ہونے کی صورت میں مستحب ہے کہ اس کے قول پر عمل کیا جائے، چنانچہ علامہ رحمۃ اللہ سندھی لکھتے ہیں:

و لو اخبره عدل بعدد يستحب أن يأخذ بقوله (۱۲۸)

۱۲۶۔ لب المنسك (مع شرحه للقری)، ص ۱۸۴

۱۲۷۔ حجة القلوب في زيلة المحبوب، بلب سیرم در بیان طواف و انواع آن، فصل هشتم در بیان

مسائل متفرقة الخ، ص ۱۵۴، ۱۵۵

۱۲۸۔ لب المنسك

یعنی، اگر اُسے کسی عادل شخص نے طواف کے پھیروں کی تعداد کی خبر دی تو مستحب ہے کہ اس کے قول کو لے لے۔
اور اس کے تحت مولانا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

أى احتياطاً فيما فيه الاحتياط، فيكذب نفسه لا حتمال
نسيانه، و بصدقه لأنه عدل لا غرض له فى خبره (۱۲۹)

یعنی، اس معاملے میں کہ جس میں احتیاط ہے احتیاط کے طور پر اس کے قول کو لے گا اور اپنی بھول کے احتمال کی وجہ سے اپنے نفس کو جھٹلا دے گا اور اس کی تصدیق کرے گا کیونکہ خبر دینے والا عادل ہے اور خبر دینے میں اس کی (اپنی) کوئی غرض نہیں۔

اور اگر دو عادل خبر دیں تو ان کی خبر پر عمل واجب ہے چاہے اسے پھیروں کی تعداد میں شک واقع ہوا ہو یا نہ چنانچہ علامہ رحمۃ اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و لو أخبره عدلان و جب العمل بقولهما (۱۳۰)

یعنی، اگر اسے دو عادل خبر دیں تو اسے ان کے قول پر عمل کرنا واجب ہے۔
اس کے تحت شارح مولانا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

أى إن لم يشك لأن علمين خير من علم واحد، و لأن
إخبارهما بمنزلة شاهدین على إنكاره فى فعله أو إقراره (۱۳۱)
یعنی، اگرچہ شک واقع نہ ہوا ہو کیونکہ دو کا علم ایک کے علم سے بہتر ہے
اور اس لئے کہ دو عادلوں کا خبر دینا اس کے اپنے کام سے انکار اور اقرار
پر دو گواہوں کے مرتبے میں ہے۔

والله تعالى أعلم بالصواب

يوم الأحد، ۷ ذى الحجة ۱۴۲۸ھ، ۱۶ دسمبر ۲۰۰۷ م (New 19-F)

- ۱۲۹۔ المسلك المتفسط فى المنسك المتوسط، باب أنواع الأضوفة، فصل فى مسائل شتى، ص ۱۸۴
۱۳۰۔ أبواب المنسك
۱۳۱۔ المسلك المتفسط فى المنسك المتوسط، باب أنواع الأضوفة، فصل فى مسائل شتى، ص ۱۸۴

دوران طواف چپل وغیرہ پہننے کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہم لوگوں کو دیکھتے ہیں کہ بعض لوگ جوتے پہن کر بعض چپل پہن کر مسجد حرام اور مطاف میں پھرتے ہیں اور طواف کرتے ہیں، شریعت مطہرہ میں اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

(السائل: محمد عمران، الفتاویٰ حج و عمرہ، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: دوران طواف پاک و صاف جوتے یا موزے پہننے کو فقہاء کرام نے مباحات میں ذکر کیا ہے اور ساتھ ہی اسے بے ادبی شمار کیا ہے جب کہ بلا عذر پہنے اور اگر پاک نہ ہوں تو مکروہ قرار دیا ہے اور بعض فقہاء احناف نے بلا عذر مطلقاً مکروہ قرار دیا ہے، چنانچہ علامہ رحمۃ اللہ سندھی حنفی مباحات طواف کے بیان میں لکھتے ہیں:

و الطواف فى نعلٍ أو خفٍ إذا كانا طاهرين (۱۳۲)

یعنی، چپل یا موزے میں طواف (مباح ہے) جب کہ وہ پاک ہوں۔

اور دوسری فصل میں لکھتے ہیں:

و الطواف متنعلاً ترك الأدب (۱۳۳)

یعنی، چپل پہن کر طواف کرنا ترکِ ادب ہے۔

اور مولانا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

لكن فى النعلين و لو طاهرين ترك الأدب كما ذكره فى

”البدائع“ (۱۳۴) إلا أنه محمول على حال عدم العذر (۱۳۵)

یعنی، لیکن چپل پہن کر طواف کرنا اگرچہ پاک ہوں ترکِ ادب ہے جیسا کہ

اسے ”بدائع الصنائع“ میں ذکر کیا مکروہ عذر کی حالت پر محمول ہے۔

۱۳۲۔ أبواب المناسك (مع شرحه للقلوب)، باب أنواع الأضوفة، فصل فى مباحاته ص ۱۸۱

۱۳۳۔ أبواب المناسك (مع شرحه للقلوب)، باب أنواع الأضوفة، فصل فى مسائل شتى، ص ۱۸۵

۱۳۴۔ بدائع الصنائع، المحل (۱)، كتاب الحج، فصل فى شرط طواف الزیلة و واجباته ص ۷۵

۱۳۵۔ المسلك المتفسط فى المنسك المتوسط، ص ۱۸۱

اور اگر پاک نہ ہوں تو مکروہ ہے چنانچہ مولا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

و إلا فيكون مكروه (۱۳۶)

یعنی، اگر پاک نہ ہوں تو مکروہ ہے۔

لیکن مجدد و محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۷ھ نے مطلقاً مکروہ لکھا ہے چنانچہ مکروہ بات

طواف کے بیان میں لکھتے ہیں:

طواف کردن بالنعل چون بغیر عذر باشد چہ مکروہ است دخول مع النعل در

مسجد مطلقاً اگر چہ در حالہ غیر طواف باشد (۱۳۷)

یعنی، چپل کے ساتھ طواف کرنا مکروہ ہے جب کہ بلا عذر ہو کیونکہ چپل

کے ساتھ مسجد میں داخل ہونا مطلقاً مکروہ ہے اگر چہ غیر طواف کی حالت

میں ہو۔

مولا علی قاری حنفی نے ترکِ ادب کی دلیل بیان کرتے ہوئے لکھا کہ:

أى المستفاد من قوله تعالى: ﴿فَاُخْلِعْ نَعْلَيْكَ﴾ (طہ: ۱۲) إلا

لضرورة التعب (۱۳۸)

یعنی، ترکِ ادب اللہ تعالیٰ کے فرمان ”فَاُخْلِعْ نَعْلَيْكَ“ سے مستفاد

ہے مگر کسی ضرورت کی وجہ سے (ہو تو ترکِ ادب نہیں)۔

جب کہ مجدد و محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی نے اسی آیت کو مسجد میں مطلقاً چپل پہن کر جانے کی

کراہت کی دلیل کے طور پر ذکر کیا چنانچہ لکھتے ہیں:

لقوله تعالى: ﴿فَاُخْلِعْ نَعْلَيْكَ﴾ (۱۳۹)

یعنی، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ”فَاُخْلِعْ نَعْلَيْكَ“۔

۱۳۶۔ المسلك المنقسط في المنسك المتوسط ص ۱۸۱

۱۳۷۔ حياة القلوب في زيارة المحبوب، باب سيوم، فصل تشتم، ص ۱۵۳

۱۳۸۔ المسلك المنقسط في المنسك المتوسط، باب أنواع الأضحية، فصل في مسائل تنق، ص ۱۸۵

۱۳۹۔ حياة القلوب في زيارة المحبوب، باب سيوم، فصل تشتم، ص ۱۵۳

مولا علی قاری حنفی نے اسے ترکِ ادب قرار دیتے ہوئے ”بدائع الصنائع“ کا حوالہ دیا

ہے جیسا کہ مندرجہ بالا اسطور میں ہے اور مجدد و محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی نے کراہت کا قول ذکر کرنے

کے بعد ”بدائع الصنائع“ کے حوالے سے ترکِ ادب کے قول کو بھی ذکر کیا ہے جو کہ اس بات

کی دلیل ہے کہ یہ قول ان کے نزدیک راجح نہیں ہے اور کراہت کے قول کا حوالہ ذکر کرتے

ہوئے لکھتے ہیں:

كذا صرح به في الفتاوى السراجية وغيرها (۱۴۰)

یعنی، اسی طرح ”فتاویٰ سراجیہ“ وغیرہا میں (کراہت کے قول کی)

تصریح کی ہے۔

اور ”فتاویٰ سراجیہ“ کی عبارت مندرجہ ذیل ہے:

دخول المسجد متنعلاً مكروه، قال الله تعالى: ﴿فَاُخْلِعْ

نَعْلَيْكَ﴾ (۴۱)

یعنی، چپل پہن کر مسجد میں داخل ہونا مکروہ ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

”فَاُخْلِعْ نَعْلَيْكَ“

بہر حال کراہت کے قول کو ترجیح دینا زیادہ مناسب ہے کہ جوتوں وغیرہا کی پاکی مادر

ہوتی ہے جب کہ موزوں کے بارے میں مولا علی قاری نے اباحت کا قول کیا ہے اور مجدد و صاحب

نے بھی ”بدائع“ کے حوالے سے اباحت کو ہی ذکر کیا ہے جب کہ پاک ہوں۔

والله تعالى أعلم بالصواب

يوم الإثنين، ۸ ذى الحجة ۱۴۲۸ھ، ۱۷ دسمبر ۲۰۰۷ م (New 21-F)

چھت سے طواف کا حکم

استفتاء۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ پہلی یا

۱۴۰۔ حياة القلوب، في زيارة المحبوب، باب سيوم، فصل طواف، فصل تشتم، ص ۱۵۳

۱۴۱۔ الفتاوى السراجية، كتاب الكراهية، باب المسح، ص ۷۱

دوسری منزل سے طواف کرنے سے طواف ہو جائے گا یا نہیں؟

(السائل: خرم عبدالقادر، مکہ مکرمہ)

بِسْمِ اللَّهِ تَعَالَى وَتَقْدِسُ الْجَوَابُ: فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ مسجد الحرام کی چھت پر سے طواف کرنا جائز ہے کیونکہ کعبہ کی فضاء بھی کعبہ ہے اگرچہ مردوں کے حق میں افضل یہی کہ کعبۃ اللہ کے قریب سے طواف کریں، چنانچہ جواز کے بارے میں علامہ رحمۃ اللہ بن قاضی عبداللہ بن قاضی امیر اہم سندھی حنفی شرائط صحیح طواف کے بیان میں لکھتے ہیں:

وَفِي الْمَسْجِدِ وَلَوْ عَلَى سَطْحِهِ (۱۴۲)

یعنی، مسجد الحرام میں طواف درست ہے اگرچہ اس کی چھت پر سے ہو۔
اور مقام طواف کے بیان میں لکھتے ہیں:

وَلَوْ عَلَى سَطْحِ الْمَسْجِدِ وَلَوْ مَرْتَعَاً عَنِ الْبَيْتِ (۱۴۳)

یعنی، طواف اگرچہ مسجد کی چھت سے ہو اگرچہ چھت بیت اللہ سے بلند ہو جائز ہے۔

اس کے تحت ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

أَيُّ مَنْ جَلَّزَانَهُ كَمَا صَرَّحَ بِهِ صَاحِبُ الْغَايَةِ (۱۴۴)

یعنی، بیت اللہ شریف کی دیواروں سے بلند ہو جیسا کہ صاحب غایۃ البیان نے اس کی تصریح کی ہے۔

اور محمد دوم محمد ہاشم ٹھنھوی حنفی متوفی ۱۱۷۲ھ لکھتے ہیں:

بِجَمْعٍ جَائِزٍ اسْتِ كَه طَوَافٍ كُنْدَ الْبَلَاءِ سَطْحِ مَسْجِدٍ أَوْ مَرْتَعَاً بِأَشَدِّ كَعْبَةٍ

مَعْظَمَةٍ (۱۴۵)

۱۴۲۔ أَلْبَابُ الْمَنَاسِكَ (مع شرحه للقلی)، باب أَوْرَاقِ الْأَصْرَفَةِ فَصْلٌ فِي شَرَايِطِ صَحَةِ الطَّوَافِ، ص ۱۶۰

۱۴۳۔ أَلْبَابُ الْمَنَاسِكَ (مع شرحه للقلی)، فَصْلٌ فِي مَكَانِ الطَّوَافِ، ص ۱۶۵

۱۴۴۔ الْمَسْلُوكُ الْمُنْقَسَطُ فِي الْمَنَاسِكَ الْمُنَوَّسَطِ، باب أَوْرَاقِ الْأَصْرَفَةِ فَصْلٌ فِي مَكَانِ الطَّوَافِ، ص ۱۶۵

۱۴۵۔ حِجَةُ الْقُلُوبِ فِي زِيَارَةِ الْمَحْبُوبِ، باب دَوِيمِ دُرْ ذَكَرِ صِفَتِ دُخُولِ مَكَّةَ مَعْظَمَةٍ فَصْلٌ دَوِيمِ دُرْ

بِإِنْ شَرَايِطِ صَحَةِ طَوَافِ، ص ۱۱۶

یعنی، اسی طرح جائز ہے کہ مسجد کے اوپر چھت سے طواف کرے اگرچہ چھت کعبہ معظمہ سے بلند ہو۔

اور کعبہ کی فضاء بھی کعبہ ہے کیونکہ کعبہ اُس نقطۂ ارض کا نام ہے یہاں تک کہ معاذ اللہ کعبہ اگر منہدم ہو جائے تو اس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے سے نماز جائز ہو جاتی ہے، چنانچہ ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

لَأَنَّ حَقِيقَةَ الْبَيْتِ هُوَ الْفَضَاءُ الشَّامِلُ لِمَا قَوْقُ الْبِنَاءِ مِنَ الْهَوَىٰ،
وَلِذَا صَحَّتِ الصَّلَاةُ قَوْقُ جَبَلِ أَبِي قَبِيْسٍ إِجْمَاعًا حَتَّىٰ لَوْ

انْهَلَمَ الْبَيْتُ نَعُوذُ بِاللَّهِ جَازَ الصَّلَاةُ إِلَى الْبَقْعَةِ (۱۴۶)

یعنی، کیونکہ بیت اللہ شریف کی حقیقت وہ فضاء ہے جو کعبہ معظمہ کی عمارت کے اوپر فضاء کو شامل ہے، اسی لئے جبل ابی قبیس کے اوپر بالاجماع نماز جائز ہے یہاں تک کہ نعوذ باللہ کعبہ معظمہ منہدم ہو جائے تو اس جگہ مقدسہ کی طرف نماز جائز ہے۔

اور مردوں کے حق میں کعبہ معظمہ کا قُرب اور عورتوں کے لئے بُعْدِ مُسْتَحَب ہونے کے بارے میں علامہ رحمۃ اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

وَأَنْ يَكُونَ طَوَافُهُ قَرِيبًا مِنَ الْبَيْتِ وَ لِلْمَرْأَةِ الْبَعْدُ (۱۴۷)

یعنی، مرد کے لئے طواف میں بیت اللہ کے قریب ہونا اور عورت کے لئے دُور ہونا مستحب ہے۔

وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ

یوم السبت، ۱۳ ذی الحجۃ ۱۴۲۸ھ، ۲۲ دسمبر ۲۰۰۷ م (New 26-F)

۱۴۶۔ الْمَسْلُوكُ الْمُنْقَسَطُ فِي الْمَنَاسِكَ الْمُنَوَّسَطِ، باب أَوْرَاقِ الْأَصْرَفَةِ فَصْلٌ فِي مَكَانِ الطَّوَافِ، ص ۱۶۵

۱۴۷۔ أَلْبَابُ الْمَنَاسِكَ (مع شرحه للقلی)، باب أَوْرَاقِ الْأَصْرَفَةِ فَصْلٌ فِي مُسْتَحَبَّاتِهِ، ص ۱۷۷

طوافِ کعبہ اور بے پردگی یا ستر عورت

استفتاء:- کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ بہت سی عورتیں طواف میں بے پردگی کا مظاہرہ کرتی ہیں، کچھ عورتوں کا لباس انتہائی باریک ہوتا ہے کہ رنگت جھلکتی ہے بالوں کی سیاہی نظر آتی ہے کچھ کا پُست کہ اعضا کی ساخت واضح ہوتی ہے، بعض کے کچھ بال ظاہر، بعض کی کلاہیاں وغیرہ ظاہر، بعض بلا احرام چہرہ کھول کر مردوں میں چلتی ہیں، اس سے ان کا طواف پر کیا اثر پڑتا ہے اور اس معاملے میں ان عورتوں کے شوہروں یا وارثوں کی کیا ذمہ داری ہے؟

(السائل: ثلیل، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: طواف میں ستر عورت واجب ہے، چنانچہ علامہ رحمۃ اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی حنفی (جو سوئس صدی ہجری کے علماء میں سے تھے) لکھتے ہیں:

الثالث (أی من الواجبات) ستر العورة (۱۴۸)

یعنی طواف کے واجبات میں سے تیسرا واجب ستر عورت ہے۔

اور اپنی دوسری کتاب ”مناسک کبیر“ میں لکھتے ہیں:

وَأَمَّا الْمَسْرُوقَانِ وَجُوبُهُ لِأَجْلِ الطَّوَافِ أَخَذَ مِنْ قَوْلِهِ ﷺ: «لَا يَسْحَرَنَّ بَعْدَ هَذَا الْعَامِ مَسْرُوكٌ وَلَا يَطُوفُ بِالْبَيْتِ عَرِيَّانٌ»

فبسبب الكشف يتمكن نقصان في الطواف (۱۴۹)

یعنی مگر ستر (عورت) تو اس کا وجوب طواف کے لئے نبی ﷺ کے اس

فرمان سے ماخوذ ہے کہ ”سنو! اس سال کے بعد کوئی مشرک ہرگز حج نہ

کرے اور کوئی ننگا بیت اللہ شریف کا طواف نہ کرے“ پس ستر کے گھلے

۱۴۸۔ لباب المناسک (مع شرحه للقلی)، باب أنواع الأضوفة فصل فی واجبات الطواف، ص ۱۶۸

۱۴۹۔ مدامع المناسک و نفع المناسک، باب أنواع الأضوفة فصل فی واجبات الطواف، ص ۱۲۵

ہونے سے طواف میں نقصان آئے گا۔

ستر عورت بنفس خود فرض ہے مگر طواف میں واجب ہے چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۲ھ لکھتے ہیں:

دویم از واجبات ستر عورت است در حق طواف اگر چه ستر عورت بنفس خود

فرض است (۱۵۰)

یعنی، طواف کے واجبات میں سے دوسرا واجب ستر عورت ہے اگر چه

ستر عورت بنفس خود فرض ہے۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

فائقة عليه واجبا هنا مع أنه فرض مطلقاً لزوم التمسك به (۱۵۱)

یعنی، ستر عورت کو یہاں واجب شمار کرنے کا قائدہ باوجود اس کے مطلقاً

فرض ہونے کے اس سے دم کا لزوم ہے۔

ستر سے مراد بدن کا وہ حصہ جس کا چھپانا فرض ہے، مرد کے لئے ماف کے نیچے سے

گھٹنوں کے نیچے تک عورت یعنی اس کا چھپانا فرض ہے ماف اس میں داخل نہیں اور رکھنے داخل

ہیں بحوالہ ”در مختار“ و ”رد المحتار“۔ آزاد عورتوں کے سارا بدن عورت ہے سوا منہ کی ٹکلی اور

ہتھیلیوں اور پاؤں کے تلووں کے سر کے لٹکتے ہوئے بال اور گردن اور کلاہیاں بھی عورت ہیں

ان کا چھپانا بھی فرض ہے۔ (۱۵۲)

اور اگر ستر کے اتنے گھلے ہوئے حصے کے ساتھ طواف کیا کہ جو نماز میں جائز نہیں یعنی

جس کے ساتھ نماز جائز نہیں ہوتی دم واجب ہو جائے گا چنانچہ علامہ رحمۃ اللہ بن قاضی

عبداللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

۱۵۰۔ حجة القلوب في زيارة المحبوب، باب سبوح فصل دویم، ص ۱۸

۱۵۱۔ رد المحتل على الثو المختل، المحتل (۳)، کتاب الحج، مطلب فی فروض الحج و واجباتہ

تحت قوله: و ستر العورة فيه، ص ۴۰

۱۵۲۔ بہار شریعت جلد سوم، نماز کی شرطوں کا بیان، ص ۱۷۶-۱۷۷

فَلَوْ طَافَ مَكْشُوقاً وَحَبَّ الدَّمُ وَقَالَ شَارِحُهُ أَيْ قَلَرُ مَا لَا

تَحْزُورُ الصَّلَاةَ مَعَهُ (۱۵۳)

یعنی، اگر اتنے گھلے ہوئے حصے کے ساتھ طواف کیا کہ جس کے ساتھ نماز جائز نہیں تو دم واجب ہو گیا۔

اور وہ حصہ کہ جس کے گھلے ہونے سے نماز نہیں ہوتی اور طواف میں دم لازم آتا ہے ہر عضو کا چوتھائی حصہ ہے اور اگر چند جگہ سے گھلا ہو تو اسے جمع کر کے دیکھا جائے گا اگر کم از کم اس عضو کا چوتھائی حصہ بنتا ہے تو اس سے نہ نماز جائز ہوگی اور طواف میں دم لازم ہوگا چنانچہ علامہ رحمۃ اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

وَالْمَنَاعُ كَشَفَ رُبْعِ الْعَضْوِ فَمَا زَادَ كَمَا فِي الصَّلَاةِ وَ إِنْ

انْكَشَفَ أَقْلُ مِنَ الرُّبْعِ لَا يَمْنَعُ وَ يَجْمَعُ الْمَتَفَرِّقُ (۱۵۴)

یعنی، وہ مقدار جو مانع ہے وہ عضو کے چوتھائی حصہ یا زیادہ کا گھلا ہونا ہے جیسا کہ نماز میں اور اگر چوتھائی عضو سے کم گھلا تو مانع نہیں اور متفرق جمع کیا جائے گا۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی متوفی ۱۳۶ھ لکھتے ہیں:

طواف کرتے وقت ستر چھپا ہونا (واجب ہے) یعنی اگر ایک عضو کی چوتھائی یا اس سے زیادہ حصہ گھلا رہا تو دم واجب ہوگا اور چند جگہ گھلا رہا جمع کریں گے، غرض نماز میں ستر کھلنے سے جہاں نماز فاسد ہوتی ہے

یہاں دم واجب ہوگا۔ (۱۵۵)

اور اگر چند اعضاء تھوڑے تھوڑے گھلے ہوں اور کوئی بھی اس عضو کا چوتھائی نہ ہو تو سب کے مجموعے کو دیکھا جائے کہ کسی بھی عضو کا چوتھائی حصہ بنتا ہے تو اس سے بھی دم واجب ہوگا،

۱۵۳۔ لُبِّ الْمَنَاسِكَ (مع شرحہ للقلوب)، ص ۱۶۸

۱۵۴۔ لُبِّ الْمَنَاسِكَ (مع شرحہ للقلوب)، بابُ أَنْوَاعِ الْأَصُوفَةِ فَصْلُ فِي وَاجِبَاتِ الطَّوَافِ، ص ۱۶۸

۱۵۵۔ بہار شریعت، حصہ ششم، طواف کے واجبات، ص ۲۳۳

چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

چون مکتشف قد رے از اعضاء متعدده از ہر یکے کمتر از ربع جمع کردہ شود

آن ہمہ را چنانکہ در نماز (۱۵۶)

یعنی، اگر چند اعضاء ننگے ہوں مگر ہر ایک چوتھائی سے کم ہو تو سب کو مٹا

کر دیکھا جائے گا جیسا کہ نماز میں (کہ مجموعہ چوتھائی عضو ہے تو وہی حکم

ہوگا جو ایک عضو کے چوتھائی حصہ کے ننگے ہونے کا ہے)۔

اور کھف عضو کسی عذر صحیح کی وجہ سے ہو تو دم لازم نہ ہوگا چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی

لکھتے ہیں:

مگر آنکہ عذر کردہ باشد (۱۵۷)

یعنی، مگر کسی عذر کی بنا پر ایسا ہو تو دم واجب نہ ہوگا۔

اور طواف اگر فرض یا واجب ہے تو کھف عورت میں وہی حکم ہے جو بیان ہوا یعنی دم

واجب ہے اور اگر طواف سنت یا نفل ہے تو صدقہ ہے، چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین

شامی مصنف کی عبارت ”دم واجب ہے“ کے تحت لکھتے ہیں:

هَذَا فِي الطَّوَافِ الْوَاجِبِ، وَ إِلَّا تَحَبُّ الصَّلَاةُ (۱۵۸)

یعنی، یہ (دم کا) حکم طواف واجب میں ہے ورنہ صدقہ واجب ہوگا۔

اور اعادہ کر لینے کی صورت میں دم ہو یا صدقہ ساقط ہو جائیں گے جیسا کہ مندرجہ بالا

سطور میں مذکور عبارات فقہاء سے واضح ہے اور اسی لئے بعض نے پہلے اعادہ کا حکم لکھا ہے اور

اعادہ نہ کرنے کی صورت میں دم کا وجوب لکھا ہے جیسا کہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

اگر طواف کرد و حال آنکہ ربع اعضا از عورات او مکشوف بود و واجب باشد

اعادہ آن طواف مع الستر و اگر اعادہ نکرد دم لازم گردد مگر آنکہ عذر کردہ

۱۵۶۔ حجة القلوب فی زیلة المحجوب، باب سیرہ، فصل دوم، ص ۱۱۸

۱۵۷۔ حجة القلوب، ص ۱۱۸

۱۵۸۔ رد المحتل علی النور المحتل، المحتل (۳)، کتب (۵) الحج، مطلب فی فروع الحج و

واجباتہ، تفسیر، ص ۵۴۱

باشد (۱۵۹)

یعنی، اگر کسی نے اس حال میں طواف کیا اس حال میں کہ اس کے عضو کا چوتھائی حصہ گھلا ہوا تھا تو اس طواف کا ستر کے ساتھ اعادہ واجب ہے اگر نہ لوٹائے گا تو دم واجب ہوگا مگر یہ کہ کسی عذر کی بنا پر ہو تو (دم واجب نہ ہوگا)۔

حاصل کلام

یہ ہے کہ مرد و عورت کے وہ اعضاء کہ جن کا نماز میں چھپا ہوا فرض ہے حالت طواف میں ان کا چھپا ہونا واجب ہے اور حالت طواف میں ان میں سے کسی بھی عضو کا چوتھائی حصہ اگر گھلا ہوگا یا متحدہ اعضاء کا تھوڑا تھوڑا حصہ گھلا ہو، اور سب کو جمع کیا جائے تو ایک عضو کا چوتھائی ہو جائے، تو اس صورت میں طواف فرض یا واجب ہو یا نفل بہر صورت اعادہ واجب ہے اور اعادہ نہ کرنے کی صورت میں فرض، واجب میں دم اور ان کے غیر میں صدقہ لازم ہوگا، اور تمام صورتوں میں تو یہ بھی لازم ہوگی اور اگر کسی ایسے عذر کی بنا پر ہو جو عذر شرع میں مقبول ہو تو نہ دم و صدقہ لازم ہے اور نہ گناہ۔

ستر کے اعضاء عورت

صدر الشریعہ محمد امجد علی لکھتے ہیں: مرد کے اعضاء عورت نو (۹) ہیں علامہ امین حلی و علامہ شامی و علامہ طحاوی وغیرہم نے گئے ہیں: ذکر (آلہ تناسل) مع سب اجزاء، حشفہ، قصبہ و قلعہ کے انہیں یہ دونوں مل کر ایک عضو ہیں ان میں فقط ایک کی چوتھائی گھلنا مفید نماز نہیں، دُر یعنی پانچا نہ کا مقام ہر ایک نرین جد عورت ہے، ہر ران جد عورت ہے، چڈھے سے گھٹنے تک ران ہے گھٹنا بھی اس میں داخل ہے الگ عضو نہیں تو اگر پورا گھٹنا بلکہ دونوں گھل جائیں تو نماز ہو جائے گی کہ دونوں مل کر ایک ران کی چوتھائی کو نہیں پہنچے، ناف کے نیچے سے عضو تناسل کی جڑ تک اور اس کی سیدھ میں پشت اور دونوں کروٹوں کی جانب سب مل کر ایک عورت ہے،

اعلیٰ حضرت مجدد مائتہ حاضرہ نے یہ تحقیق فرمائی ہے کہ دُر و انہیں کے درمیان کی جگہ ایک مستقل عورت ہے اور ان اعضاء کا شمار اور ان کے تمام احکام کو ان چار شعروں میں جمع فرمایا۔

ستر عورت ببرد نہ عضو است
از تہ ناف تا تہ زانو!
ہر چہ ربش بقدر رکن کشود
با کشودی دے نماز مجو
دگر و انہیں و حلقہ پس
دو سرین ہر فخذ بہ زانوی او
ظاہر افضل انہیں و دُر
باقی زیر ناف از ہر سو

آزاد عورت کے اعضاء عورت

آزاد عورتوں کے لئے باستثناء پانچ عضو کے جن کا بیان گزرا سا ران عورت ہے (وہ پانچ جو کہ مستثنیٰ ہیں منہ کی ٹنگی، دونوں ہتھیلیاں، دونوں پاؤں کے تلوے ہیں) اور وہ تیس اعضاء پر مشتمل کہ ان میں سے جس کی چوتھائی گھل جائے نماز کا وہی حکم ہے جو اوپر بیان ہوا سر یعنی پیشانی کے اوپر سے شروع گردن تک اور ایک کان سے دوسرے کان تک یعنی جتنی جگہ پر بال جتے ہیں بال جو لگتے ہوں دونوں کان گردن اس میں گلا بھی داخل ہے دونوں شانے دونوں بازو ان میں کہنیاں بھی داخل ہیں دونوں گلا یاں یعنی کہنی کے بعد گتوں کے نیچے تک، سینہ یعنی گلے کے جوڑے سے دونوں پستان کی حد زیریں تک دونوں ہاتھوں کی پشت، دونوں پستانیں جب کہ اچھی طرح اٹھ چکی ہوں اگر بالکل نہ اٹھی ہوں یا خفیف ابھری ہوں کہ سینہ سے جد اعضاء کی بیعت نہ پیدا ہوئی ہو تو سینہ کی تابع ہیں جد اعضاء نہیں اور پہلی صورت میں بھی ان کے درمیان کی جگہ سینہ ہی میں داخل ہے جد اعضاء نہیں پیٹ یعنی سینہ کی تابع ہیں جد اعضاء نہیں اور پہلی صورت میں ان کے درمیان کی جگہ سینہ ہی میں داخل ہے جد اعضاء نہیں پیٹ یعنی

سینہ کی حد مذکور سے ناف کے کنارہ زیریں تک یعنی ناف کا بھی پیٹ میں شمار ہے، پیٹھ یعنی پیچھے کی جانب سینہ کے مقابل سے کمر تک دونوں شانوں کے بیچ میں جو جگہ بغل کے نیچے سینہ کی حد زیریں تک دونوں کمرؤں میں جو جگہ ہے اس کا اگلا حصہ سینہ میں اور پچھلا حصہ پیٹھ میں داخل ہے اور اس کے بعد سے دونوں کمرؤں میں کم تک جو جگہ ہے اس کا اگلا حصہ پیٹ میں اور پچھلا حصہ پیٹھ میں داخل ہے دونوں سرین فرج و دُم دونوں رانیں کھٹنے بھی انہیں میں شامل ہیں ناف کے نیچے پیر و اور اس کے متصل جو جگہ ہے اور ان کے مقابل پشت کی جانب سب مل کر ایک عورت ہے، دونوں پنڈلیاں ٹخنوں سمیت دونوں تلوے اور بعض علماء نے دست اور تلوں کو عورت میں داخل نہیں کیا۔ (۱۶۰)

عورت کا چہرہ

عورت کا چہرہ اگرچہ عورت نہیں مگر بوجہ فتنہ غیر محرم کے سامنے منہ کھولنا منع ہے، یونہی اس کی طرف منہ کرنا غیر محرم کے لئے جائز نہیں اور چھو ماتو اور زیادہ منع ہے بحوالہ ”در مختار“ (۱۶۱)

باریک کپڑوں کا حکم

اتنا باریک کپڑا جس سے بدن چمکتا ہو ستر کے لئے کافی نہیں اس سے نماز پڑھی نہ ہوگی بحوالہ ”عالمگیری“۔ یونہی اگر چادر میں سے عورت کے بالوں کی سیاہی چمکے نماز نہ ہوگی (رضا) بعض عورتیں باریک ساڑھیاں اور بعض مرد تہبند باندھ کر نماز پڑھتے ہیں کہ ران چمکتی ہے اُن کی نمازیں نہیں ہوتیں۔ (۱۶۲)

چُست لباس کا حکم

دیز کپڑا جس سے بدن کا رنگ نہ چمکتا ہو مگر بدن سے بالکل ایسا چپکا ہوا ہے کہ دیکھنے سے عضو کی ہیئت معلوم ہوتی ہے ایسے کپڑے سے نماز ہو جائے گی مگر اس عضو کی طرف

۱۶۰۔ بہار شریعت، حصہ سوم، نماز کی شرطوں کا بیان، ص ۱۷۸-۱۷۹

۱۶۱۔ بہار شریعت: ۱/۳/۱۷۹

۱۶۲۔ بہار شریعت: ۱/۳/۱۷۹

دوسرے کو نگاہ کرنا جائز نہیں بحوالہ ”رد المحتار“ اور ایسا کپڑا لوگوں کے سامنے پہننا منع ہے اور عورتوں کے لئے بدرجہ اولیٰ ممانعت، بعض عورتیں بہت چُست جامے پہنتی ہیں اس مسئلہ سے سبق لیں۔ (۱۶۳)

اور جس کپڑے سے ستر عورت نہ ہو سکے علاوہ نماز کے بھی حرام ہے۔ (۱۶۴)

باریک و چُست لباس کی ممانعت کی دلیل

نبی ﷺ کا فرمان ہے:

كَمْ مِنْ تَغَابِيَاتٍ عَارِيَاتٍ (۱۶۵)

یعنی، کتنی کپڑے پہننے والیاں تنگیاں ہوں گی۔

عورتوں کو اس حدیث شریف پر غور کرنا چاہئے کہ نبی ﷺ نے ان باریک اور چُست لباس پہننے والی عورتوں کو تنگی فرمایا کو یا کہ انہوں نے لباس ہی نہیں پہنا ہوا اگرچہ بظاہر ان کے جسم پر لباس ہے۔

۱۶۳۔ بہار شریعت: ۱/۳/۱۷۹

۱۶۴۔ بہار شریعت: ۱/۳/۱۷۹

۱۶۵۔ امام مسلم نے روایت کیا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”مِنْ أَهْلِ النَّسْلِ أَرْهَمَ قَوْمٌ مَعَهُمْ سَبَاحٌ كَلَّا تَلِبِ الْبَغْرِ يَضْرِبُونَ بِهَا النَّسْلَ، وَتَسْلُءُ تَغَابِيَاتٍ عَلَيْهِنَّ، مُبَيَّلَاتٍ مَقْلَبَاتٍ: يُؤْمِسُهُنَّ كَأَسْنَمَةِ الْبُخْتِ الْمَذْبُوحَةِ، لَا يَدْخُلْنَ الْحَنَةَ وَلَا يَخْرُجْنَ رِيحًا وَلَا يَدْخُلْنَ الْبُخْتِ مِمَّنْ مَسِيرَةٌ كَذًا“ (صحیح مسلم، کتاب اللباس و الزینہ باب النساء الکلیات العلل، باب الخ، برقم: ۲۱۲۸، ص ۸۴۶، و کتاب الحنفہ و صفہ تعینہا الخ، باب الخ، یدخلون الحنفیون الخ، برقم: ۲۱۲۸، ص ۱۰۹۵)

یعنی، جنہیں کی دواہی قسمیں ہیں جن کو میں نے نہیں دیکھا جن کے پاس بیلوں کی دھوں کی طرح کوڑے ہیں جن سے وہ لوگوں کو مارتے ہیں، دوسرے وہ عورتیں جو لباس پہننے کے باوجود تنگیاں ہوں گی، وہ نادیات سے ہٹانے والی اور خود بھی جتنی ہوتی ہوں گی، اُن کے سر تن کی اونٹوں کی کوبان کی طرح ایک طرف جھکے ہوئے ہوں گے وہ جنت میں داخل ہوں گی نہ جنت کی خوشبو پائیں گی اور جنت کی خوشبو اتنی اتنی مسافت سے آتی ہے۔

امام نووی ثانی فرماتے ہیں یہ حدیث نبی ﷺ کے معجزات میں سے ہے، کیونکہ یہ دونوں قسمیں اب موجود ہو گئی ہیں اس میں اُن دونوں قسموں کی مذمت ہے۔ (شرح صحیح مسلم للنووی، ۱/۱۴/۱۶۲)

بہر حال جس بے ستری سے نماز فاسد ہو جاتی ہے وہ بے ستری طواف میں مکروہ تحریمی ہوگی، یعنی جو ستر پوشی نماز میں فرض ہے وہی طواف میں واجب اور سابقہ صفحات میں مرد اور عورت کے اعضاء ستر تفصیل کے ساتھ بیان کر دیئے گئے ہیں وہاں سے دیکھ کر حکم معلوم کیا جا سکتا ہے اور باریک لباس جس کی تفصیل پہلے گزری وہ اگر بظاہر کسی عضو کو ڈھکے ہوئے ہے لیکن حقیقت میں وہ عضو ننگا ہے یعنی نماز میں وہ عضو ننگا شمار ہوگا جس سے نماز فاسد ہو جائے گی اور طواف میں اس سے واجب کا (یعنی ستر عورت) ترک ہوگا اور پُخت لباس کہ جس کا ذکر پہلے کیا گیا اگرچہ اس سے نماز کا فرض اور طواف کا واجب ادا ہو جائے گا جب کہ مومن ہو مگر ممنوع ہے دوسروں کو تشویش میں ڈالنے اور گناہ میں مبتلا کرنے کے مترادف ہے اس سے بھی اجتناب ضروری ہے۔

عورتوں کی بے باکی

مولانا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ اپنے دور میں دوران طواف عورتوں کی بے باکی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

و من المنکر الفاحش ما یفعله الآن نسوة بمكة فی تلك البقعة من الاختلاط بالرجال و مزاحمتهم لهم فی تلك الحالة مع تزینتهن بأنواع الزينة، و استعمالهن ما یفوح منه الروائح العطر فیشوش بذلك علی متورعی الطائفین، و يستجلبن بسببه نظره الباقین، و ربما طاف بعضهن بکشف شیء من اعضائهن لاسیما من أیدیهن و أرجلهن، و قد تقع معاستهن فتتقض الطهارة عند الشافعية و تنعدم صحة طوافهن و طواف من مسهن (۱۶۶)

یعنی، منکرات فاحشہ میں سے ہے جو اب عورتیں مکہ معظمہ میں کرتی ہیں اس مبارک خطے میں مردوں کے ساتھ اختلاط اور اس حال میں مختلف قسم

کی زینتوں سے مومن ہو کر ان کے مردوں کے ساتھ بھڑ اور ان کا ایسی خوشبوئیں استعمال کرنا کہ جن کی خوشبو اٹھتی ہو پس وہ اس سے پرہیز گار طواف کرنے والوں پر تشویش کا سبب بنتی ہیں، اور باقیوں کی نظریں اپنی طرف متوجہ کراتی ہیں، بسا اوقات بعض اعضاء کے ننگے ہونے کے ساتھ طواف کرتی ہیں خاص طور پر ان کی کلائیوں اور پاؤں اور کبھی ننگے ہاتھ پاؤں دوسروں سے مس ہوتے ہیں کہ جس سے شافعی حضرات کے ہاں وضو ٹوٹ جاتا ہے، ان کا اپنا طواف اور جسے وہ لگیں سب کے طواف کا صحیح ہو نامعہدم ہو جاتا ہے۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ اپنے دور میں دوران سچی عورتوں کی بے باکی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

بعض عورتوں کو میں نے دیکھا کہ بے باکی سے سچی کرتی ہیں کہ ان کا کلائیوں اور گانگوں کھلا رہتا ہے اور یہ خیال نہیں کہ مکہ معظمہ میں معصیت کرنا نہایت سخت بات ہے کہ یہاں جس طرح ایک نیکی لاکھ کے برابر ہے وہیں ایک گناہ لاکھ گناہ کے برابر بلکہ یہاں تو یہاں کعبہ معظمہ کے سامنے بھی وہ اسی حالت سے رہتی ہیں بلکہ اسی حالت میں طواف کرتے دیکھا حالانکہ طواف میں ستر کا چھپا ماعلا وہ اس فرض دائمی کے واجب بھی ہے تو ایک فرض دوسرے واجب کے ترک سے دو گناہ کئے وہ بھی کہاں بیت اللہ کے سامنے اور خاص طواف کی حالت میں، بلکہ بعض عورتیں طواف کرنے میں خصوصاً حجر اسود کو بوسہ دینے میں مردوں میں گھس جاتی ہیں اور ان کا بدن مردوں کے بدن سے مس کرنا رہتا ہے مگر ان کو اس کی کچھ پرواہ نہیں حالانکہ طواف یا بوسہ حجر اسود ثواب کے لئے کیا جاتا ہے مگر وہ عورتیں ثواب کے بدلے گناہ مول لیتی ہیں، لہذا ان امور

کی طرف حجاج کو خصوصیت کے ساتھ توجہ کرنی چاہئے اور ان کے ساتھ عورتیں ہوں انہیں بتا کر ایسی حرکات سے منع کرنا چاہئے۔ (۱۶۷)

مولا علی قاری اور صدر الشریعہ علیہما الرحمہ نے اپنے اپنے دور کی بات کی، جن عورتوں کو انہوں نے دیکھا وہ بے باکی، بے پردگی، بے حیائی، بے حسی، مافرمانی میں آج کی عورت سے ہزار ہا درجے مذکورہ امور میں کم تھیں، وہ اُس دور کی بات کرتے ہیں جب چادر، چادر دیواری کا تھوڑا سا وجود تھا آج یہ تھوڑا سا چھٹا ہو چکا ہے۔ اُس دور میں عورتوں کی اکثریت باپردہ تھی آج اکثر مردوں کی عقل باپردہ ہے، اُس دور میں بے پردگی و بے حیائی عیب سمجھی جاتی تھی اور آج پردہ و حیاء عیب تھوڑے رکھے جانے لگے ہیں الامان والحفیظ اس وقت مرد حاکم تھے اب ان کی اکثریت محکوم، لہذا اس وقت کا مرد غیرت مند تھا آج غیرت اقل قلیل ہوتی جا رہی ہے، اس وقت بے حیائی و فحاشی کو فروغ دینے کے لئے پرنٹ و الیکٹرانک میڈیا موجود نہ تھا، آج ملکی و غیر ملکی میڈیا ان کے فروغ میں دن رات کوشاں ہے، اس دور میں عورت اپنے شوہر کی فرمانبردار تھی آج اکثریت مافرمان، اس دور میں شوہر کی فرمانبرداری عورت کا فخر تھی، آج مافرمانی باعزت افتخار، وغیرہ ذالک

تو اتنے بڑے فرق اور اتنی عظیم تبدیلی کے بعد یہ اندازہ لگانا کہ آج کیا حالت ہوگی یہ کوئی مشکل امر نہیں ہے، جب گناہ ثواب سمجھ کر، مافرمانی طاعت سمجھ کر کئے جانے لگیں تو بات ہی ختم ہو جاتی ہے۔

مردوں کی ذمہ داری

جو عورتیں ممنوعات شرعیہ کا دیدہ دانستہ ارتکاب کرتی ہیں اُن کے وارث یا شوہر اگر انہیں اس سے منع نہیں کرتے یا اس پر راضی ہیں تو وہ بھی اُن کی طرح سخت گنہگار ہوں گے کیونکہ اُن کی عورتیں اُن کی رعیت ہیں اور قیامت میں ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا اور پھر گناہ پر رضا بھی گناہ ہے۔ لہذا مردوں پر فرض ہے کہ وہ اپنی عورتوں کو گناہ سے روکیں ورنہ بھی ان عورتوں کی طرح آخرت میں عذاب خداوندی میں گرفتار ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے مردوں اور عورتوں کو ہدایت عطا فرمائے، آمین بجاہ سید المرسلین سیما محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

يوم الثلاثاء، ١٦ ذی الحجة ١٤٢٨ھ، ٢٥ دسمبر ٢٠٠٧ م (New 31-F)

سعی کے چکروں میں تفریق کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ میں اور میری بیوی عمرہ ادا کر رہے تھے ہم نے طواف کر لیا سعی شروع کی سخت بھڑکی وجہ سے ہم نے صرف تین چکر بمشکل کئے اور اسے پورا کرنا ہمارے بس میں نہ رہا لہذا ہم دونوں باہر نکل گئے دوسرے دن آکر ہم نے باقی کے چار چکر سعی کی اور حلق و تقصیر کروایا۔ تو اس صورت میں ہم پر کوئی ذمہ وغیرہ تو لازم نہیں ہوا؟

(السائل: ایک حاجی از بلیک ٹوئرز، مکہ مکرمہ)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَتَقْدِاسِ الْجَوَابِ: سعی کے چکروں کا تسلسل قائم رکھنا مسنون ہے، چنانچہ علامہ رحمۃ اللہ سندھی حنفی سعی کی سنتوں کے بیان میں لکھتے ہیں:

والمواالات بین أشواطہ (۱۶۸)

یعنی، سعی کے چکروں کے مابین مواالات مسنون ہے۔

جب کہ انہی کی دوسری کتاب میں ہے کہ مستحب ہے جیسا کہ مولا علی قاری حنفی متوفی

۱۰۱۴ھ ذکر کرتے ہیں:

هذا مخالف بظاهر لما قاله في "الكبير" (۱۶۹): والمواالات

ليست بشرط بل هي مستحبة، فلو فرق السعي تفریقاً كثيراً

۱۶۸۔ لب لباب المناسك (مع شرحه للقلبي)، باب السعي بين الصفا والحرة، فصل في سننه، ص ۱۹۷

۱۶۹۔ محامع المناسك، باب السعي بين الصفا والحرة، فصل في شرائط صحة السعي، ص ۱۳۹۔

۱۷۰۔ فی الطبعۃ المحمودیۃ، مطبوعۃ بلفغانسلان، ص ۲۰۸

كأن سعي كل يوم شوطاً أو أقل لم يطل سعيه، ويستحب أن يستأنف يعني إن فعله بغير عذر، ثم اظهر أن الموالاة بين أجزاء شوط السعي أيضاً مستحبة (۱۷۰)

یعنی، یہ بظاہر اس کے مخالف ہے جو (مصنف لباب علامہ رحمت اللہ سندھی نے) ”کبیر“ میں فرمایا (علامہ رحمت اللہ سندھی نے مناسک میں تین کتابیں تحریر فرمائیں ان میں سے ایک ”منک صغیر“ ہے دوسری وہ جس کی شرح مولانا علی قاری اور دیگر علماء احناف نے فرمائی اور تیسری ”کبیر“ ہے جس کے قسطنطنیہ (۱۲۸۹ھ) اور افغانستان میں چھپے ہوئے دو نسخے ہماری لائبریری میں موجود ہیں چنانچہ کبیر میں فرمایا) سعي کے چکروں میں تسلسل شرط نہیں بلکہ مستحب ہے، پس اگر سعي کے چکروں میں تفریق کثیر کی جیسے ہر روز ایک چکر سعي کی یا ہر روز ایک چکر سے کم سعي کی (اور اس طرح سعي کے سات چکر مکمل کئے تو) اس کی سعي باطل نہ ہوگی اور (ایسی صورت میں) مستحب ہے کہ اگر بلا عذر ایسا کیا تو سعي از سر نو کرے، پھر ظاہر ہے کہ سعي کا ایک چکر کے اجزاء میں بھی تسلسل مستحب ہے۔ اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

دویم موالاة میان اشواط سعي و میان اجزاء اشواط آن، پس اگر تفریق کرد سعي را چنانکہ سعي کرد ہر روزے یک شوط یا کمتر از ان باطل نکرده سعي، و مستحب باشد احتیاف سعي اگر بغير عذر کرده باشد (۱۷۱)

یعنی، سعي کی دوسری سنت سعي کے چکروں میں موالاة اور اس کے چکروں میں سے ہر چکر کے اجزاء میں موالاة (یعنی ان میں تسلسل)

۱۷۰۔ المسلك المنقسط في المنسك المتوسط، باب السعي بين الصفوف العروة، فصل في سنته ص ۱۹۷-۱۹۸

۱۷۱۔ حجة القلوب في زيارة المحبوب، باب جهل در بیان سعي بين الصفوف العروة، فصل اول، اما

ہے پس اگر سعي میں تفریق کی جیسے ہر روز ایک چکر یا اس سے کم کیا تو سعي باطل نہ ہوگی اور مستحب ہے کہ اگر ایسا بغیر کسی عذر کیا ہو تو سعي از سر نو کرے۔

علامہ رحمت اللہ سندھی نے ”کبیر“ میں موالاة میں السعي کو مستحب لکھا ہے اس کے بارے میں مولانا علی قاری لکھتے ہیں:

و مع هذا في إعادة السعي المؤدى بترك الاستحباب محل نظر إذا السعي ليس عبادة مستقلة و كذا لم يعد تكراره طاعة بخلاف الصلاة و الطواف و نحوهما (۱۷۲)

یعنی، اس کے باوجود اس سعي کا اعادہ جو ترک استحباب کے ساتھ ادا کی گئی محل نظر ہے، کیونکہ سعي عبادت مستقلة نہیں ہے اسی وجہ سے اس کا تکرار طاعت نہیں بلکہ خلاف نماز و طواف وغیرہما کے۔

لہذا صحیح یہی ہے کہ سعي کے چکروں اور ہر چکر کے اجزاء میں تسلسل سنت ہے جیسا کہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی نے ”لباب المناسک“ میں اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی نے ”حیاء القلوب“ میں لکھا ہے۔

اور صورت مسئلہ میں درست ہوگئی اور کوئی جزاء بھی لازم نہیں ہے ہاں اگر سعي کے چکروں میں تفریق بلا عذر واقع ہوئی تھی تو مستحب تھا کہ اس کا اعادہ کرتے۔

والله تعالى أعلم بالصواب

يوم الخميس، ۴ ذوالحجۃ ۱۴۲۸ھ، ۱۳ دسمبر ۲۰۰۷ م (New 13-F)

قارن اگر عمرہ کی سعي نہ کر سکے تو اس کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہم میاں بیوی نے کراچی سے قرآن کا احرام باندھا اور آٹھ ذوالحجہ کو مکہ مکرمہ پہنچے جب کہ حاجی منی روانہ

ہو چکے تھے ہم نے صرف عمرہ کا طواف کیا اور سعی کے بغیر منیٰ روانہ ہو گئے ہم نے طوافِ قدوم بھی نہ کیا اس طرح نو تاریخ کو وقوفِ عرفات کیا اور دس کو مزدلفہ سے منیٰ آئے رمی کے بعد قربانی کی اور حلق و تقصیر کے ذریعے احرام سے فارغ ہو گئے پھر طوافِ زیارت کیا اور حج کی سعی کی۔ اس صورت میں ہمارا حج قرآن واقع ہوا یا نہیں اور عمرہ کی سعی نہ کرنے پر ہم پر کیا لازم ہوگا؟ جواب عنایت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

(السائل: محمد امین، مکہ مکرمہ)

بِسْمِ اللَّهِ تَعَالَى وَتَقْدَاسِ الْجَوَابِ: صورتِ مسئلہ میں قرآن باطل نہ ہوا کیونکہ صحبتِ قرآن کی شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ وہ وقوفِ عرفات سے قبل عمرہ کا مکمل یا اکثر طواف کر لے اور وہ انہوں نے کر لیا چنانچہ علامہ رحمۃ اللہ بن قاضی عبد اللہ بن قاضی امین امین سندھی حنفی لکھتے ہیں اور ان سے علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ نے لکھا:

الثالث: أَنْ يَطُوفَ الْعُمْرَةَ كُلَّهُ أَوْ أَكْثَرَهُ قَبْلَ الْوُقُوفِ بِعَرَفَةَ (۱۷۲)

یعنی، صحبتِ قرآن کی تیسری شرط یہ ہے کہ قارن وقوفِ عرفہ کے وقت (یعنی نو تاریخ کو زوال کے وقت) میں وقوف کرنے سے قبل عمرہ کا مکمل یا اکثر (یعنی کم از کم چار چکر) طواف کر لے۔

اس لئے وہ قارن ہی رہے چنانچہ مسئلہ صورت کے بارے میں خلا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

فَبَتَى قَارِئاً (۱۷۴)

یعنی، پس وہ قارن باقی رہا۔

اور اسی صورت کے بارے میں علامہ رحمۃ اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

وَلَوْ طَافَ لَهَا أَرْبَعَةُ أَشْوَاطٍ لَمْ يَصِرْ رَاقِضاً بِالْوُقُوفِ لِأَنَّهُ أَتَى

بِالْأَكْثَرِ وَبَقِيَ قَارِئاً (۱۷۵)

اور علامہ علاؤ الدین ہسکلی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

فَلَوْ أَتَى لَمْ تَبْطُلْ مَلْخَصاً (۱۷۶)

یعنی، پس اگر وہ (وقوفِ عرفہ سے قبل صرف طواف پورا یا اکثر چکر کر لیتا ہے تو) قرآن باطل نہیں ہوتا۔

اب سوال یہ ہے کہ وہ عمرہ کے بقیہ افعال جیسے طوافِ عمرہ کے کم چکر اور سعی کب ادا کرے تو فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ انہیں دس ذوالحجہ کو پورا کر لے چنانچہ علامہ رحمۃ اللہ سندھی حنفی طوافِ عمرہ کے کم چکروں کے بارے میں لکھتے ہیں:

وَعَلَيْهِ أَنْ يَتِمَّ بَقِيَةَ الطَّوْفِ يَوْمَ النَّحْرِ (۱۷۷)

یعنی، ان کو یومِ نحر (یعنی دس ذوالحجہ) میں پورا کرے۔

اور یہ بات کہ دس ذوالحجہ کو پہلے عمرہ کے باقی افعال ادا کرے یا طوافِ زیارت کرے تو وہ پہلے افعالِ عمرہ مکمل کرے اس لئے کہ وہ دنے ہیں پہلے واجب ہو چکے ہیں چنانچہ علامہ رحمۃ اللہ بن قاضی عبد اللہ سندھی حنفی (۱۷۸) طوافِ عمرہ کے رہے ہوئے کم پھيروں کے بارے میں لکھتے ہیں اور ان سے علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی (۱۷۹) متوفی ۱۲۵۲ھ نے نقل کیا:

وَأَتَمَّ الْبَاقِيَ قَبْلَ طَوَافِ الزِّيَارَةِ

یعنی، اور باقی کو طوافِ زیارت سے قبل پورا کر لے۔

۱۷۵۔ محامع المناسك و تفع المناسك، ص ۲۰۵، المحمودية، ص ۳۰۸

۱۷۶۔ النور المختار: ۳/۳۴۹

۱۷۷۔ محامع المناسك، ص ۳۰۸، نسخة أخرى، ص ۳۰۸

۱۷۸۔ لباب المناسك (مع شرحه للقلبي)، ص ۲۸۵

۱۷۹۔ رد المحتل على الدر المختل، كتاب الحج، باب القرآن، تحت قوله وَصِيَّةُ يَوْمِ النَّحْرِ، ۳/۳۴۹

۱۷۳۔ لباب المناسك (مع شرحه للقلبي)، باب القرآن، فصل في شرائط صحة القرآن، ص ۲۸۵

أيضاً محامع المناسك، باب القرآن، فصل في شرائط صحة القرآن، ص ۲۰۵، مطبعة المطبعة

المحمودية بالقسطنطينية ۱۲۸۹ھ، ص ۳۰۷، مطبعة: اقتباسات

أيضاً رد المحتل على الدر المختل، المحتل (۳)، كتاب الحج، باب (۱) القرآن، ص ۲۳۳

۱۷۴۔ المسلك المنقسط في المناسك المنقسط، ص ۲۸۵

اس حکم کی وجہ بیان کرتے ہوئے شارح موطا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

لاستحقاقها في التمتع قبله

یعنی، کیونکہ طوافِ عمرہ کے باقی پھیرے ذمے میں طوافِ زیارت قبل

واجب ہو چکے۔

اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ طوافِ زیارت فرض ہے اور طوافِ عمرہ کے باقی کم

پھیرے واجب چنانچہ لکھتے ہیں:

ولو كان الباقي من الأشواط واجبا، وهو دون الأقوى من

طواف ركن الحج (۱۸۰)

یعنی، اگرچہ طوافِ عمرہ کے باقی کم چکر واجب ہیں اور وہ حج کے رکن

طوافِ زیارت جو کہ قوی تر ہے سے درجے میں کم ہے۔

اب نتیجہ یہ نکلا کہ انہیں وقوفِ عرفہ کے بعد باقی رہے ہوئے افعالِ عمرہ کو پورا کرنا تھا

یعنی رمی، قربانی اور طوافِ زیارت سے بھی قبل اسی لئے علامہ حاکمی نے لکھا کہ اسے یومِ نحر میں

پورا کرے اور علامہ شامی نے لکھا کہ طوافِ زیارت سے بھی قبل ادا کرے، علت یہ بیان کی کہ

وہ ذمے میں پہلے واجب ہوئے ہیں اور مذکور صورت میں عمرہ کے افعال میں سے صرف سعی

باقی تھی اسے یومِ نحر (دس تاریخ) کے تمام افعال سے پہلے ادا کرنا تھا کہ ان کا استحقاق پہلے

ہے، وقوفِ مزدلفہ کو شمار اس لئے نہ کیا گیا وہ وقوفِ عرفہ کے آخری وقت یعنی دس ذوالحجہ کی

طلوعِ فجر کے ساتھ متصل ہے اور اس کا وقت بھی مختصر ہے جو جلد فوت ہو جاتا ہے اور اسی

واجب کی ادائیگی میں بقیہ افعالِ عمرہ کی ادائیگی میں تاخیر بھی نہیں ہوتی کہ طلوعِ فجر کے بعد جو

حاجی مزدلفہ سے گزر گیا تو بھی اس کا یہ واجب ادا ہو گیا۔ تو بقیہ افعالِ عمرہ کی ادائیگی کا صحیح وقت

وقوفِ مزدلفہ کے بعد تھا اور اگر دسویں تاریخ کی رمی کے بعد رہے ہوئے عمرہ کے افعال ادا

کرنا تو بھی کچھ لازم نہ آتا اسی طرح دمِ شکر کے جانور کو ذبح کرنے کے بعد ادا کرنا تو بھی کچھ

لازم نہ ہوتا کہ حاجی اس وقت تک حالتِ احرام میں ہوتا ہے اور عمرہ کا طواف حالتِ احرام میں

۱۸۰۔ المسلك المنقسط في المنسك المتوسط، باب القران، فصل في شرائط صحة القران، ص ۲۸۵

ہی ادا ہوتا ہے اس حال میں وہ عمرہ کے رہے ہوئے کم چکر دیتا تو حالتِ احرام میں ہی دیتا،

اسی طرح عمرہ کی سعی میں احرام کا ہونا واجب ہے، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی

۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

سيوم بقاء احرام در وقت سعی عمرہ (۱۸۱)

یعنی، تیسرا واجب یہ ہے کہ عمرہ کی سعی کے وقت احرام باقی ہو۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ علامہ رحمت اللہ سندھی کی ”لباب المناسک“

کے حوالے سے لکھتے ہیں:

عمرہ کی سعی میں احرام واجب ہے۔ (۱۸۲)

تو اس وقت یعنی قربانی کے بعد حلق سے قبل اگر سعی کر لیتے تو حالتِ احرام میں ہی

کرتے مگر وہ انہوں نے نہ کی بلکہ حلق و قصر کے ذریعے احرام کھول دیا، سعی تو اب بھی کرنی ہے

کہ ادا ہو جائے گی اس لئے کہ عمرہ کی سعی میں احرام کا باقی ہونا صحتِ سعی عمرہ کی شرط نہیں ہے،

چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

و اگر سعی عمرہ باشد پس بقاء احرام در حال شرط نیست و لیکن واجب

است (۱۸۳)

یعنی، اگر سعی عمرہ کی ہو تو اس حال میں بقاء احرام شرط نہیں لیکن واجب ہے۔

اور اس صورت میں ان سے ایک واجب ترک ہو گیا وہ یہ کہ اسی احرام میں وہ عمرہ کی

سعی ادا کرتے اس لئے اب حلق کے بعد سعی بھی کریں گے اور ترک واجب کا دم بھی دیں گے،

چنانچہ موطا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

يتفرع عليه أنه لو طاف ثم حلق، ثم سعی صح سعيه، و عليه

دم لتحلله قبل وقته و سبقه على واجبه (۱۸۴)

۱۸۱۔ حياة القلوب في زيارة المحبوب، باب جهل ۴ فصل لؤل، ص ۱۵۸

۱۸۲۔ بہار شریعت، حصہ ششم، مفاہروہ کی سعی، ص ۴۷۳

۱۸۳۔ حياة القلوب في زيارة المحبوب، باب جهل ۴ فصل لؤل، ص ۱۵۸

۱۸۴۔ المسلك المنقسط في المنسك المتوسط، باب السعي، فصل في شرائط صحة السعي، ص ۱۹۳

یعنی، اس پر یہ متفرع ہوتا ہے کہ اگر اس نے طوافِ عمرہ کیا پھر (سعیِ عمرہ سے قبل) حلق کیا، پھر سعی کی تو اس کی سعی صحیح ہوگئی (کہ بقاءِ احرامِ صحیح سعی کی شرط نہیں) اور اس پر دم لازم ہوگا کہ اس نے احرام کھولنے کا وقت آنے سے قبل احرام کھول دیا اور ایک واجب (یعنی احرام کو باقی رکھتے ہوئے عمرہ کی سعی کرنا کہ یہ واجب ہے تو انہوں نے اس واجب) کی ادائیگی پر (حلق کے ذریعے) احرام کھولنے کو مقدم کر لیا۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

تا آنکہ حلق کر دے بعد از طوافِ عمرہ، بعد از ان سعی کر دے لازم آید دم دے دم (۱۸۵)

یعنی، یہاں تک کہ اگر طوافِ عمرہ کے بعد حلق کر لیا اس کے بعد سعی کی تو اس پر دم لازم آئے گا۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی لکھتے ہیں:

اگر طواف کے بعد سر موٹو لیا پھر سعی کی تو سعی ہوگئی مگر چونکہ واجب ترک ہوا لہذا دم واجب ہے۔ (۱۸۶)

”بہار شریعت“ میں مسئلہ علامہ رحمت اللہ کی ”ثلباب“ کے حوالے سے مذکور ہے لیکن یہ اس مقام پر ”ثلباب“ میں نہیں بلکہ ”شرح الثلباب للقاری“ میں ہے، شاید حوالہ نقل کرنے میں کاتب سے سہو واقع ہو گیا ہو۔

اور جو ایک سعی وہ کر چکے وہ عمرہ کی سعی ہوگی کہ وہ دمے میں پہلے واجب ہو چکی تھی، ظاہر ہے کہ وہ بھی حلق کے بعد کی گئی ہے اس لئے سقوطِ دم کو مفید نہ ہوئی اور اب ان پر ایک سعی باقی ہے وہ حج کی سعی وہ جب بھی ادا کریں گے ادا ہو جائے گی اور طوافِ قدوم جو قارن کے لئے مسنون ہے اور اس کے ترک پر اسائت لازم آتی ہے وہ ان سے ترک ہوا جس کی وجہ سے

کوئی کفارہ لازم نہ ہوگا، اب صرف ایک سعی کریں گے اور ترک واجب کی وجہ سے ایک دم اور پکی تو بیان پر لازم ہوگی کہ ترک واجب گناہ ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

يوم الاثنين، ۱۵ ذی الحجة ۱۴۲۸ھ، ۲۴ دسمبر ۲۰۰۷ م (New 30-F)

آبِ زمزم کس نیت سے پیا جائے؟

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ آبِ زم

زم پیتے وقت کیا دعا مانگنی چاہئے اور آبِ زم زم کس نیت سے پینا چاہئے؟

(السائل: ریحان بن ابوبکر)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ

عنه فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے آبِ زم زم کے بارے میں ارشاد فرمایا:

”إِنَّهَا مَبْرُكَةٌ وَإِنَّهَا طَعَامٌ طَعِيمٌ وَ شِفَاءٌ سَقِيمٌ“ رواہ مسلم فی

فضائل الصحابة فی رضی اللہ تعالیٰ عنہم

یعنی، ”یہ (آبِ زم زم) برکت والا ہے اور یہ بھوکے کے لئے کھانا اور

بیمار کے لئے شفا ہے“۔ اس حدیث کو امام مسلم نے اپنی ”صحیح“ کے

فضائل الصحابة میں روایت کیا ہے۔

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”مَاءٌ زَمْزَمٌ لِّمَا شَرِبَ“ أَخْرَجَهُ أَحْمَدُ فِي ”الْمُسْنَدِ“ (۳۵۷/۳)

و ابن ماجہ فی المناسک فی باب الشرب من زمزم

یعنی، ”آبِ زم زم اس مقصد کے لئے ہے جس مقصد کے لئے پیا

گیا“۔ اس حدیث کو امام احمد نے ”المسند“ میں اور امام ابن ماجہ نے

”سنن ابن ماجہ“ کے مناسک میں روایت کیا ہے۔

مندرجہ بالا اسطور میں مذکور احادیث سے واضح ہے کہ آب زم زم جس مقصد کے لئے پیا جائے وہ مقصد حاصل ہوتا ہے کھانا سمجھ کر پیا جائے تو بھوک مٹائے گا، امراض کے علاج سمجھ کر پیا جائے تو شفاء حاصل ہوگی۔

مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۷ھ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اگر پیاس بجھانے کے لئے پیا جائے تو پیاس بجھائے اگر بیماری سے شفاء کے لئے پیئے تو شفا حاصل ہو۔ (۱۸۷)

اور امام ابو زکریا یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

و قد شرب جماعة من العلماء ماء زمزم لمطلب لهم جلیلة فنالوها (۱۸۸)

یعنی، علماء کرام کی ایک بڑی جماعت نے آب زم زم کو اپنے اہم مطالب اور بڑے مقاصد کی برآوری کے لئے پیا تو وہ مطالب و مقاصد انہیں حاصل ہو گئے۔

اور علامہ حسین بن محمد سعید عبد الغنی لکھتے ہیں، ہمارے شیخ قاضی القضاة عسقلانی شافعی فرماتے ہیں:

ولا يحصى كم شربه من الأئمة لأموالهم

یعنی، شمار نہیں کیا جاسکتا کہ کتنے ائمہ نے آب زم زم کئی امور کے حصول کے لئے پیا تو انہوں نے پالئے۔

اور لکھتے ہیں:

و عن جماعة من العلماء أنهم شربوه لمقاصد فحصلت (۱۸۹)

یعنی، علماء کی ایک جماعت سے مروی ہے کہ انہوں نے کئی مقاصد کے

۱۸۷۔ حجة القلوب فی زیارة المحبوب، باب سیوم، فصل سیوم، ص ۱۳۸

۱۸۸۔ شرح الإيضاح فی مناسك الحج، الباب الخمس فی المقام بمكة، الخ، ص ۴۴۱

۱۸۹۔ زاد السلي باب المتفرقات، فصل و يستحب إلا كمال من شرب ماء زمزم، ص ۵۴۴

لئے آب زم زم پیا پس وہ مقاصد انہیں حاصل ہو گئے۔

اس لئے عام آدمی کو چاہئے کہ آب زم زم گناہوں کی بخشش اور امراض کی شفا کی غرض سے پیئے اور اگر کوئی خاص مرض ہو تو خصوصی طور پر اس کی نیت کرے، کسی بُری عادت میں مبتلا ہے تو اس کو چھوڑنے کی نیت کرے، قرآن کریم یاد نہیں ہوتا یا رہتا تو اس کی نیت کرے، کند ذہن ہے یا کم فہم ہے تو ان سے نجات کی نیت کرے، علم دین کے حصول کی نیت کرے، اور زبان سے کہنا ضروری نہیں جس ارادے سے پیئے گا حاصل ہوگا اگرچہ زبان سے کہنا افضل ہے، چنانچہ امام نووی شافعی لکھتے ہیں:

فيستحب لمن أراد الشرب للمغفرة أو الشفاء من مرض و نحوه أن يستقبل القبلة ثم يذكر اسم الله تعالى ثم يقول: اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِرِسْوَتِكَ عَزَّ وَجَلَّ: مَاءَ زَمْزَمَ لِمَا شَرِبْتُ لَهُ اللَّهُمَّ وَ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِتَقْوِيٍّ، اللَّهُمَّ قَاغِيْرِيْ أَوْ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مُسْتَشْفِيًّا بِهِ مِنْ مَرَضِيْ اللَّهُمَّ قَاغِيْرِيْ وَ نحوه هذا (۱۹۰)

یعنی، پس اس شخص کے لئے مستحب ہے جو مغفرت یا مرض وغیرہ سے شفاء کے لئے آب زم زم پینا چاہتا ہے کہ قبلہ رو ہو کر پھر بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھے پھر کہے: ”اے اللہ مجھے یہ حدیث پہنچی کہ تیرے رسول ﷺ نے فرمایا: آب زم زم اس غرض کے لئے ہے کہ جس کے لئے اسے پیا جائے، اے اللہ! میں اسے پیتا ہوں تاکہ تو مجھے بخش دے یا اے اللہ! میں اسے پیتا ہوں اس کے ذریعے اپنے مرض سے شفاء چاہتے ہوئے، اے اللہ! پس تو مجھے شفا عطا فرما دے“ اور مثل اس کے (دیگر امراض کے لئے دیگر کلمات سے دعا کرے)۔

اور لکھتے ہیں:

و يستحب أن يتنفس ثلاثاً و يتنصع منه أي يمتلي فإذا فرغ

حمد اللہ تعالیٰ (۱۹۱)

یعنی، مستحب ہے کہ تین سانس میں پیئے اور پیٹ بھر کر پیئے پس جب فارغ ہو تو اللہ تعالیٰ کی حمد کرے۔

علامہ حسن بن محمد سعید عبدالغنی کی حنفی لکھتے ہیں:

و كَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا إِذَا شَرِبَ مَاءَ زَمْزَمَ قَالَ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ عِلْمًا نَافِعًا وَ رِزْقًا وَاسِعًا وَ شِفَاءً مِنْ كُلِّ دَاءٍ (۱۹۲)
یعنی، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جب آب زم زم پیتے تو کہتے:
اے اللہ! میں تجھ سے مافع علم، وسیع رزق اور ہر مرض سے شفاء کا سوال کرتا ہوں۔

اور لکھتے ہیں:

و فِي قَوَائِدِ أَبِي بَكْرٍ بْنِ الْمَقْرِيٍّ مِنْ طَرِيقِ سُوَيْدِ بْنِ سَعِيدٍ الْمَذْكُورِ قَالَ: رَأَيْتُ ابْنَ الْمُبَارَكِ دَخَلَ زَمْزَمَ فَقَالَ: اللَّهُمَّ إِنَّ ابْنَ الْمُؤْمَلِ حَدَّثَنِي عَنْ ابْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: "مَاءُ زَمْزَمَ لِمَا شَرِبَ لَهُ" قَاتِي أَسْرَتِهِ لِعَطَشِي يَوْمَ الْيَقْيَاةِ (۱۹۳)

یعنی، فوائد ابی بکر بن المقری میں سدید بن سعید مذکور کے طریق سے مروی ہے فرماتے ہیں میں نے حضرت ابن المبارک کو دیکھا کہ وہ زم زم (کے کنوئیں میں) داخل ہوئے، پس کہا اے اللہ! بے شک ابن المؤمل نے مجھے حدیث بیان کی، ابن الزبیر سے، انہوں نے روایت کی حضرت

۱۹۱۔ شرح الإيضاح في المناسك للنووي، الباب الخامس في المقام بسكة الخي، ص ۴۴۱

۱۹۲۔ رِشْلَا السُّلَى إِلَى مَنَاسِكَ الْمَلَا عَلَى الْقَلَى، بَابِ الْمَتَفَرِّقَاتِ، فَصْلٌ وَيَسْتَحِبُّ الْإِكْتِلَافُ مِنَ

شَرِبَ مَاءَ زَمْزَمَ، ص ۵۴۳

۱۹۳۔ رِشْلَا السُّلَى إِلَى مَنَاسِكَ الْمَلَا عَلَى الْقَلَى، ص ۵۴۴

جامد رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آپ زم زم اس کا فائدہ دیتا ہے کہ جس کے لئے پیا جائے، پس میں اسے قیامت کے اپنی پیاس بجھانے کے لئے پیتا ہوں۔

اور لکھتے ہیں:

و عَنْ الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ أَنَّهُ شَرِبَهُ لِلرَّمْيِ، فَكَانَ بِصِيبٍ فِي عَشْرَةِ تَسْعَةٍ، وَ شَرِبَهُ الْحَاكِمُ لِحَسَنِ التَّصْنِيفِ وَ لُغَيْرِ ذَلِكَ فَكَانَ أَحْسَنَ أَهْلِ عَصْرِهِ تَصْنِيفًا وَ قَالَ شَيْخُنَا قَاضِي الْقَضَاةِ شَهَابُ الدِّينِ الْعَسْقَلَانِيُّ الشَّافِعِيُّ: وَ أَنَا شَرِبْتُهُ فِي بِلَادَةِ طَنْبِ الْحَدِيثِ أَنْ يَرْزُقَنِي اللَّهُ حَالَةَ الْمُهَيِّبِ فِي حِفْظِ الْحَدِيثِ، ثُمَّ حَجَّجْتُ بَعْدَ مِلَّةٍ تَقَرَّبَ مِنْ عَشْرِينَ سَنَةً، وَ أَنَا أَجِدُ مِنْ نَفْسِي الْحَزِيَّةَ عَلَى تِلْكَ الرَّبَّةِ، فَسَأَلْتُ رَتْبَةً أَعْلَى مِنْهَا وَ أَرْجُو اللَّهُ أَنْ أَتَالَ ذَلِكَ مِنْهُ اه (۱۹۴)

یعنی، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ انہوں نے تیر اندازی کے لئے زم زم پیا تو ان کے دس میں سے نو نشتانے اپنے ٹھکانے پر لگے، اور امام حاکم نے حسن تصنیف کے لئے پیا تو وہ اہل زمانہ میں سب سے اچھے مصنف ہو گئے اور ہمارے شیخ قاضی القضاۃ شہاب الدین عسقلانی نے فرمایا کہ میں نے طلب حدیث کی ابتداء میں اس نیت سے پیا کہ اللہ تعالیٰ مجھے حفظ حدیث میں امام ذہبی کی حالت عطا کر دے پھر میں نے تقریباً اس کے بعد دس سال بعد حج کیا اور میں اپنے آپ میں اس رتبے پر زیادتی پاتا ہوں پس میں اس سے اعلیٰ مرتبے کا سوال کرتا ہوں، اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں امید رکھتا ہوں کہ میں اس کو پا لوں گا۔

۱۹۴۔ رِشْلَا السُّلَى إِلَى مَنَاسِكَ الْمَلَا عَلَى الْقَلَى، ص ۵۴۴

اور لکھتے ہیں:

و العبد الضعیف یرجوا اللہ سبحانہ شربہ للإستقامة و الوقاة
علی حقیقة الإسلام معها ھ من "فتح القلید" (۱۹۵)
یعنی، اور بندہ ضعیف اللہ تعالیٰ سے آپ زم زم کے پینے میں اُمید رکھتا
ہے، استقامت اور اس کے ساتھ حقیقت اسلام پر وفات کی ھ۔ فتح القدر
واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم السبت، ذی الحجة ۱۴۲۸ھ، ۲۹ دسمبر ۲۰۰۷ م (New 35-F)

سعی، وقوف عرفہ اور رمی و حلق میں نیت کا حکم

استفتاء:- کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ طواف میں
نیت شرط ہے بغیر نیت کے طواف نہیں ہوتا، کیا سعی، وقوف عرفہ، شیطان کو نگریاں مارنے اور
حلق میں بھی نیت شرط ہے یا نہیں؟

(السائل:-)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: طواف میں نیت صحیح طواف کی
شرط ہے یعنی طواف میں نیت فرض ہے چنانچہ صدر الشریعہ محمد امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

طواف میں نیت فرض ہے بغیر نیت طواف نہیں مگر یہ شرط نہیں کہ کسی معین
طواف کی نیت کرے بلکہ ہر طواف مطلق نیت سے ادا ہو جاتا ہے بلکہ
جس طواف کو کسی وقت میں معین کر دیا گیا ہے اگر اس وقت کسی دوسرے
طواف کی نیت سے کیا تو یہ دوسرا نہ ہوگا بلکہ وہ ہوگا جو معین ہے مثلاً عمرہ کا
احرام باندھ کر آیا اور طواف کیا تو یہ عمرہ کا طواف ہے اگرچہ نیت میں یہ
نہ ہو، یونہی حج کا احرام باندھ کر باہر والا آیا..... الخ (۱۹۶)

۱۹۵۔ فی مناسک المنی علی القلوی، باب المنفصلات، فصل: و یستحب الإكثار من

شرب ماء زمزم، ص ۵۴۴

۱۹۶۔ بہار شریعت، حصہ ششم طواف کے مسائل، ص ۳۶۸

اور سعی، وقوف عرفہ، رمی جمار اور حلق میں نیت شرط نہیں، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی
حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

چنانکہ شرط نیست در سعی چنانچہ شرط نیست نیت در وقوف و رمی، جمار و حلق (۱۹۷)
یعنی، جیسا کہ سعی میں نیت شرط نہیں، اسی طرح وقوف عرفہ، رمی جمار اور حلق
میں نیت شرط نہیں ہے۔

اور مولا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

فلو مضی من الصفا إلى المروة هارباً أو بائعاً أو منتزهاً أو لم
یدر أنه مسعى جاز سعيه، و هذا توسعة عظيمة كعدم شرط
نیت الوقوف، و رمی الحمرات و الحلق (۱۹۸)
یعنی، پس اگر صفا سے مروہ تک چلا (کسی سے) بھاگتے ہوئے یا (کوئی
چیز) بیچتے ہوئے، یا (کسی سے) بیچتے ہوئے یا نہ جانا کہ یہ مسعی ہے تو
(تمام صورتوں میں) اس کی سعی جائز ہوگئی، یہ عظیم گنجائش ہے جیسا کہ
وقوف، رمی حمرات اور حلق میں نیت شرط نہیں۔

ہاں فقہاء کرام نے نیت کو مستحبات میں شمار کیا ہے اور بعض نے سنت کہا جیسا کہ علامہ
رحمت اللہ بن عبد اللہ سندھی نے نیت کے مستحبات میں شمار کیا اور اس کے تحت مولا علی قاری نے لکھا:

الأولی ذکرها فی السنن لیترتب علی فعله مثنویة كاملة الخ (۱۹۹)
یعنی، نیت کا ذکر سننوں میں کرنا اولیٰ ہے تا کہ اس کے کرنے پر کامل
ثواب مرثب ہو۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم الإثنين، ۸ ذی الحجة ۱۴۲۸ھ، ۱۷ دسمبر ۲۰۰۷ م (New 20-F)

۱۹۷۔ حیلۃ القلوب فی زیلۃ المحبوب، باب جہل در بیان سعی بین الصفا و المروة، فصل اول در

بیان شرائط صحیح سعی، ص ۱۵۹

۱۹۸۔ المسلك المنفصل فی المناسک المتوسط، باب سعی بین الصفا و المروة، فصل فی مستحباته، ص ۱۹۸

۱۹۹۔ المسلك المنفصل فی المناسک المتوسط، باب سعی بین الصفا و المروة، فصل فی مستحباته، ص ۱۹۸

حلق کے وقت خوشبو والے صابن یا شیمپو کا استعمال

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عمرہ یا حج کے وقت حلق کراتے وقت بالوں کو نرم کرنے کی غرض سے خوشبو والا شیمپو وغیرہ استعمال کر سکتا ہے یا نہیں اور اگر کر لے تو کیا حکم ہے؟

(السائل محمد سلیم بن احمد عبدالکریم، بلیک حج گروپ، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: حلق سے قبل خوشبو دار شیمپو یا خوشبو دار صابن استعمال کرنا ممنوع ہے اگرچہ حلق کے لئے بالوں کو نرم کرنے کی غرض سے ہو اور اگر استعمال کر لیتا ہے تو فقہاء عظام نے لزوم دم کا حکم فرمایا ہے، قدیم زمانے میں جب خطمی جس میں ہلکی خوشبو ہوتی ہے بال وغیرہ دھونے کے لئے استعمال کی جاتی تھی تو فقہاء کرام نے لکھا کہ اگر کوئی شخص حلق سے قبل خطمی سے سر کو دھو لے تو اس پر دم لازم ہوگا کیونکہ حلق سے قبل وہ احرام میں ہے اور حالت احرام میں خوشبو کا استعمال ممنوع ہے، چنانچہ ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

و فی "المحیط" أبیح له التحلل فغسل رأسه بالخطمی و قلم
أظفاره فعليه دم لأن الإحرام باقی فی حقه لأنه لا يتحلل إلا
بالحلق (۲۰۰)

یعنی، "محیط" میں ہے اس کے لئے احرام سے نکلنا مباح ہو گیا تو اس نے اپنے سر کو خطمی کے ساتھ دھویا اور ناخن تراشے تو اس پر دم لازم ہے کیونکہ اس کے حق میں احرام باقی ہے اس لئے کہ وہ حلق (یا تقصیر) سے ہی احرام سے نکلے گا۔

اور "فتح القدیر" (۲۰۱) سے نقل کرتے ہیں:

۲۰۰۔ المسلك المنقسط في المنسك المتوسط، باب منسك منى، فصل في الحلق و التقصير، ص ۲۵۱

۲۰۱۔ فتح القدیر، المحلک (۲)، کتاب الحج، باب الإحرام تحت قوله و لما أن ما يكون الخ، ص ۵۰۴

و لو غسل رأسه بالخطمی بعد الرمي قبل الحلق يلزمه دم عنى
قول أبی حنیفة عنی الأصح، لأنه إحرامه باقی لا يزول إلا بالحلق
و الحاصل أن قول أبی حنیفة هذا هو الأصح، بل قال
الخصاص لا أعرف فيه خلافاً و الصحيح أنه يلزمه الدم لأن
الحلق و التقصير واجب فلا يقع التحلل إلا بأحدهما و لم
يوجد فكان إحرامه باقياً، فإذا غسل رأسه بالخطمی فقد أزال
التفت في حال قيام الإحرام فيلزمه الدم

و مما يؤيد أنه هذا الاختلاف في الحاج لأن المعتمر لا يحل
له قبل الحلق شيء الخ (۲۰۲)

یعنی، اگر رمی کے بعد حلق سے قبل اپنے سر کو خطمی سے دھویا تو امام اعظم
ابو حنیفہ کے اصح قول کے مطابق اسے دم لازم ہو جائے گا، کیونکہ اس کا
احرام باقی ہے جو صرف حلق سے زائل ہوگا۔

حاصل کلام یہ ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ کا یہ قول ہی اصح ہے، بلکہ امام ابو
بکر جصاص رازی حنفی نے فرمایا، میں اس مسئلہ میں کسی اختلاف کو نہیں
جانتا، اور صحیح یہی ہے کہ اسے دم لازم ہوگا کیونکہ حلق اور تقصیر واجب
ہے اور احرام سے تحلل (یعنی باہر نکلنا) دونوں (یعنی حلق و تقصیر) میں
سے ایک کے ساتھ ہی واقع ہوتا ہے اور وہ (یعنی تحلل) پایا نہیں گیا تو
اس کا احرام (ابھی) باقی ہے، پس جب اس نے خطمی سے اپنے سر کو
دھویا تو اس نے احرام کی حالت میں میل کچیل کوڈور کیا، پس اس پر دم
لازم ہوگا (یا در ہے اگر وہ بغیر خوشبو کے کسی چیز سے سر کو دھو کر میل کچیل کو
زائل کرنا تو صرف مکروہ تنزیہی ہوتا کہ جس پر دم لازم نہ آتا کتب فقہ
میں اسی طرح ہے)۔

۲۰۲۔ المسلك المنقسط في المنسك المتوسط، باب منسك منى، فصل في الحلق و التقصير، ص ۲۵۲

اور جس سے اس کی تائید ہوتی ہے وہ یہ کہ اختلاف حاجی میں ہے کیونکہ متر
کو حلق (یا تقصیر) سے قبل کوئی چیز حلال نہیں (عبارت کا ترجمہ مکمل ہوا)۔

چنانچہ مفتی عبدالواحد (مصنف فتاویٰ یورپ) لکھتے ہیں:

حلق یا تقصیر کے وقت خوشبو دار صابن سر پر لگانا جائز نہیں (۲۰۳)

خطمی سے سر دھونے پر دم کا حکم خطمی میں موجود خوشبو کی وجہ سے ہے ورنہ اگر ایسی خطمی
سے سر دھویا ہو کہ جس میں خوشبو نہیں ہوتی تو لزوم دم کا حکم نہیں لگایا جائے گا جیسے عراقی خطمی
خوشبو دار ہوتی ہے اور شامی خطمی بے خوشبو تو عراقی خطمی سر دھونے میں امام اعظم نے دم کا حکم
صادر فرمایا اور شامی خطمی سے سر دھونے میں امام ابو یوسف اور امام محمد نے دم کا حکم نہیں لگایا
چنانچہ امام کمال الدین محمد بن عبدالواحد ابن الھمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ نے امام اعظم اور صاحبین
علیہم الرحمہ کے اس میں بظاہر اختلاف کو اس طرح بیان فرمایا:

قیل قول أبي حنيفة في خطمي العراقي وله رائحة، وقولهما

في خطمي الشام ولا رائحة له فلا خلاف (۲۰۴)

یعنی، کہا گیا کہ امام ابو حنیفہ کا قول عراقی خطمی کے بارے میں ہے کہ جو
خوشبو دار ہوتی ہے اور صاحبین کا قول شامی خطمی کے بارے میں ہے کہ
جو بے خوشبو ہوتی ہے، لہذا (امام اعظم اور صاحبین کے مابین اس مسئلہ
میں) کوئی اختلاف نہیں۔

اس سے ثابت ہوا کہ خوشبو دار شامی یا سر یا جسم کے کسی اور حصے کو دھونے میں دم لازم
ہونے پر اتفاق ہے، اسی سے علماء کرام اس صورت میں دم کا حکم بتاتے ہیں۔

اور خوشبو والے صابن یا شیمپو یا کسی اور خوشبو دار چیز کا استعمال کہ اس سے سر، داڑھی
وغیرہا کو دھوئے تو دم لازم آتا ہے کیونکہ اس کا استعمال ممنوعات احرام میں سے ہے یا یہ ان
چیزوں میں سے ہے کہ جس کا استعمال حالت احرام میں حرام ہے جیسا کہ صدر الشریعہ محمد امجد

۲۰۳۔ حج کے مسائل مع نیا مات حرمین، حلق و تقصیر کے مسائل، ص ۸۸

۲۰۴۔ فتح المغنیر، المحل (۳)، بلب الحنایات، تحت قوله: هذا إذا استعمله ص ۲۵ - ۲۶

علی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

وہا میں جو احرام میں حرام ہیں (کئی امور ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں)

سر یا داڑھی کو خطمی یا کسی خوشبو دار چیز سے دھونا الخ ملخصاً (۲۰۵)

اور مندرجہ بالا عبارت فقہاء سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ حلق کے لئے بے خوشبو کے
صابن یا شیمپو کے استعمال سے بھی بچا جائے کہ حالت احرام میں ہے اور صابن بے خوشبو وغیرہ
میل کو دور کرنے والی چیز ہے اور حالت احرام میں میل چھڑانا مکروہات احرام سے ہے اگرچہ
مکروہ تنزیہی ہے۔ اور اگر کر بھی لے تو میل چھڑانے کی نیت ہرگز نہ کرے بلکہ حلق کے لئے
بالوں کو نرم کرنے کی نیت کرے، بہتر تو یہی ہے کہ بالوں کو نرم کرنے کی ضرورت نیم گرم پانی
کے استعمال سے پوری کر لی جائے تاکہ کراہت تنزیہی کے ارتکاب سے بچ جائے کہ اس
وقت صابن وغیرہ بے خوشبو کا استعمال حالت احرام میں استعمال کہلاتا ہے جیسا کہ مندرجہ بالا
تقریحات سے واضح ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم الجمعة، ذی الحجة ۱۴۲۸ھ، ۱۴ دسمبر ۲۰۰۷ م (New 16-F)

حلق میں سر کے کچھ بال رہ جانے کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص
نے جو کہ متمتع ہے مسجد عائشہ جا کر عمرہ کا احرام باندھا اور آ کر عمرہ مکمل کیا پھر حلق کر دیا یا بال
چھوٹے اور سخت ہونے کی وجہ سے پورے سر کا حلق نہ کروا سکا کہ تین حصے سے زیادہ کا حلق ہو
گیا اور چوتھائی سے کم کا رہ گیا اس طرح اس نے سارے کپڑے پہن لئے، پوچھا یہ ہے
کہ اس کا حلق درست ہوا یا نہیں؟

(السائل: محمد ریحان بن ابوبکر، لبیک حج گروپ، مکہ مکرمہ)

بِسْمِهِ تَعَالَى وَتَقْدِسُ الْجَوَابُ: حَلَقُ يَاقُصِيرِ حَجٍّ وَعُمْرَةٍ كَاجِبَاتٍ
سے ہے اور پورے سر کا حلق مسنون ہے چنانچہ علامہ رحمۃ اللہ بن عبد اللہ سندھی لکھتے ہیں:

وَالسُّنَّةُ حَلَقُ جَمِيعِ الرُّؤُوسِ أَوْ تَقْصِيرُ جَمِيعِهِ وَإِنْ اقْتَصَرَ عَلَى
الرُّبْعِ جَازٍ مَعَ الْكِرَاهَةِ (۲۰۶)

یعنی، سنت حلق پورا سر ہے یا پورے سر کی تقصیر ہے اور اگر چوتھائی سر پر
اقتفاء کیا تو کراہت کے ساتھ جائز ہے۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

فَإِنَّ السُّنَّةَ حَلَقُ جَمِيعِ الرُّؤُوسِ أَوْ تَقْصِيرُ جَمِيعِهِ كَمَا فِي "شَرْحِ
الْمَلَبَابِ" (كَمَا مَرَّ آنَفًا) وَ"الْمَقْبَسَاتَانِ" (۲۰۷)

یعنی، پس بے شک سنت پورے سر کا حلق یا پورے سر کی تقصیر ہے جیسا
کہ "شرح الملباب" اور "مقبساتی" میں ہے۔

اور علامہ علاء الدین حسینی متوفی ۸۸۸ھ لکھتے ہیں:

وَحَقَّقَهُ الْكُلُّ أَفْضَلُ (۲۰۸)

اور اس کے تحت علامہ شامی لکھتے ہیں:

أَيُّ: هُوَ مَسْنُونٌ، هَذَا فِي حَقِّ الرَّجُلِ (۲۰۹)

یعنی، کل سر کا حلق افضل ہے یعنی مسنون ہے اور یہ مرد کے حق میں ہے۔
اور لکھتے ہیں:

وَأَشَارَ إِلَى أَنَّهُ لَوْ اقْتَصَرَ عَلَى حَلَقِ الرَّبْعِ جَازٌ كَمَا فِي التَّقْصِيرِ،

لَكِنْ مَعَ الْكِرَاهَةِ لِتَرْكِهِ السُّنَّةَ (۲۱۰)

۲۰۶۔ باب المناسك (مع شرحه للقلبي)، باب مناسك مني، فصل في الحلق والتقصير، ص ۲۵۲

۲۰۷۔ جامع الرموز، كتاب الحج، ۱/۲۸۹

۲۰۸۔ الفروع المختل (مع رد المحتل)، ۳/۶۱۲

۲۰۹۔ رد المحتل في الفروع المختل

۲۱۰۔ رد المحتل على الفروع المختل، المختل (۳)، كتاب (۵) الحج، مطلب في رمي حجرة العقبه ص ۶۱۲

یعنی، اور اس طرف اشارہ فرمایا کہ اگر چوتھائی سر کے حلق پر اقتفاء کیا تو
جائز ہے لیکن ترک سنت کی وجہ سے کراہت کے ساتھ (جائز ہے)۔

ثابت ہوا کہ پورے سر کا حلق سنت ہے اور چوتھائی سر کا حلق واجب ہے اور اگر کسی
نے چوتھائی سر کے حلق پر اقتفاء کیا تو اس نے سنت کو ترک کر دیا اور فقہاء کرام نے اسے
مکروہات میں شمار کیا ہے جیسا کہ مندرجہ بالا اسطور میں ہے اور علامہ رحمۃ اللہ بن قاضی عبد اللہ
بن قاضی امجد سندھی مکروہات حج کے بیان میں لکھتے ہیں:

وَالْاِقْتِصَارُ عَلَى حَلَقِ الرَّبْعِ عِنْدَ الْمُحْتَطِّلِ

اور اس کے تحت ملّا علی قاری لکھتے ہیں:

أَيُّ عِنْدَ خُرُوجِهِ مِنْ إِحْرَامِ الْحَجِّ أَوْ الْعُمْرَةِ (۲۱۱)

یعنی، احرام سے تحلیل کے وقت چوتھائی سر منڈوانے پر اقتفاء کرنا مکروہ
ہے یعنی حج و عمرہ کے احرام سے باہر نکلنے وقت۔

اور یہاں کراہت سنت کے مقابلے میں ہے اس لئے کراہت تنزیہیہ ہوگی جس کے بلا
غدر ارتکاب پر اسامت لازم آئے گی اور بلا غدر ترک سنت محرومیوں کا سبب ہے اس لئے
ترک سنت سے اجتناب ضروری ہے۔

اور مخدوم محمد ہاشم عسکری متوفی ۱۱۷۲ھ لکھتے ہیں:

حُكْمُ مَكْرُوِهَاتِ أَنْ اسْتِ كَمَا قَصَّ شَوْثُ ابْعَمَلِي كَمَا وَقَعَ كَرْدُ دُرُوِي فَعَلِ
مَكْرُوِهٌ وَلاَ اِزْمَ آيْدُ خَوْفِ عَتَابِ دَر تَرْكِ سُنَّتِ مَوْكَدَهُ وَخَوْفِ عَذَابِ دَر
تَرْكِ وَاجِبِ وَلاَ اِزْمَ نَبَاشِدِ چيزِ اَز دَمِ يَاصَدَقَ دَر فَعَلِ اَمْرِ مَكْرُوِهٍ مَكْرُ
آنكه لازم آيد دروے ترك واجب آنگاه جزاء لازم گردد (۲۱۲)

یعنی، مکروہات کا حکم یہ ہے کہ جس عمل میں مکروہ فعل واقع ہو اس عمل کا
ثواب ناقص ہو جاتا ہے، اور سنت موكده کے ترک پر خوف عتاب

۲۱۱۔ المسلك المنفسط في المناسك المتوسط، باب فرائض الحج، فصل في مكروهاته ص ۸۵

۲۱۲۔ حيلة القلوب في زيارة المحبوب، مقدمة الرسالة، فصل سپرم، ص ۵۰

لازم آتا ہے اور ترک واجب پر خوف عذاب، اور کسی مکروہ کام کے کرنے پر کوئی چیز ذم یا صدقہ لازم نہیں آتا مگر یہ کہ اس سے ترک واجب لازم آتا ہو تو اس وقت جزاء (ذم یا صدقہ) لازم ہوگا۔

لہذا صورت مسئلہ میں حلق درست ہو گیا کہ اس پر کوئی جزاء لازم نہیں ہوئی۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم السبت، ۷ ذی الحجۃ ۱۴۲۸ھ، ۱۵ دسمبر ۲۰۰۷ م (New 17-F)

عورت کے بال تقصیر کے قابل نہ ہوں تو احرام سے کیسے نکلے؟

استفتاء:- کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کسی خاتون کے بال اگر کسی مرض وغیرہ کی وجہ سے گر گئے ہوں اور نئے نکلنے والے بال اتنے چھوٹے ہوں کہ تقصیر کے قابل نہ ہوں تو احرام حج یا عمرہ سے باہر نکلنے کے لئے وہ کیا کرے گی؟

(السائل: محمد عرفان ضیائی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: حلق یا تقصیر حج و عمرہ کے واجبات سے ہے، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ واجبات حج کے بیان میں لکھتے ہیں:

حلق یا قصر رُبَعِ رَأْسِ در وقت ارادۃً تَحْلُلُ اِذَا حَرَامَ (۲۱۳)

یعنی، احرام سے باہر نکلنے کے ارادے کے وقت سر کے چوتھے حصے کا حلق یا اس کی تقصیر (واجب ہے)۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں: ”فتح القدير“

(۲۱۴) میں دیکھا کہ فرمایا:

إِنَّ الْحَلْقَ عِنْدَ الشَّافِعِيِّ غَيْرُ وَاجِبٍ، وَهُوَ عِنْدَنَا وَاجِبٌ، لِأَنَّ

التَّحْلِيلَ الْوَاجِبَ لَا يَكُونُ إِلَّا بِهِ (۲۱۵)

۲۱۳۔ حجة القلوب فی زیارة المحبوب، مقدمة الرسالة فصل سیوم در بیان قرائض و واجبات الحج ص ۴۳

۲۱۴۔ فتح القدير، باب الإحرام ۲۸۸/۲

۲۱۵۔ رد المحتل علی الترمذ المحتل، المحتل (۳)، کتاب (۵) الحج، مطلب فی فروع الحج و

واجباته ص ۵۳۹

یعنی، حلق امام شافعی کے نزدیک واجب نہیں ہے اور وہ ہمارے نزدیک واجب ہے کیونکہ تحلل واجب (احرام سے باہر نکلنا جو کہ واجب ہے) اس کے سوا نہیں ہوتا۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

شرط خروج از احرام حج و عمرہ حلق رُبَعِ سر یا قصر رُبَعِ اوست در وقت حلق (۲۱۶)

یعنی، احرام حج و عمرہ سے نکلنے کی شرط حلق کے وقت چوتھائی سر کے حلق یا چوتھائی سر کی تقصیر ہے۔

اور حلق مردوں کے لئے مسنون ہے جب کہ عورتوں کے لئے مکروہ ہے، چنانچہ علامہ

رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ بن قاضی ابراہیم سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و الحلق مسنون للرجال (أى أفضل) و مكروه للنساء (۲۱۷)

یعنی، حلق مردوں کے لئے مسنون ہے (یعنی افضل ہے۔ مؤلف علی قاری) اور عورتوں کے لئے مکروہ ہے۔

اور تقصیر مردوں کے لئے مباح ہے چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی لکھتے ہیں:

وقصر مباح است برائے ایشان (۲۱۸)

یعنی، تقصیر مردوں کے لئے مباح ہے۔

اور عورتوں کے لئے صرف تقصیر ہے چنانچہ امام شمس الدین ابو بکر محمد سرخسی لکھتے ہیں:

و لا حلق علیہا، إنما علیہا التقصير، هكذا روی عن رسول

اللہ ﷺ أنه نهى النساء عن الحلق و أمرهن بالتقصير عند

الخروج من الإحرام (۲۱۹)

۲۱۶۔ حجة القلوب، باب اول، فصل دهم در بیان کیفیت خروج از احرام ص ۱۰۲

۲۱۷۔ لب لباب المناسك (مع شرحه للقلبي)، باب مناسك مني، فصل فی الحلق و التقصير، ص ۲۵۳

۲۱۸۔ حجة القلوب فی زیارة المحبوب، باب هشتم، فصل ششم، ص ۲۰۶

۲۱۹۔ المبسوط للسرخسی، المحتل (۲)، الجزء (۴)، کتاب المناسك، باب القران، ص ۳۱

یعنی، عورتوں پر حلق نہیں ہے اس پر صرف تقصیر ہے اسی طرح رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے عورتوں کو حلق سے منع فرمایا اور انہیں احرام سے نکلنے کے وقت تقصیر کا حکم فرمایا۔

اور تقصیر عورتوں کے لئے واجب ہے کیونکہ حلق یا تقصیر خود حج و عمرہ کے واجبات میں سے ہیں، چنانچہ علامہ رحمۃ اللہ سندھی اور مولانا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

”والتقصير مباح لهن“ و الظاهر أنه مستحب لهن لتقريره ﷺ
فعل بعض الصحابة له و دعائه لهن ”و مسنون“ أى مؤكد ”بل
واجب لهن“ (۲۲۰)

یعنی، تقصیر عورتوں کے لئے مباح ہے اور (مولا علی قاری فرماتے ہیں) ظاہر ہے کہ وہ عورتوں کے لئے مستحب ہے کیونکہ آپ ﷺ نے بعض صحابہ کے عمل (تقصیر) کو ثابت رکھا اور عورتوں کے لئے دعا فرمائی اور مسنون ہے یعنی سنت مؤکدہ ہے، بلکہ واجب ہے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی لکھتے ہیں:

قصر مسنون بلکہ واجب است بمایشان (۲۲۱)

یعنی، تقصیر عورتوں کے لئے مسنون بلکہ واجب ہے۔

مندرجہ بالا عبارات میں تقصیر کو عورتوں کے لئے مباح، مسنون اور واجب لکھا گیا ہے جب کہ حلق کو ان کے لئے مکروہ لکھا ہے اور مکروہ سے مراد مکروہ تحریمی ہے جیسا کہ عورتوں کے حق میں تقصیر کے وجوب کی علت کے بیان میں کراہت تحریمی کی تصریح کی گئی ہے چنانچہ مولانا علی قاری حنفی علامہ رحمۃ اللہ سندھی کے قول ”بل واجب لهن“ کے تحت لکھتے ہیں:

لكراهية الحلق كراهية تحريم في حقهن إلا لضرورة (۲۲۲)

۲۲۰۔ لب لب مناسك (مع شرحه للقلري)، باب مناسك منى، فصل فى الحلق و التقصير، ص ۲۵۳

۲۲۱۔ حجة القلوب فى زيارة المحبوب، باب هشتم، فصل ششم، ص ۲۰۶

۲۲۲۔ المسلك المنقسط فى المناسك المنوط، باب مناسك منى، فصل فى الحلق و التقصير، ص ۲۵۳

یعنی، مصنف کا قول کہ تقصیر عورتوں کے لئے واجب ہے کیونکہ حلق عورتوں کے حق میں کراہت تحریمی کے ساتھ مکروہ ہے مگر یہ کہ کوئی شرعی ضرورت ہو۔

اور پھر فقہاء کرام نے حلق کو عورتوں کے لئے حرام بھی لکھا ہے اور وہاں حرام سے مراد حرام ظنی ہے جس سے مراد مکروہ تحریمی ہے، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی لکھتے ہیں:

واما زمان پس حلق حرام است بمایشان (۲۲۳)

یعنی، مگر عورتیں تو حلق ان کے لئے حرام ہے۔

اور امام شمس الدین سرخسی نے عورتوں کے لئے حلق سے ممانعت کی روایت کا ذکر کرنے کے بعد لکھا:

و لأن الحلق فى حقها مثله و المثلة حرام، و شعر الرأس زينة
لها كاللحية للرجل فكما لا يحلق الرجل لحيته عند الخروج
من الإحرام لا تحلق عى رأسها (۲۲۴)

یعنی، اور اس وجہ سے کہ حلق عورت کے حق میں مثله ہے اور مثله حرام ہے اور عورت کے سر کے بال اس کے لئے زینت ہیں جیسے داڑھی مرد کے لئے زینت ہے تو جس طرح مرد احرام سے نکلنے کے وقت داڑھی نہیں منڈوائے گا اسی طرح عورت اپنے سر کے بال نہیں منڈوائے گی۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:

و هذا فى حق الرجل، و يكره للمرأة، لأنه مثله فى حقها
كحلق الرجل لحيته (۲۲۵)

۲۲۳۔ حجة القلوب فى زيارة المحبوب، باب هشتم در مناسك منى، فصل ششم در مسائل حلق و

قصر، ص ۲۰۶

۲۲۴۔ المبسوط ۴/۱۴۱

۲۲۵۔ رد المحتار على الدر المختار، المصنف (۳)، کتاب (۵) الحج، مطلب فى رمى جمرة العقبة،

تحت قوله: حلقه فضل، ص ۶۱۲

یعنی، حلق کا مسنون ہونا یہ مرد کے حق میں ہے اور حلق عورت کے لئے مکروہ (تحریمی) ہے کیونکہ حلق عورت کے حق میں مثلہ (خلقت اللہ کو تبدیل کرنا) ہے جیسے مرد کا اپنی داڑھی کا موٹا۔

مندرجہ بالا عبارت میں عورت کے حلق کو مرد کی داڑھی منڈوانے کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اور مولا علی قاری داڑھی کے بارے میں لکھتے ہیں:

و فيه أنه ورد في السنة إصلاح اللحية بما يزيد على القبض فلا يكون أحدهما مثلاً بل حلقها مثلاً

یعنی، سنت میں وارد ہے داڑھی جو ایک مشمت سے زائد ہو تو اس کا لینا مثلہ نہیں بلکہ داڑھی کا موٹا مثلہ ہے۔
چند سطریں آگے لکھتے ہیں:

ولأن حلق اللحية من باب المثلة ولأن ذلك تشبيه بالنصاري (۲۲۶)
یعنی، کیونکہ داڑھی منڈوانا مثلہ کے باب سے ہے، اور اس لئے کہ (اس میں) نصاریٰ کے ساتھ مشابہت ہے۔

اور شرع نے داڑھی منڈوانے کو مثلہ قرار دیا جو کہ حرام ہے اور نصاریٰ کے ساتھ مشابہت قرار دیا وہ بھی حرام ہے اور عورت کے سر منڈوانے کو مرد کے داڑھی منڈوانے کے ساتھ مشابہت دی گئی یعنی جیسے مرد کو داڑھی منڈوانا حرام ہے اسی طرح عورت کو سر منڈوانا حرام ہے سوائے ضرورت شرعیہ متحقق ہونے کے جیسا کہ مولا علی قاری کا قول ”إلا لضرورة“ سے ضرورت شرعیہ متحقق ہونے کے وقت رخصت حلق ثابت ہے۔

تو نتیجہ یہ نکلا کہ صورت مسلولہ میں عورت سر نہیں منڈوائے گی کہ اسے شرعاً ایسا کرنا حرام ہے اور تقصیر وہ کرنا نہیں سکتی کہ بال اتنے بڑے نہیں ہیں کہ تقصیر کے قابل ہوں۔ لہذا ثابت ہوا کہ وہ شرعاً معذور ہے۔

اگر احرام سے نکلنے کے لئے حلق یا تقصیر واجب ہے تو مذکورہ عورت کے حق میں حلق حرام

یعنی مکروہ تحریمی ہے یعنی جس فعل کا کرنا واجب ہے تو اس کا ترک مکروہ تحریمی ہے اور جس فعل کا کرنا مکروہ تحریمی ہے اس کا ترک واجب ہے۔ مذکورہ عورت اگر حلق کو ترک کرتی ہے تو کراہت تحریمی لازم آتی ہے اور اگر کر لیتی ہے تو بھی کراہت تحریمی کا ارتکاب ہوتا ہے یعنی فعل و ترک دونوں صورتوں میں کراہت تحریمی کے ارتکاب سے نہیں بچ سکتی تو ایسی صورت میں اسے مجبور و معذور ہی قرار دیا جائے گا کہ اگر وہ حلق کو ترک کر دیتی ہے تو اس میں وہ مجبور و معذور قرار دی جائے گی اور اگر حلق کر دالتی ہے جو کہ اس کے حق میں حرام قرار دیا گیا ہے تو اس میں بھی وہ مجبور و معذور قرار دی جائے گی۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ عورت ایسی صورت میں کس کو چھوڑے، بہر صورت اس سے کسی ایک واجب کا ترک ہوگا، جب ہم نے فقہاء احناف کی عبارات کو دیکھا تو ہمیں دونوں صورتوں میں رخصت کے اقوال ملے کہ یہاں فقہاء کرام نے عورت کے لئے حلق حرام اور مکروہ تحریمی قرار دیا ہے وہیں ”إلا لضرورة“ لکھ کر ضرورت شرعی پائے جانے کے وقت رخصت دے دی جیسا کہ ”المسلك المتقسط“ (ص ۲۵۳) میں مولا علی قاری نے لکھا ہے۔

اسی طرح جہاں فقہاء کرام نے حلق یا تقصیر کو واجب قرار دیا ہے وہیں عذر شرعی پائے جانے کے وقت اس واجب کے ترک کی رخصت بھی دی ہے جیسا کہ ”باب المناسك و عباد المساكين“ ”مجامع المناسك و نفع الناس“ ”المسلك المتقسط“ ”حياة القلوب في زيارة المحبوب“ میں ہے۔ اب جب دونوں میں فعل و عدم فعل اور ترک و عدم ترک برابر ہو گئے تو ایسی صورت میں کسی ایک کو کرنے اور دوسرے کو ترک کرنے کے لئے ترجیح و عدم ترجیح کے لئے غور کرنا پڑا۔

غور کرنے پر معلوم ہوا کہ حج و عمرہ میں حلق کا وجوب خالص اللہ عز و جل کا حق ہے اور عورت کا اپنے بالوں کو نہ منڈوانا واجب ہے کیونکہ عورت کو سر منڈوانے سے نبی ﷺ نے منع فرمایا اور فقہاء کرام نے اسے مثلہ قرار دیا، اس لئے منڈوانا مکروہ تحریمی ہے تو اس واجب کے ساتھ بندے کا حق متعلق ہے وہ خصوصی طور پر شادی شدہ عورت کے لئے اس کے شوہر کا حق

کیونکہ بال زینت ہیں اور زینت شوہر کا حق ہے اسی لئے شرع نے بیوی کے ترک زینت پر شوہر کو اسے سرزنش کرنے کا حق دیا ہے، تو ایسی صورت میں بندے کے حق کی پاسداری اور اللہ عزوجل کے حق کو عذر کی وجہ سے چھوڑ دینا اولیٰ ہے تو نتیجہ یہ نکلا کہ وہ عورت حلق نہیں کروائے گی۔

اب سوال یہ ہے کہ جب اس نے حلق یا تقصیر کی وجہ سے ترک کیا تو وہ گنہگار نہ ہوئی کیونکہ یہ ترک عماً قصداً نہیں بلکہ ایک شرعی عذر کی بنا پر ہے اور گناہ تو تب ہوگا جب ترک قصداً ہو چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۷ھ لکھتے ہیں:

چون ترک کرد بطریق تعدد آثم باشد اگر چه دم دہد و مرتفع نگردد آن اثم بغیر تو بہ (۲۲۷)

یعنی، واجب کو جب عماً ترک کرے گا تو گنہگار ہوگا اگر چه دم دے دے، اس کا گناہ سچی تو بہ کے بغیر نہ اٹھے گا۔

اور علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی لکھتے ہیں:

لكن العامد آثم (۲۲۸)

یعنی، عامد گنہگار ہے۔

اور یہاں عماً ترک نہیں بلکہ ایک شرعی حق کی وجہ سے ہے لہذا وہ گنہگار نہ ہوگی۔

اور دوسرا سوال یہ ہے کہ ترک واجب کی وجہ سے اس پر دم لازم آئے گا جیسا کہ واجبات کا یہی حکم ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی لکھتے ہیں:

و حکم الواجبات لزوم الحزاء بترك واحد منهما و جواز

الحج سواء تركه عمداً أو سهواً (۲۲۹)

یعنی، حکم واجبات کا ان میں سے کسی ایک کے ترک پر لزوم جزاء (یعنی

دم) اور جواز حج ہے چاہے اسے عماً ترک کرے یا سهواً (۲۳۰) لیکن اس قاعدہ سے چند واجبات کے ترک پر لزوم جزاء کو مستثنیٰ کیا گیا ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ کسی عذر کی وجہ سے حلق کو ترک کر دے چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی لکھتے ہیں:

و يستثنى من هذا الكلى ترك الحلق لعذر ملخصاً (۲۳۱)

یعنی، اس کلی میں سے عذر کی بنا پر ترک حلق کو مستثنیٰ کیا گیا ہے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

آنچه گفتم کہ مترك واجب لازم آید دم استثناء کرده اند علماء ازوے دو عدد

واجبات را، ہشتم آنکہ ترک کند حلق را عذر رے چنانکہ وجود علتی دوسر (۲۳۲)

یعنی، وہ جو میں نے کہا کہ ترک واجب پر دم لازم آئے گا، علماء کرام نے

اس سے دس عدد واجبات کا استثناء کیا ہے (کہ جن کے ترک پر دم لازم

نہیں آتا) ان میں سے آٹھواں یہ ہے کہ کسی (معتول) عذر کی بنا پر حلق

(و تقصیر) کو ترک کر دے جیسا کہ سر میں کوئی علت ہو (جیسے پھوڑے،

پھنسیاں وغیرہ اور بال اتنے چھوٹے ہوں کہ تقصیر بھی نہ ہو سکے)

اور عذر سے مراد ایسا عذر کہ شرع نے اسے معتبر رکھا ہو چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی

کی ”کتاب“ میں عبارت ”و ترك الواجب بعذر“ (یعنی واجب کا کسی عذر کی وجہ سے ترک)

کے تحت مولانا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

أي معتبر شرعاً (۲۳۳)

یعنی، وہ عذر جو شرعاً معتبر ہو۔

اور یہ بھی ہے کہ وہ عذر رہندوں کی جہت سے نہ ہو چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین

شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

۲۳۰۔ وفي ترجمة خطبة ترك تركه يهول، لا علمي من ترك تركه يهول يهول۔

۲۳۱۔ لب لب المناسك (مع شرحه للقلوي)، ص ۸۰

۲۳۲۔ حية القلوب في زيارة المحبوب، مقدمة الرسالة فصل سيوم دريان فرائض و واجبات الخ، ص ۴۵

۲۳۳۔ المسلك المنقسط في المناسك المنقسط، ص ۸۱

أن المراد بالعذر ما لا يكون من جهة العباد، حيث قال عند قول اللباب: ولو فاتته الوقوف بمزدلفة بإحصار قلبيته دم: هذا غير ظاهر، لأن الإحصار من جملة الأعذار إلا أن يقال: إن هذا مانع من جانب المخلوق، فلا يؤخر (٢٢٤)

یعنی، (شارح مختار علی قاری نے جو ذکر کیا اس پر دلالت کرتا ہے کہ) منذر سے مراد وہ عذر ہے جو بندوں کی جہت سے نہ ہو اس حیثیت سے کہ (شارح نے علامہ رحمت اللہ سندھی کے) ”لباب“ میں قول ”اور اگر اس کے مضر ہونے کی وجہ سے وقف مزدلفہ فوت ہو گیا تو اس پر دم ہے“ پر فرمایا، یہ غیر ظاہر ہے کیونکہ إحصار من جملة أَعذار میں سے ہے، مگر یہ کہا جائے کہ یہ مانع مخلوق کی جانب سے ہے لہذا (ستوط دم میں) مؤثر نہ ہوگا۔

اور صورت مسئلہ میں عذر مخلوق کی جانب سے نہیں ہے بلکہ شرع کی جانب سے ہے کہ اس صورت میں شرع مطہر نے عورت کو حلق کے ذریعے اس واجب کی ادائیگی سے روکا کہ اس کے حق میں حرام قرار دے دیا لہذا یہ عذر ان میں سے ہے کہ جنہیں شرع نے معتبر رکھا ہے۔ اور تیسرا سوال یہ ہے کہ مذکورہ خاتون جب حلق نہیں کرائے گی کہ اسے حلق منوع ہے اور تقصیر وہ کرنا نہیں سکتی تو احرام سے باہر کس فعل سے ہوگی یعنی احرام سے نکلنے کے لئے اسے کچھ کرنا ہوگا یا خود بخود احرام سے باہر ہو جائے گی عمرہ میں سعی کے بعد اور حج میں رمی یا ذبح کے بعد کیونکہ اگر حج افراد کر رہی ہے تو دس ذوالحجہ کو رمی جمرہ عقبہ کے بعد اور اگر حج تمتع یا قرآن کر رہی ہے تو ذبح (یعنی قربانی) کے بعد۔

چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

اگر معذور گھٹند ہر دو اعضاء حلق وقصر معا بسبب آنکہ در سر علت دارد و مویں نیز از مقدار سر انگشت کمتر اند پس ساقط گھٹند ہر دو از ازوی و حلال گشت از احرام بعد فراغ رمی جمار بغیر قیام چیزے دیگر مقام حلق و لازم نباشد بروی

چیزے از دم و صدق زیر آنکہ ترک نمودہ است واجب را بعد (٢٣٥) یعنی، اگر قصر و حلق سر میں کسی علت کی وجہ سے دونوں ایک ساتھ ٹھٹھ رہو جائیں اور اس کے سر کے بال بھی ایک پورے سے کم ہوں تو دونوں (یعنی قصر و حلق) میں سے ہر ایک اس سے ساقط ہو جائے گا اور وہ رمی جمرہ سے فراغت کے بعد (حج افراد میں) حلق کی جگہ کسی دوسری چیز کے قیام کے بغیر احرام سے نکل جائے گا (اور حج تمتع و قرآن میں دم شکر (یعنی قربانی) کے ذبح ہونے کے بعد) اور اس پر دم و صدقہ میں سے کوئی چیز لازم نہ ہوگی کیونکہ اس نے واجب کو عذر کے سبب ترک کیا ہے۔

اور فقہاء کرام نے ایسی صورت میں محظورات احرام کے ارتکاب میں تاخیر کو افضل قرار دیا ہے چنانچہ امام کمال الدین محمد بن عبد الواحد ابن البہام حنفی متوفی ٨٦١ھ لکھتے ہیں:

و الأحسن له أن يؤخر الإحلال إلى آخر الوقت من أيام النحر، ولا شيء عليه إن لم يؤخره (٢٢٦) یعنی، بہتر یہ ہے کہ احلال کو ایام نحر کے آخری دن تک مؤخر کر اور مؤخر نہ کرے تو اس پر کچھ (لازم) نہیں ہے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی لکھتے ہیں:

ولیکن افضل در حق وی آنست کہ ارتکاب نماید محظورات احرام را از لبس حیطہ طہیب و غیر آن تا روز اخیر از ایام نحر زیرا آنکہ شاید کہ زائل گردد و عذر او در یک ساعت ولیکن این تاخیر واجب نباشد بروی (٢٣٧)

یعنی، اس کے حق میں افضل یہ ہے کہ محظورات احرام جیسے سلسے ہوئے کیڑے، خوشبو وغیرہما کے استعمال کا ایام قربانی کے آخر تک ارتکاب نہ

کرے کہ شاید اس کا نذر ایک گھڑی میں زائل ہو جائے لیکن یہ تاخیر اس پر واجب نہیں ہے۔

اور صورت مسئلہ میں جو نذر ہے وہ ایسا نہیں کہ جس کے زوال کا امکان ہو، ویسے بھی یہ تاخیر افضل ہے نہ کہ واجب۔ اور اگر بال اتنے ہو گئے ہوں تقصیر ہو سکتی ہے کہ ایک پورے کی مقدار کاٹے جاسکتے ہوں تو بہر صورت کاٹنے ہوں گے۔

یہ ایسا مسئلہ تھا کہ جس کی تصریح کُتُب مناسک میں اور کُتُب فقہ میں مجھے نظر نہیں آئی، اللہ عزوجل کی توفیق سے میں نے اس کا حل پیش کیا ہے، چاہئے کہ اسے محفوظ رکھا جائے کہ ضرورت کے وقت کام ہے اور جو حکم میں نے لکھا ہے اگر حق ہے تو من جانب الحق ہے ورنہ میری طرف سے ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم السبت ۶ ذی الحجۃ ۱۴۲۸ھ، ۱۵ دسمبر ۲۰۰۷ م (New 18-F)

عمرہ میں بغیر طواف کئے سعی و حلق کروانے والے کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہمارے گروپ میں ایک شخص عمرہ کا احرام باندھ کر آیا اور اس نے طواف کعبہ کئے بغیر سعی کر لی اور حلق کروا کر کپڑے تبدیل کر لئے اور آ کر سو گیا، اس صورت میں اس پر کیا لازم ہوگا؟

(السائل: محمد صدیق، لیبیک ٹورز، مکہ مکرمہ)

بسم اللہ تعالیٰ و تقدس النجوات: صورت مسئلہ میں اس پر عمرہ کی قضاء اور دم لازم ہوگا اور توبہ بھی کرنی ہوگی، کیونکہ عمرہ میں طواف اس کا رکن ہے، چنانچہ علامہ رحمۃ اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

طواف العمرة هو ركن فيها

اس کے تحت مولانا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

أى فرض فى أدائها (۲۲۸)

یعنی، طواف عمرہ اس میں رکن ہے یعنی عمرہ کی ادائیگی میں فرض ہے۔

اور طواف عمرہ کی ادائیگی کے بعد سعی واجب ہے چنانچہ علامہ رحمۃ اللہ لکھتے ہیں:

و بعده سعی أى واجب (۲۲۹)

یعنی، اور اس کے بعد سعی ہے یعنی واجب ہے۔

جب سعی طواف عمرہ کے بعد کی جائے تو وہ سعی عمرہ کے واجب سے شمار ہوتی ہے کیونکہ عمرہ

میں سعی کا طواف عمرہ کے بعد واقع ہونا صحیح سعی کی شرط ہے، چنانچہ مولانا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

قال المصنف فى "الكبير" (قال المصنف فى "الكبير" فى باب

السعى بين الصفا والمروة : و من شرائطه أن يكون بعد الطواف أو

بعد أو أكثره الخ) (۲۴۰) و تقديم الطواف على السعى شرط

لصحة السعى بالاتفاق اه (۲۴۱)

یعنی، (مناسک مولانا علی قاری کے متن "باب المناسک و عباب

المناسک" کے مصنف (علامہ رحمۃ اللہ بن عبد اللہ سندھی حنفی) نے

(اپنی مناسک حج پر دوسری کتاب) "مناسک کبیر" (المصنف

بمجامع المناسک و نفع الناس) میں فرمایا (عمرہ میں) طواف کا

سعی پر مقدم ہونا بالاتفاق صحیح سعی کی شرط ہے۔

اس لئے اس کی سعی سے عمرہ کا یہ واجب بھی ادا نہ ہوا کیونکہ وہ سعی اپنی صحت کی شرط کے

نہ پائے جانے کی وجہ سے افعالیہ عمرہ سے واقع نہ ہوئی۔ کیونکہ جب شرط فوت ہو جائے تو

مشروط بھی فوت ہو جاتا ہے۔

۲۳۸۔ المسلك المتفسط فى المناسك المتوسط، باب أنواع الأضوفة، ص ۱۵۸

۲۳۹۔ لباب المناسك (مع شرحه للقلی)، ص ۱۵۸

۲۴۰۔ مجامع المناسك، فصل فى شرائط صحة للسعى، ص ۱۳۶، فى نسخة، ص ۲۰۲ فى أخرى

۲۴۱۔ المسلك المتفسط، باب العمرة، ص ۱۰۵

اور حلق و تقصیر بھی عمرہ کے واجبات میں سے ہیں جب کہ وہ اپنے مشروع وقت میں واقع ہوں چنانچہ مؤلف علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

و باعتبار إيقاعه في وقته المشروع و هو أن يكون بعد السعي في العمرة واجباً ملخصاً (۲۴۲)

یعنی، اور اس کے اپنے مشروع وقت میں واقع ہونے کے اعتبار سے اور وہ یہ ہے کہ عمرہ میں (حلق و تقصیر) سعی کے بعد ہو۔

یہاں حلق اپنے مشروع وقت میں واقع نہیں ہوا کہ اس نے حلق اس سعی کے بعد نہیں کروایا جو سعی عمرہ کے واجب سے واقع ہوئی ہو بلکہ اس سعی کے بعد کروایا جو کہ سعی عمرہ کے واجبات سے شمار ہی نہیں کی گئی اور صورت مسئولہ میں تو حلق اپنے وقت جواز میں بھی واقع نہیں ہوا اور عمرہ میں اس کے جواز کا وقت طواف عمرہ کے چار پھیروں کے بعد تھا، چنانچہ مؤلف علی قاری لکھتے ہیں:

قلت: هو من حيث صحة وقوعه في وقت جوازه، هو ما بعد إيتائه بالركن الأعظم في الحج، و بعد أكثر طوافه في العمرة شرط (۲۴۳)

یعنی، میں کہتا ہوں وہ اپنے وقت جواز میں صحت وقوع کی حیثیت سے شرط ہے وہ یہ ہے کہ حج میں رکن اعظم (یعنی قوف عرفہ) کے بعد اور عمرہ میں اکثر طواف کے بعد ہو۔

اسی طرح علامہ رحمت اللہ سندھی نے ”باب“ کے ”باب مناسک منی“ میں لکھا ہے۔ (۲۴۴)

اور صورت مسئولہ میں اس نے عمرہ کے رکن کو ترک کیا کہ جس کا بدلہ اصلاً کوئی چیز نہیں

۲۴۲۔ المسلك المنقسط، باب فرائض الحج، فصل في واجباته، ص ۷۸

۲۴۳۔ المسلك المنقسط في المناسك المتوسطة، باب فرائض الحج، فصل في واجباته، ص ۷۸

۲۴۴۔ أبواب المناسك و أبواب المسالك (مع شرحه)، باب مناسك مني، فصل في زمان للحلق و

مكاته و شرائط جوازه، ص ۲۵۴

ہو سکتی اس پر لازم تو یہ تھا کہ وہ اس صورت میں پہلے فرض طواف کو ادا کرنا پھر سعی کرنا تا کہ وہ سعی عمرہ کی سعی شمار ہوتی اور وقت سے قبل حلق کا دم دے دیتا مگر اس نے حلق اور دیگر مخطورات احرام کا ارتکاب تحلل کی نیت سے کیا ہے تو اسے نئے احرام کے ساتھ عمرہ کی قضا اور دم لازم ہوگا۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

يوم الجمعة، ذي الحجة ۱۴۲۸ھ، ۱۴ دسمبر ۲۰۰۷ م (New 15-F)

ناپاک جگہ سے کنکریاں اٹھانا

استفتاء۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حاجی مزدلفہ سے کنکریاں اٹھاتے ہیں اور مزدلفہ ایک گھلا میدان ہے باوجود اس کے کہ وہاں باتھ روم وغیرہ بنے ہوئے ہیں پھر بھی کچھ لوگ پہاڑوں پر بول و براز کرتے ہیں اس صورت میں کنکریاں چھنا بسا اوقات مشکل ہو جاتا ہے کہ جگہ جگہ گندگی ہوتی ہے تو نجس جگہ سے کنکریاں چھنا کیسا ہے؟

(السائل:)

باسمہ تعالیٰ و تقدس انجواب: فقہاء کرام نے نجس جگہ سے کنکریاں اٹھانے کو مکروہ قرار دیا ہے چنانچہ محد و محمد ہاشم ٹھٹھوی متوفی ۱۴۱۷ھ لکھتے ہیں:

و نیز مکروہ است گرفتن سنگریز ہا از مکان نجس (۲۴۵)

یعنی، نیز نجس جگہ سے کنکریاں لینا مکروہ ہے۔

اور یہ کراہت تنزیہی ہے چنانچہ لکھتے ہیں:

و کراہت در این ہر دو صورت تنزیہیہ است (۲۴۶)

یعنی، ان دونوں صورتوں میں کراہت تنزیہی ہے۔

اور اگر یقین ہو کہ جو کنکریاں حمرات کو ماری ہیں وہ نجس تھیں تو اس کی رمی کراہت کے

۲۴۵۔ حجة القلوب في رتبة المحبوب، ص ۲۰۰

۲۴۶۔ حجة القلوب، باب هشتم در بیان مناسک منی، فصل لؤل، ص ۲۰۰

ساتھ جائز ہو جائے گی، چنانچہ علامہ نظام الدین اور علماء ہند کی ایک جماعت نے لکھا:

لورمی بمنتحسہ بیتین کرہ و اجزاء کما فی "فتح القلید" (۲۴۷)

یعنی، اگر یقین کے ساتھ پاک کنکریوں سے رمی کی تو مکروہ (کام) ہوا

اور رمی اسے جائز ہو گئی اسی طرح "فتح القلید" (۲۴۸) میں ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم السبت، ۱۲ ذی الحجة ۱۴۲۸ھ، ۲۱ دسمبر ۲۰۰۷ م (New 23-F)

حجرات سے کنکریاں اٹھانا مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی؟

استفتاء کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہم نے دیکھا ہے کہ لوگ حجرات کے پاس سے بھی کنکریاں اٹھانے میں تامل نہیں کرتے جب کہ ہم نے پڑھا اور علماء کرام سے بھی سنا ہے کہ حجرات کے پاس سے کنکریاں اٹھانا مکروہ ہے۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ یہ کراہت تحریمی ہے یا تنزیہی کیونکہ اگر کراہت تحریمی ہوگی تو ارتکاب کرنے والا گنہگار ہوتا ہے جس کے لئے اس پر تو بہ لازم آتی ہے جبکہ تنزیہی میں نہیں؟

(السائل: خرم عبدالقادر، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: رمی کے لئے حجرات کے پاس سے کنکریاں اٹھانا مکروہ ہے، چنانچہ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

بأخذ الحصى من أي موضع شاء إلا عند الحمرة فإن ذلك يكره،

لأن ما عندها من الحصى مردود و هكذا جاء في الأثر (۲۴۹)

یعنی، حجرات کے پاس پڑی ہوئی کنکریوں کے علاوہ جہاں سے چاہے

اٹھائے پس تحقیق وہ مکروہ کیونکہ ان کے پاس کنکریاں ہیں وہ مردود

۲۴۷۔ الفتاویٰ الہندیۃ المجلد (۱)، کتاب المناسک، الباب الخمس فی کیفیۃ أداء الحج، ص ۲۳۳

۲۴۸۔ فتح القلید، ۲/ ۵۰۰

۲۴۹۔ الہندیۃ المجلد (۱)، کتاب الحج، باب الإحرام، ص ۱۷۸

ہیں، اسی طرح اثر میں آیا ہے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

ونیز مکروہ است برداشتن سنگریزہ از نزد حجرہ زیرا نیکہ سنگریزہ پاکہ موجود اند

در حجرات علامات آن است کہ مردود مستند چہ وارد شدہ کہ برداشتہ می

شود سنگریزہ ہائے مقبولہ را بمائے تمکیل میزان صاحب آنہا (۲۵۰)

یعنی، نیز حجرہ سے کنکری اٹھانا مکروہ ہے کیونکہ جو کنکریاں حجرات میں

موجود ہیں اس کی علامات ہیں کہ وہ غیر مقبول ہیں اس لئے کہ احادیث

میں آیا کنکریاں مارنے والے کے میزان کو (قیامت میں) بھاری

کرنے کے لئے مقبول کنکریاں اٹھائی جاتی ہیں۔

اور علامہ علاؤ الدین حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی

متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

و يكره أخذها من عند الحمرة لأنها مردودة لحديث ما رواه

"الدارقطني" (۲۵۱) و "الحاكم" (۲۵۲) و صححه عن "أبي

سعيد الخدري" قال: قلت يا رسول الله! هذه الحمار التي

نرمي بها كل عام فنحسب أنها تنقص، فقال: إن ما يقبل منها

رفع ولا ذللك لرايتها أمثال الجبال (۲۵۳)

۲۵۰۔ حیاة القلوب فی زیلۃ المحجوب، باب هشتم، فصل اول، ص ۲۰۰

۲۵۱۔ سنن المنرقطی، کتاب الحج، رقم: ۲۷۶۳، ۱/ ۲/ ۲۶۳

۲۵۲۔ المستدرک للحاکم، کتاب المناسک، یرفع ما یقبل الخ رقم: ۱۷۹۵، ۲/ ۱۳۷

ایضاً المعجم الأوسط، رقم: ۱۷۵۰، ۱/ ۴۷۴

ایضاً السنن الکبریٰ للبیہقی، کتاب الحج، باب أخذ الحصى لرمی حمرة العقبة و کیفیۃ ذلك

برقم: ۹۵۴، ۵/ ۲۱۰

ایضاً المصنف لابن ابی شیبہ، کتاب الحج، باب فی حصی الحمل ما جاء فی ذلك، ۴/ ۴۹

ایضاً مجمع الزوائد للہیثمی، کتاب الحج، باب رمی، رقم: ۵۵۸۹، ۳/ ۴۳۳

۲۵۳۔ رد المحتل علی الثر المختل، کتاب الحج، فصل فی الإحرام، مطلب فی رمی حمرة العقبة، ۳/ ۶۱۰

یعنی، حجرہ کے پاس کنکریاں اٹھانا مکروہ ہے اس لئے کہ وہ مردود کنکریاں ہیں حدیث شریف میں ہے جسے امام دارقطنی نے روایت کیا اور اسے امام حاکم نے صحیح قرار دیا، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ حمرات جنہیں ہم ہر سال کنکریاں مارتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ کم ہو جاتی ہیں، آپ نے ارشاد فرمایا کہ مقبول کنکریاں اٹھائی جاتی ہیں اگر ایسا نہ ہوتا تو تم ایک پہاڑ کنکریوں کا دیکھتے۔

امام کمال الدین محمد بن عبد الواحد ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ لکھتے ہیں:

عن ابن عمر رضی اللہ عنہما أنه كان يأخذها من جمع، بخلاف موضع الرمي لأن السلف كرهوه لأنه مردود (۲۵۴) یعنی، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ مزدلفہ سے کنکریاں لیتے، برخلاف موضع رمی (یعنی حمرات) کے کیونکہ سلف نے اسے مکروہ قرار دیا کیونکہ وہ مردود ہیں۔

اور کراہت سے مراد کراہت تنزیہی ہے چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی نے حجرہ کے پاس سے اور نجس جگہ سے کنکری اٹھانے کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

وکراہت درین ہر دو صورت تنزیہیہ است (۲۵۵)

یعنی، ان دونوں صورتوں میں کراہت تنزیہیہ ہے۔

اس لئے حاجیوں کو چاہئے کہ حمرات سے کنکریاں نہ اٹھائیں لیکن اس سے مراد وہ کنکریاں ہیں جو حمرات کو ماردی گئیں فی زمانہ جو کنکری حمرات کو ماردی گئی بہت کم ہے کہ اسے دوسرا کوئی اٹھا سکے کیونکہ حمرات کے گرد چھوٹی دیوار اتنی دور ہے کہ کنکری لگ کر بمشکل باہر آ سکتی ہے یا پھر اتنی دور سے کسی نے پھینکی ہو جو اس چھوٹی دیوار کے اندر ہی نہ گری ہو اس

لئے وہاں پڑی ہوئی کنکری میں احتمال بہر حال موجود ہے کہ یہ ماردی ہوئی کنکری ہے نہ کہ گری ہوئی۔ لہذا احتیاط اسی میں ہے کہ وہاں پڑی ہوئی کنکری رمی کے لئے نہ اٹھائی جائے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

يوم الجمعة، ۱۲ ذی الحجة ۱۴۲۸ھ، ۲۱ دسمبر ۲۰۰۷ م (New 25-F)

کنکریوں کو دھونا کیسا ہے؟

الاستفتاء:- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مزدلفہ سے رمی کے لئے کنکریاں چن کر انہیں دھو لینا جائز ہے یا نہیں کیونکہ اس سال مزدلفہ ایک شخص کو میں نے سنا کہ وہ دوسروں کو کنکریاں دھونے سے منع کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ شریعت میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے برائے مہربانی اگر کوئی اس کا ثبوت ہماری فقہ کی کتابوں میں ہو تو بتائیے تاکہ ہمارا دل مطمئن ہو کہ ہم ہمیشہ سے یہی عمل کرتے ہیں؟

(السائل: محمد رضوان بکالی، البیک حج گروپ، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقاسم انجواب: رمی کے لئے چُنی گئی کنکریوں کو دھونا جائز ہے کیونکہ کنکری اگر یقینی نجس (نا پاک) ہے تو اس سے رمی کرنا مکروہ ہے چنانچہ علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۸۶۱ھ لکھتے ہیں:

ولو رمی بمنتخبة بيقين كره (۲۵۶)

اور علامہ علاؤ الدین حصکلی متوفی ۸۸۸ھ لکھتے ہیں:

ويكره أن يرمى بمنتخبة بيقين مخلصاً (۲۵۷)

یعنی، ایسی کنکری سے رمی کرنا مکروہ ہے کہ جس کا نا پاک ہونا یقینی ہو۔

اور اگر کنکری یقیناً نا پاک نہیں تو بغیر دھونے کے ان سے رمی کرنا مکروہ نہیں چنانچہ علامہ

سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

و أما بدون یتقن فلا بکرة لأن الأصل الطهارة

یعنی، نجاست کے یقین کے بغیر کراہت نہیں کیونکہ اصل طہارت ہے۔

کنکریوں کی نجاست کا یقین نہ ہو تو بغیر دھوئے اُن سے رمی اگرچہ مکروہ نہیں مگر اُن کو دھولیا مستحب ہے تاکہ یقینی پاکی حاصل ہو جائے، چنانچہ امام کمال الدین محمد بن عبد الواحد ابن الھمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ لکھتے ہیں:

و يستحب أن يغسل الحصيات قبل أن يرميها ليتنقن طهارتها

فإنه بقاء بها قربة (۲۵۸)

یعنی، مستحب ہے کہ رمی سے قبل کنکریوں کو دھو لے تاکہ ان کی پاکی کا یقین حاصل ہو جائے اس لئے کہ ان کے ذریعے قُربت قائم کی جائے گی۔

اور علامہ رحمۃ اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و يستحب أن يغسل الحصاة (۲۵۹)

اور علامہ ثنائی لکھتے ہیں:

لكن يندب غسلها لتكون طهارتها متيقنة كما ذكره في

"البحر" وغيره (۲۶۰)

یعنی، لیکن کنکریوں کو دھونا مندوب (یعنی مستحب) ہے تاکہ ان کی پاکی یقینی ہو جائے جیسا کہ اسے "بحر الرائق" (۲۶۱) وغیرہ میں ذکر کیا ہے۔

اور فی زمانہ حاجیوں کی کثرت کے باعث مشاہدہ یہ ہے کہ لوگ پہاڑوں اور رستوں کے اطراف میں پیشاب و پاخانہ کر دیتے ہیں اس لئے کنکریوں کے مایا پاک ہونے کا قوی

۲۵۸۔ فتح القدیر، المجلد (۲)، کتاب الحج، باب الإحرام تحت قوله: يأخذ الحصاة الخ، ص ۵۰۰

۲۵۹۔ محامع المناسك و تفع المناسك، باب الزدلفة، فصل في رفع الحصاة، ص ۱۷۵، المطبعة المحمدية بالقسطنطينية، ۱۲۸۹ھ، ص ۲۶۱ مطبوعة قسطنطين

۲۶۰۔ رد المحتار على الدر المختار، المجلد (۳)، کتاب (۵) الحج، مطلب في حجرة العقبة، ص ۶۱۰

۲۶۱۔ البحر الرائق، المجلد (۲)، کتاب الحج، باب الإحرام تحت قوله فلم حجرة العقبة، ص ۳۴۵

احتمال ہوتا ہے اس لئے مناسب یہی ہے کہ اُن کو دھولیا جائے چنانچہ امام عبد بن الدین ابو المعانی محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ نجاری حنفی متوفی ۶۱۶ھ لکھتے ہیں:

فنقول: ينبغي أن تكون الحصاة مغسولة (۲۶۲)

اور علامہ نظام الدین حنفی اور جماعت علماء ہند نے لکھا کہ

ينبغي أن تكون مغسولة (۲۶۲)

یعنی، کنکریوں کا دھلا ہوا ہونا مناسب ہے۔

والله تعالى أعلم بالصواب

يوم الأحد، ۱۴ ذی الحجة ۱۴۲۸ھ، ۲۳ دسمبر ۲۰۰۷ م (New 29-F)

تیرہ ذوالحجہ کو رمی کا وقت

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کوئی شخص اگر تیرہ ذوالحجہ کو منیٰ میں رُک جائے اور اس پر اس تاریخ کی رمی واجب ہو جائے تو وہ کس وقت رمی کرے کیا گیارہ اور بارہ تاریخ کی رمی کی طرح زوال کے بعد ہی رمی کر سکتا ہے؟ اس سے قبل بھی اُسے رخصت ہے؟

(السائل:)

بسم الله تعالى و تقبل مني الجواب: حاجی اگر بارہ ذوالحجہ کو رمی کے بعد منیٰ سے جانا چاہے تو شریعت مطہرہ نے اُسے اجازت دی ہے اگرچہ غروب آفتاب کے بعد تیرہویں تاریخ کی رمی کئے بغیر جانا معیوب قرار دیا گیا ہے۔

اور تیرہویں تاریخ کو رمی کا وقت طلوع فجر سے غروب آفتاب تک ہے مگر زوال سے غروب تک مسنون اور اس سے قبل مکروہ ہے، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۳ھ لکھتے ہیں:

۲۶۲۔ المحيط البیہقی، المجلد (۳)، کتاب (۳) المناسك، الفصل الثالث تعليم أعمال الحج، ص ۴۰۶

۲۶۳۔ الفتاویٰ الہندیہ، المجلد (۱)، کتاب المناسك، الباب الخامس في الإحرام، ص ۲۳۳

رمی در روز اخیر یعنی روز سیزدهم از طلوع فجر است تا غروب شمس الا آنکہ قبل از زوال وقت کراہت است و بعد از زوال تا غروب وقت مسنون است نزد ابی حنیفہ و نزد صاحبیہ جائز نباشد رمی قبل الزوال درین روز چنانچہ در دو روز سابق (۲۶۴)

یعنی، آخری دن تیرہویں تاریخ کورمی کا وقت (تیرہویں تاریخ کی) طلوع فجر سے (اس تاریخ کے) غروب آفتاب تک ہے مگر یہ کہ امام اعظم ابو حنیفہ کے نزدیک قبل الزوال وقت کراہت ہے اور زوال کے بعد سے غروب آفتاب تک مسنون اور (امام ابو حنیفہ کے دو شاگردوں) امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک اس روز زوال سے قبل رمی جائز نہ ہوگی جیسا کہ سابقہ دو دنوں (یعنی گیارہ اور بارہ تاریخ) میں (زوال سے قبل رمی ان کے نزدیک جائز نہیں)۔

اور علامہ نظام الدین حنفی ۱۱۶۱ھ لکھتے ہیں:

و أما وقته في اليوم الرابع فعند أبي حنيفة رحمه الله تعالى من طلوع الفجر إلى غروب الشمس إلا أن ما قبل الزوال وقت مكروه، وما بعده مسنون۔ كذا في "المحيط السرخسي" (۲۶۵) یعنی، مگر چوتھے دن کی رمی کا وقت تو امام حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک طلوع فجر سے غروب آفتاب تک ہے مگر یہ کہ زوال (آفتاب) سے قبل وقت مکروہ ہے اور اس کے بعد مسنون ہے، اسی طرح "محیط سرخسی" (۲۶۶) میں ہے۔

۲۶۴۔ حبلۃ القلوب فی زیلۃ المحبوب، باب دہم در رمی حملہ، فصل چہارم در یک وقت رمی

حملہ، ص ۲۱۷

۲۶۵۔ الفتاویٰ الہندیۃ المجلد (۱)، کتاب المناسک، الباب الخامس فی کیفیۃ أداء الحج، و الکلام

فی الرمی، ص ۲۳۳

۲۶۶۔ محیط السرخسی، کتاب الحج، باب ینفع قبل طلوع الشمس الخ، الفصل الثامن، ص ۲۳۰

اور یہاں کراہت سے مراد کراہت تیز یہی ہے کیونکہ کراہت سفت کے مقابلے میں ہے، جیسا کہ مندرجہ بالا عبارت سے واضح ہے اور جو کراہت سفت کے مقابلے میں ہو وہ تیز یہی ہوتی ہے نہ کہ تخریجی۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

يوم الجمعة، ۱۲ ذی الحجة ۱۴۲۸ھ، ۲۱ دسمبر ۲۰۰۷ م (New 24-F)

رمی کے وقت طہارت کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حمرات کی رمی میں با وضو یا ضروری ہے یا بغیر وضو کے بھی جائز ہے؟

(السائل:)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: رمی کے لئے طہارت شرط نہیں ہے نہ ہی واجب اور نہ مسنون بلکہ مستحب ہے یعنی رمی کے لئے مستحب ہے کہ رمی کرنے والا با وضو ہو، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹنڈوی متوفی ۱۴۴۲ھ رمی کے مستحبات میں لکھتے ہیں کہ:

دویم طہارت از حدث اصغر و اکبر (۲۶۷)

یعنی، رمی کا دوسرا مستحب یہ ہے کہ (رمی کرنے والا) حدث اصغر (بے وضو ہونے) اور حدث اکبر سے پاک ہو (یعنی اس پر غسل فرض نہ ہو)۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

يوم الجمعة، ۱۲ ذی الحجة ۱۴۲۸ھ، ۲۱ دسمبر ۲۰۰۷ م (New 22-F)

نابالغ پر نہ دم شکر لازم ہے نہ دم جبر

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہر سال

۲۶۷۔ حبلۃ القلوب فی زیلۃ المحبوب، باب دہم در رمی حملہ، فصل دوم در شرائط صحت رمی

حملہ، ص ۲۱۴

اس گروپ میں کچھ بچے بھی اپنے والدین کے ساتھ حج کو آتے ہیں اور ان کے والدین حج تمتع کرتے ہیں اور وہ ذوالحجہ کو رمی کے بعد وہ جانور ذبح کرواتے ہیں یعنی قربانی کرتے ہیں اور اپنے بچوں کی قربانیاں بھی کرتے ہیں تو ان کے والدین پر جانور قربانی کرنا تو واجب تھا مگر بچوں کی طرف سے جانور قربان کرنا کیا ہے؟ اسی طرح بڑوں سے کوئی مجرم سرزد ہو جائے کہ جس میں دم لازم آتا ہو تو ان کو دم دینا لازم ہوتا ہے اور اگر وہی مجرم بچوں سے سرزد ہو جائے تو کیا ان پر بھی کچھ لازم ہوگا؟

(السائل: محمد رضوان بارون، لیبیک حج و عمرہ، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ و تقبل من الجواب: شریعت مطہرہ نے بیشتر معاملات میں بالغ اور نابالغ میں فرق کیا ہے، ان میں سے ایک لزوم دم ہے، دم چاہے حج تمتع یا حج قرآن کا ہو کہ جسے دم شکر کہا جاتا ہے یا دم کسی مجرم کا ہو کہ جسے دم جبر کہا جاتا ہے۔

بچے پر دم شکر اس لئے واجب نہیں ہے کہ اس کے وجوب کی شرطوں میں سے ایک شرط بالغ ہونا ہے اور یہ شرط بچے میں مفقود ہے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ بن قاضی امجدیم سندھی حنفی (۲۶۸) اور ان سے علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی (۲۶۹) متوفی ۱۲۵۲ھ نقل کرتے ہیں:

و شرائط وجوب الذبح: القُدْرَةُ عَلَيْهِ وَ صَحَّةُ الْقِرَانِ، أَوْ التَّمَتُّعُ وَ

الْعَقْلُ، وَ الْبُلُوغُ، وَ الْحَرِيَّةُ، فَيُحِبُّ عَلَى الْمَمْلُوكِ الصَّوْمَ لَا الْهَدْيَ

یعنی، ذبح کے وجوب کی شرطیں یہ ہیں: ذبح پر قدرت رکھنا ہو، صحبت

قرآن و تمتع (جب کہ ”ردالمحتار“ میں صرف قرآن کا ذکر ہے)، عقل، بالغ

ہونا، آزاد ہونا، پس مملوک پر روزے واجب ہیں نہ کہ جانور ذبح کرنا۔

اور ”طبیب“ کی عبارت ”بالغ ہونا“ کے تحت مولا علی قاری لکھتے ہیں:

۲۶۸۔ لَبَّابُ الْمَنَاسِكِ مَعَ شَرْحِهِ، ص ۲۹۰

۲۶۹۔ رَدُّ الْمَخْتَلَرِ عَلَى الْمَخْتَلَرِ، الْمَحَلُّ (۳)، كِتَابُ الْحَجِّ، بَابُ (۱) الْقِرَانِ، تَحْتَ قَوْلِهِ: وَ ذَبْحُ

لِلْقِرَانِ، ص ۶۳۶

أَيُّ لَعَلِّهِمُ الْوَجُوبُ عَلَى الصَّبِيِّ مَعِيْزًا أَوْ غَيْرَهُ (۲۷۰)

یعنی، بچہ چاہے سمجھدار ہو یا بے سمجھ اس پر قربانی (یعنی دم قرآن و تمتع) واجب نہیں۔

اور بچے پر کسی جرم کے ارتکاب پر دم جبر لازم نہ ہونے کے بارے میں علامہ علاؤ الدین حصکمی حنفی متوفی ۸۸۰ھ لکھتے ہیں:

الْوَجِبُ دَمٌ عَلَى مُحَرِّمٍ بِالْبَلْغِ فَلَا شَيْءَ عَلَى الصَّبِيِّ خِلَافًا

لِلشَّافِعِيِّ (۲۷۱)

یعنی، واجب دم محرم بالغ پر ہے پس بچے پر کوئی شی نہیں بخلاف امام شافعی کے۔

اور بچوں کی طرف سے ان کے وارث اگر کوئی قربانی کرتے ہیں تو کر سکتے ہیں اس میں کوئی ممانعت نہیں ہے اگرچہ ان پر واجب نہیں کہ وہ بچوں کی طرف سے جانور ذبح کریں مگر یاد رہے کہ وارث بچے کے بیسوں سے یہ قربانی نہیں کر سکتا کہ اس پر واجب نہیں اور اپنے بیسوں سے چاہے تو کر سکتا ہے۔ اور اگر بچے کے بیسوں سے قربانی کی تو اُسے لازم ہوگا کہ بچے کے پیسے اپنے جیب سے بھرے۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالْصَّوَابِ

يوم الأحد، ۱۴ ذی الحجة ۱۴۲۸ھ، ۲۳ دسمبر ۲۰۰۷ م (New 28-F)

حج میں قربانی کے لئے ٹوکن خریدنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایام حج سے قبل اور ایام حج میں قربانی کے ٹوکن فروخت ہوتے ہیں اور ان کی خرید کی حکومتی سطح پر ترغیب بھی دلائی جاتی ہے، اور لوگ کثیر تعداد میں یہ ٹوکن خریدتے بھی ہیں، تو قربانی کے ٹوکن خریدنا

۲۷۰۔ الْمَسْلُوكُ الْمَقْشُطُ فِي الْمَنَاسِكِ الْمَوْسُطِ، بَابُ الْقِرَانِ، فَصْلٌ فِي هُنَى الْقِرَانِ وَ الْمَنَاسِكِ، ص ۲۹۰

۲۷۱۔ الْقِرَانُ الْمَخْتَلَرُ مَعَ رَدِّ الْمَخْتَلَرِ، الْمَحَلُّ (۳)، كِتَابُ الْحَجِّ، بَابُ (۳) الْخُدَايَاتِ، ص ۶۵۱

کیا ہے جب کہ ریٹ بھی مناسب ہو؟

(السائل: سید حرم رضا، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: حنفی مذہب میں مفتوح اور قارن حاجی کے لئے دس تاریخ کی رمی، قربانی اور حلق میں ترتیب واجب ہے یعنی پہلے حجرہ عقبہ کی رمی کرے پھر قربانی کرے اس کے بعد حلق کرے یا تقصیر۔ اور اگر اس نے ترتیب جان بوجھ کر یا بھولے سے بدل دی یا ترتیب کسی عذر کی بنا پر بدل گئی اگرچہ اس کے اپنے فعل سے نہ ہو بہر صورت ترتیب کی وجہ سے اس پر دم لازم آتا ہے اور یہ مسئلہ فقہ حنفی کی ہر وہ کتاب میں کہ جس میں مناسک حج مذکور ہیں بالصریح موجود ہے جیسا کہ ”کتاب المناسک للعلامة رحمة الله السندي الحنفی و ”مجامع المناسک و نفع الناس“ (المعروف بمناسک کبیر للعلامة رحمة الله السندي الحنفی)، ”المسلک المتقسط فی المناسک المتوسط للقلوب“ (الہروی الحنفی)، و ”المسائل فی المناسک“ للکرمانی الحنفی، و حیاة القلوب فی زیارة المحبوب المخلوم محمد هاشم التتوی الحنفی، و ”غنية الناسک فی بغية المناسک“ و ”الدر المختار“ و ”رد المختار“ و ”البحر الرائق“ و ”النهر الفائق“ و ”منحة الخائف“ و ”الجوهرة النيرة“ و ”حاشية الطحطاوی علی الدر المختار“ وغیرھا

اور جس سے حاجی نے ٹوکن خریدا وہ حاجی کی طرف سے وکیل ہے دم سے بچنے کے لئے لازم ہے کہ وہ وکیل حاجی کے حجرہ عقبہ کی رمی کر لینے کے بعد اس کی طرف سے جانور ذبح کرے اگر رمی سے قبل جانور ذبح ہو گیا تو بھی ترتیب واجب کا ترک لازم آیا اور اگر حاجی نے رمی کے بعد جانور ذبح ہونے سے قبل حلق یا تقصیر کر دئی تو بھی واجب ترتیب کا ترک متحقق ہو گیا اور حاجی پر دم لازم آ گیا، ٹوکن بچنے والے حاجی سے پیسے لے کر اسے رسید دے دیتے ہیں اور اسے وقت بتایا جاتا ہے کہ تیری قربانی فلاں وقت ہوگی اس وقت تک حاجی اگر رمی نہ کر سکا اور شیڈول کے مطابق جانور ذبح ہو گیا تو حاجی پر دم لازم آ جاتا ہے، کیونکہ ضروری نہیں حاجی

اس تاریخ کو دیئے گئے وقت سے قبل رمی کر لے، اکثر ایسا ہوتا ہے کہ حاجی کو رمی میں تاخیر ہو جاتی ہے، اسی طرح حاجی نے رمی کر لی جو وقت دیا گیا تھا اس پر اس کی طرف سے جانور ذبح نہ ہوا اور اس نے حلق کر دیا تو ترتیب کی وجہ سے حاجی پر دم لازم ہو گیا۔

اطلاعات یہی ہیں کہ حج کی قربانی سارا سال جاری رہتی ہیں کیونکہ احناف کے علاوہ دیگر کے نزدیک یہ ترتیب واجب نہیں بلکہ سفت ہے اس لئے وہ اس کا خصوصی اہتمام نہیں کرتے، اور پھر یہ بھی کیا معلوم کہ وہ لوگ قربانی کرتے ہیں یا بالکل کرتے ہی نہیں کیونکہ اس سال یہاں کے اخبار میں ایک خبر شائع ہوئی ہے کہ چودہ ایسی کمپنیوں کی منتا مدہی ہوئی ہے جو قربانی کے جعلی ٹوکن فروخت کرتی تھیں چنانچہ اخبار ”اردو نیوز“ میں ہے:

۱۴ کمپنیوں کے متعلق جعلی ٹوکن فروخت کرنے کے واضح ثبوت ملے

ہیں (۲۷۲)

لہذا ٹوکن پر بھروسہ کرنا دانشمندی نہیں، حاجی صاحبان کو چاہئے کہ قربانی اپنے ہاتھ سے کریں ورنہ ایسے شخص کو جو دیندار ہو جسے وہ جانتے ہوں وکیل مقرر کریں اور رمی کے بعد اسے فون پر اپنی رمی ہو جانے کی اطلاع دیں اور وہ قربانی کر کے آپ کو اطلاع دے پھر آپ حلق کروائیں۔

والله تعالى اعلم بالصواب

يوم الثلاثاء، ۲۱ ذی الحجة ۱۴۲۸ھ، ۱ يناير ۲۰۰۸ م (New 37-F)

انا ج وغیرہ میں صدقہ کی جگہ قیمت ادا کرنے کے بارے میں سوال

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حج یا عمرہ میں جو صدقہ لازم ہو جائے اسے میں کوئی شخص جس جنس سے صدقہ لازم ہو وہ نہ دے قیمت دینا چاہے مثلاً آدھا صاع گندم کی جگہ اس کی قیمت دینا چاہے تو کس جگہ کی قیمت کا اعتبار کرے جس جگہ صدقہ لازم ہو یا جس جگہ وہ ادا کر رہا ہے؟

(السائل: خرم عبدالقادر)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: صدقہ میں اس جگہ کی قیمت معتبر ہو گی جہاں وہ صدقہ دے رہا ہے اگر وہ حرم مکہ میں صدقہ دیتا ہے تو وہاں کی قیمت کا اعتبار ہوگا اور اگر اپنے وطن میں دیتا ہے تو اس جگہ کی قیمت کا اعتبار ہوگا۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم الإثنين، ۶ محرم الحرام ۱۴۲۹ھ، ۱۴ بنابر ۲۰۰۸ م (New 42-F)

صدقہ حد و حرم میں ادا کرنا ضروری نہیں

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حج یا عمرہ میں اگر کسی وجہ سے صدقہ لازم ہو جائے تو صدقہ حد و حرم میں دینے میں مشکل ہو جاتی ہے تو کیا کرے صدقہ وہاں دے یا اپنے وطن آکر دے؟

(السائل: یوسف)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: یہ بات نہیں ہے کہ وہاں مستحق نہیں ملے جستجو کرنے سے ایسے فقراء مل سکتے ہیں اور بہتر یہی ہے کہ صدقہ حرم کے مسکینوں کو دے کہ وہاں دینے میں ثواب زیادہ ہے ہاں اگر وہاں ایسا نہ ملے جسے صدقہ دینا جائز ہے تو وطن واپس آکر وہاں کے فقیروں کو دے دے، چنانچہ امام برہان الدین ابو العزائمی محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ بخاری حنفی (۲۷۳) متوفی ۶۱۶ھ لکھتے ہیں اور ان سے علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ اور علماء ہند (۲۷۴) کی ایک جماعت نے نقل کیا کہ:

الأفضل أن تصدق على فقراء مكة، ولو تصدق على غير

فقراء مكة جاز،

یعنی، اور افضل یہ ہے کہ وہ مکہ کے فقراء پر صدقہ کرے، اور اگر اس نے

۲۷۳۔ المحيط للبرہانی، المجلد (۳)، کتاب (۳) المناسک، الفصل الخامس: ما يحرم على المحرم و

ما لا يحرم من تركه في لبس المخيط، ص ۴۲۹، رقم ۳۳۱۱

۲۷۴۔ المغنوی الہندی، المجلد (۱)، کتاب الحج، الباب الثامن فی الحایات، الفصل الثالث فی خلق

الشعر و قلم الأظفار، ص ۲۴۴

مکہ کے علاوہ فقراء پر صدقہ کیا تو جائز ہے، اسی طرح ”محیط“ میں ہے۔
واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم الثلاثاء، ۷ محرم الحرام ۱۴۲۹ھ، ۱۵ بنابر ۲۰۰۸ م (New 43-F)

حنفی و شافعی مذہب میں متمتع کا حج سے قبل عمرے کرنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حج تمتع کرنے والے کے لئے پہلے عمرے کے بعد دیگر عمرے کرنا حنفی مذہب میں جائز ہے کیا شافعی مذہب میں بھی یہی حکم ہے یا نہیں کیونکہ کئی لوگ حجاج کرام کو حج میں عمرے کرنے سے منع کرتے ہیں؟

(السائل: محمد سلیم بلدا احمد، بیک حج گروپ، مکہ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: حنفی مذہب: ہمارے مذہب میں وہ متمتع جو جانور ساتھ نہیں لایا اس کے حق میں حج سے قبل عمرے ادا کرنا جائز ہے چنانچہ علامہ حسین بن سعید عبدالغنی کی حنفی لکھتے ہیں:

قال العلامة ابن عابدین فی "منحة الخائف حاشية البحر الرائق"

من باب التمتع ما نصّه و "قد ذکر فی "اللباب": أن التمتع لا

يعتمر قبل الحج، قال شارحه: هذا بناء على أن المكي ممنوع

من العمرة المفردة أيضاً، وقد سبق أنه غير صحيح بل إنه

ممنوع من التمتع و القران و هذا التمتع آفاقي غير ممنوع

من العمرة، فجاز له تكرارها لأنها عبادة مستقلة أيضاً

كالطواف اه

و فی "حاشية المدنی" أن ما فی "اللباب" مسلم فی حق

التمتع للهدی أما غیر السائق فلا لأنه خلاف مذهب

أصحابنا جميعاً لأن العمرة جائزة في جميع السنة بلا كراهة إلا في خمسة أيام لا فرق في ذلك بين المكي والآفاقي كما صرح به في "النهاية" و "المسبوط" و "البحر" و أخرى زاده، و العلامة قاسم و غيرهم (۲۷۵) بلفظه قلت: فما يفعله جهنة معلّمی الغرباء من منعهم من إتيان العمرة للمتمتع الذي لم يسق الهدى هو على خلاف المذهب و يتسبب عن المنع المذكور حرمان الغرباء من عبادة لها ثواب عظيم لا يتيسر لهم فعلها في بلادهم، وربما ضاق عليهم الوقت، فلا يمكنهم فعلها بعد نزولهم من عرفات و لا حول و لا قوة إلا بالله العلي العظيم (۲۷۶)

یعنی، علامہ سید محمد امین ابن عابدین نے "منحۃ الخالق حاشیہ بحر الرائق" کے باب تمتع میں فرمایا کہ "باب" میں ذکر کیا گیا کہ تمتع حج سے قبل عمرہ نہیں کرے گا اور اس کے شارح (ملا علی قاری) نے (اس کے تحت) فرمایا کہ یہ اس بنا پر (کہا گیا) کہ مکی کو عمرہ مفردہ سے بھی روکا گیا ہے، پہلے گزرا کہ (یہ قول) درست نہیں بلکہ مکی کو تمتع اور قرآن سے روکا گیا ہے اور یہ تمتع (کہ جس کی بات ہو رہی ہے) آفاقی ہے جسے (شرعاً) عمرہ سے نہیں روکا گیا تو اس کے لئے عمرہ کا تکرار جائز ہے کیونکہ طواف کی مثل عمرہ بھی ایک مستقل عبادت ہے۔

اور "حاشیہ المحدثی" میں ہے کہ جو "باب" میں ہے وہ اس تمتع کے حق میں تسلیم کیا گیا ہے جو جانور ساتھ لایا ہے مگر وہ تمتع جو جانور ساتھ نہیں

۲۷۵۔ منحة الخالق علی البحر الرائق، المجلد (۲)، کتاب الحج، باب التمتع، ص ۳۶۶

۲۷۶۔ رد المحتار علی مناسک المذنب علی القاری، باب التمتع، فصل التمتع علی توہین،

لایا اس کے حق میں تسلیم نہیں کیونکہ (یہ قول) ہمارے تمام اصحاب احناف کے مذہب کے خلاف ہے کیونکہ عمرہ پانچ دنوں کے علاوہ پورا سال بلا کراہت جائز ہے اور اس میں مکی اور آفاقی کے مابین کوئی فرق نہیں جیسا کہ اس کی تصریح صاحب نہایہ نے "نہایہ" میں، صاحب مسبوط نے "مبسوط" میں، صاحب بحر نے "بحر الرائق" میں اور انہی زاده اور علامہ قاسم (بن قطلوبغا) وغیرہم نے فرمائی ہے۔

(علامہ حسین مکی حنفی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ باہر سے آنے والے جاہل معلّم جو کرتے ہیں وہ مذہب (حنفی) کے خلاف ہے اور مذکور منع میں باہر سے آنے والے حاجیوں کو ایسی عبادت سے محروم کرنا ہے کہ جس میں عظیم ثواب ہے اور اس عبادت کو ان کے اپنے شہر میں ادا کرنا ممکن نہیں، اور بسا اوقات حاجیوں پر وقت تنگ ہوتا ہے (کہ حج کے بعد فوراً ان کی واپسی ہوتی ہے) تو ان کے لئے عرفات سے واپسی کے بعد اس عبادت کو بجالانا ممکن نہیں رہتا و لا حول و لا قوة إلا باللہ العلی العظیم۔

شافعی مذہب: شافعی مذہب میں بھی تمتع کو حج سے قبل عمرے ادا کرنے کی ممانعت نہیں ہے بلکہ عمروں کی کثرت مستحب ہے، چنانچہ امام محی الدین ابو زکریا یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

ثم المعتمر إن كان متمتعاً أقام بمكة حلالاً يفعل ما أراد..... فإذا أراد أن يعتمر تطوعاً كان له ذلك و يستحب الإكثار من الإعمار كما سيأتي من باب المقام بمكة إن شاء الله تعالى (۲۷۷)

یعنی، پھر معتمر اگر تمتع ہے تو مکہ میں بلا احرام ٹھہرے جو چاہے کرے..... پس جب نقلی عمرہ کرنے کا ارادہ ہو تو اُسے عمرہ ادا کرنا جائز

۲۷۷۔ شرح الإيضاح في المناسك مع حاشيته للمبيني، الباب الثالث في دخول مكة الخ، الفصل الرابع في الوقوف بعرفات الخ، ص ۳۰۸

ہے اور کثرت سے عمرے کو مستحب قرار دیا گیا ہے جیسا کہ انشاء اللہ تعالیٰ
”باب ان مقام بمکہ“ میں عنقریب آئے گا۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم السبت ۲۸ ذی القعدة ۱۴۲۸ھ، ۸ دسمبر ۲۰۰۷ م (New 06-F)

حج کے بعد کسی کام سے مدینہ طیبہ جانے والے گروپ لیڈر کے

لئے طواف وداع کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہم گروپ
لیڈروں کو بسا اوقات حج کے بعد فوراً گروپ کے کام سے مدینہ طیبہ بھی جانا پڑتا ہے اس
صورت میں ہمیں طواف وداع کرنا لازم ہو گا یا نہیں جب کہ ہم نے اس دن یا دوسرے پھر مکہ
لوٹنا ہوتا ہے اور لازم ہونے کی صورت میں بغیر طواف کئے چلے گئے تو ہم پر کیا لازم ہو گا؟

(السائل محمد رضوان ولد عبدالستار، لیک حج گروپ اینڈ سروس، مکہ المکرمہ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: طواف وداع آفاقی حاجی پر واجب
ہے مفرد باحج ہو یا متمتع یا قارن ہو، عمرہ کرنے والے آفاقی اور کی و میقاتی حاجی پر واجب نہیں
اسی طرح وہ آفاقی جو حج کو آیا اور وقوف عرفہ نہ کر سکا اور وہ حاجی جو حج کا احرام باندھنے کے
بعد کسی وجہ سے روک لیا گیا جیسے قید یا مرض وغیرہما، اور پاگل، بچے، حیض و نفاس میں مبتلا
عورتیں جب کہ روانگی تک ان عوارض میں مبتلا رہیں ان سب پر بھی یہ طواف واجب نہیں
چنانچہ علامہ رحمۃ اللہ بن عبد اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۰/۹۹۴/۹۹۶ھ لکھتے ہیں:

هو واجب على الحاج الآفاقي المفرد و المتمتع و القارن و لا

يحجب على المعتمر (أى و لو كان آفاقياً) و لا على أهل مكة،

و الحرم، و الحل، و المواقيت و فائت الحج و المحصر، و

المحزون، و النصبی و الحائض و النفساء، و من نوى الإقامة
الأبدية (أى الاستيطان) بمكة قبل حل النحر الأول من أهل

الآفاق (۲۷۸)

یعنی، یہ آفاقی مفرد، متمتع اور قارن حاجی پر واجب ہے اور معتمر اگرچہ
آفاقی ہو پر واجب نہیں اور اہل مکہ، اہل حرم، اہل حل، اہل میقات اور
فائت الحج، محصر، پاگل، بچے اور حیض و نفاس والی عورتوں، اور وہ آفاقی
جو غیر اول سے قبل مکہ معظمہ میں ہمیشہ اقامت کی نیت کر لے ان سب پر
طواف وداع واجب نہیں ہے۔

اور وہ گروپ لیڈر آفاقی ہی ہوتے ہیں جب وہ حج کی ادائیگی کے بعد مدینہ طیبہ جانے
کا ارادہ کرتے ہیں تو یہ طواف اُن پر واجب ہو جاتا ہے چنانچہ علامہ نظام الدین حنفی متوفی
۱۱۶۱ھ اور علماء ہند کی ایک جماعت نے لکھا:

و طواف الصدر واجب على الحاج إذا أراد الخروج من مكة (۲۷۹)

یعنی، طواف وداع (آفاقی) حاجی پر اس وقت واجب ہے جب وہ مکہ
معظمہ سے نکلنے کا ارادہ کرے۔

آفاقی حج کے بعد جب تک مکہ مکرمہ میں ہے اس پر یہ طواف واجب نہیں اگرچہ وہ حج
کے بعد مکہ مکرمہ میں سال بھر ہی کیوں نہ رہے اُس سے اس طواف کی ادائیگی کا مطالبہ نہیں ہے
کیونکہ یہ واجب ان واجبات میں سے ہے کہ جس کا وقت مقرر نہیں اور ایسا واجب جو وقت نہ
ہو اس کا ترک خرد حج مکہ سے متحقق ہوتا ہے جیسا کہ علامہ علاؤ الدین حصکھی متوفی ۱۰۸۸ھ
”تنویر الابصار“ کی عبارت ”طواف وداع کے ترک پر دم لازم ہے“ کے تحت لکھتے ہیں:

و لا يتحقق الترك إلا بالخروج من مكة (۲۸۰)

۲۷۸۔ لب لب مناسك (مع شرحه للقلبي)، باب طواف الصدر، ص ۲۷۹

۲۷۹۔ الفتاویٰ الهندیة، المجلد (۱)، کتاب الحج، الباب الخامس فی كيفية أداء الحج، ص ۲۳۴

۲۸۰۔ النور المختل: ۶۶۵/۳

یعنی، ترک تحقق نہیں ہونا مکرمہ معظمہ سے نکلنے سے۔

اس کے تحت علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

لأنه ما دام فيها لم يطأ لب به ما لم يرد السفر (۲۸۱)

یعنی، جب تک وہ مکہ میں ہے اس سے اس کا مطالبہ نہیں کیا جاتا جب تک وہ سفر کا ارادہ نہ کرے۔

اور اگر وہ طواف و داع کے بغیر مکہ مکرمہ سے نکل جاتا ہے تو میقات سے گزرنے تک

اس پر واجب رہتا ہے کہ وہ واپس لوٹے اور طواف و داع کرے، چنانچہ علامہ رحمۃ اللہ سندھی لکھتے ہیں:

بحسب عذبة العود بلا إحرام ما لم يتجاوز الميقات (۲۸۲)

یعنی، اس پر بغیر احرام کے لوٹنا واجب ہے جب تک میقات سے نہ گزرے۔

اور جب وہ میقات سے گزر جاتا ہے تو اس پر لوٹنا واجب نہیں رہتا دم واجب ہو جاتا

ہے چنانچہ علامہ رحمۃ اللہ سندھی لکھتے ہیں:

فإن جاوزه لم يحجب الرجوع و يحجب التيمم (۲۸۳)

یعنی، اگر وہ میقات سے گزر جائے تو لوٹنا واجب نہیں دم واجب ہے۔

اور میقات سے گزرنے کے بعد اگر طواف و داع کی ادائیگی اور اپنے آپ پر واجب

دم کو ساقط کرنے کے لئے لوٹ آتا ہے تو احرام باندھ کر لوٹنا ہوگا کیونکہ جو بھی حرم میں داخل

ہونے کے ارادے سے میقات سے گزر رہا ہے اس پر حج یا عمرہ کا احرام باندھ کر آنا واجب ہوتا

ہے، پھر مکہ مکرمہ پہنچ کر پہلے عمرہ کا طواف کرے گا پھر طواف و داع چنانچہ علامہ رحمۃ اللہ بن

عبد اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

۲۸۱۔ رد المحتار علی الشرح المختار، المحل (۳)، کتاب (۵) الحج، باب (۳) الحذایات، تحت قوله و

لا يتحقق التيمم، ص ۶۶۵

۲۸۲۔ ألبان المناسك (مع شرحه للقلبي)، باب طواف المنصر، فصل، ص ۲۸۰

۲۸۳۔ ألبان المناسك (مع شرحه للقلبي)، ص ۲۸۰

فإن رجوع (أي بالإحرام) بلب بطواف العمرة ثم بالصلوة (۲۸۴)

یعنی، پس اگر احرام باندھ کر لوٹ آیا تو پہلے عمرہ کا طواف کرے گا پھر

طواف و داع۔

اور عمرہ ترک واجب گناہ ہے، چنانچہ علامہ رحمۃ اللہ سندھی اور مفتی علی قاری لکھتے ہیں:

لكن العامد أثم أي بتركه (۲۸۵)

یعنی، لیکن قاصد واجب کے ترک میں گنہگار ہے۔

اور اس صورت میں وہ گناہ دم دینے سے بھی معاف نہ ہوگا بلکہ اس کے لئے تہی توبہ

لازم ہوگی چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

چون ترک کرد بطریق تہجد آثم باشد اگر چه دم دهد و مرتفع نکرد و آن اثم

بغیر توبہ (۲۸۶)

یعنی، جب واجب کو جان بوجھ کر ترک کرے گا تو گنہگار ہوگا اگر چه دم

دے اور وہ گناہ بغیر توبہ کے نہ اٹھے گا۔

جس دم دینے سے قصد پائے جانے کی صورت میں گناہ باقی رہتا ہے اس طرح اعادہ

کے ذریعے دم ساقط کروانے کی صورت میں بھی گناہ باقی رہے گا جب کہ ترک واجب کا

ارتکاب قصد ہوا ہو۔

والله تعالى أعلم بالصواب

يوم الخميس، ۱۸ ذی الحجة ۱۴۲۸ھ، ۲۷ دسمبر ۲۰۰۷ م (New 32-F)

حل کی طرف نکلنے والے آفاقی کے لئے طواف و داع

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کوئی آفاقی

۲۸۴۔ ألبان المناسك، ص ۲۸۰

۲۸۵۔ المناسك المنقسط في المناسك المتوسط، باب فرائض الحج، فصل في واجباته، ص ۸۰

۲۸۶۔ حجة القلوب في زيارة المحبوب، مقدمة الرسالة، ص ۴۵

شخص حج ادا کرنے کے بعد طواف و داع کے بغیر اگر جہدہ جانا چاہئے جیسا کہ عموماً آفاقی حاجیوں کو دیکھا گیا ہے کہ ان ایام میں جہدہ کا رخ کرتے ہیں تو ان پر لازم ہوگا کہ وہ طواف و داع کر کے جائیں اسی طرح کوئی آفاقی حاجی ادائیگی حج کے بعد عمرہ کا احرام باندھنے کے لئے تعمیم (مسجد عائشہ) جانا ہے حالانکہ اس نے طواف و داع نہیں کیا ہوتا تو وہ جہدہ و حرم سے باہر جاسکتا ہے یا نہیں؟ (السائل: سید حرم رضا، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس انجواب: صورت مسئلہ میں نہ تو جہدہ جانے والے آفاقی حاجی پر طواف و داع واجب ہوگا اور نہ ہی تعمیم یا حل کے کسی اور مقام کو عمرہ یا غیر عمرہ کے ارادے سے جانے والے پر کیونکہ یہ طواف تو صرف اس آفاقی حاجی پر واجب ہوتا ہے جب وہ موافقت خمسہ میں سے کسی میقات سے باہر جانے کا ارادہ کرے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن عبد اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و ليس على الخوارج إلى التعميم وداع (أي طواف له) (۲۸۷)

یعنی طواف و داع تعمیم کی طرف نکلنے والے آفاقی حاجی پر واجب نہیں ہے۔

اس کے تحت مولانا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

أي مثلاً من مواضع الحل

یعنی، مواضع حل کی طرف نکلنے والے پر طواف و داع نہیں مثلاً تعمیم

(یعنی مصنف نے تعمیم کا ذکر بطور مثال کے کیا ہے)۔

ائمہ اربعہ میں سے کسی کے نزدیک بھی ایسے شخص پر طواف و داع نہیں سوائے امام ثوری کے کوئی اس کا قائل نہیں کہ وہ ایسے شخص پر طواف و داع کو واجب قرار دیتے ہیں جیسا کہ مولانا علی قاری حنفی نے المسالك المتوسطة في المناسك المتوسطة (۲۸۸) میں ذکر کیا ہے۔

والله تعالى اعلم بالصواب

يوم الجمعة، ۱۹ ذی الحجة ۱۴۲۸ھ، ۲۸ دسمبر ۲۰۰۷ م (New 33-F)

۲۸۷۔ ألب المناسك (مع تروحه للقلبي)، باب طواف الصنعة، فصل، ص ۲۸۱

۲۸۸۔ المسالك المتوسطة في المناسك المتوسطة، باب طواف التوداع، ص ۲۸۱

حج کی سعی کے بغیر مدینہ طیبہ جانا اور واپس آ کر عمرہ کرنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے حج کی سعی نہ کی تھی کہ اُسے مدینہ طیبہ جانا پڑ گیا وہ مدینہ طیبہ گیا واپسی میں عمرہ کا احرام باندھا اور مکہ آ کر عمرہ کیا، پھر اس طرح مدینہ طیبہ جانا پڑ گیا تو بغیر سعی کے مدینہ طیبہ چلا گیا پھر واپسی پر عمرہ کا احرام باندھ کر آیا اور عمرہ ادا کیا اس صورت میں جب کہ اس شخص پر حج کی سعی باقی تھی مذکورہ شخص کے لئے شرع مطہرہ میں کیا حکم ہے؟

(السائل: محمد فتاویٰ، الفتاویٰ حج گروپ، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس انجواب: یاد رہے کہ سعی حج کے واجبات میں سے ہے اور یہ ان واجبات میں سے ہے کہ جس کے لئے کوئی ایسا وقت مقرر نہیں کہ جس میں اسے ادا کرنا واجب ہو اور اس وقت کے نکل جانے کے بعد حاجی پر کوئی دم یا صدقہ وغیرہما لازم آتے ہوں یا اس وقت کے نکل جانے کے بعد یہ واجب ہو جائے، چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

ليس له وقت يفوت بفوته (۲۸۹)

یعنی، اس کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں کہ جس کے گزر جانے سے وہ

فوت ہو جائے۔

اور سعی کے غیر موقت ہونے کے بارے میں امام ابو منصور محمد بن کرم کرمانی حنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

لأن السعي غير مؤقت (۲۹۰)

یعنی، کیونکہ سعی غیر موقت ہے۔

۲۸۹۔ رد المحتار علی الدر المختار، المحلک (۳)، کتب (۵) الحج، باب (۳) الحذایات، تحت قولہ:

ولا ينقض الترك الحج، ص ۲۶۵

۲۹۰۔ المسالك في المناسك المحلک (۱)، فصل: الترتيب منه، ص ۴۷۳

لہذا سعی کے غیر مؤقت ہونے کی وجہ سے اسے جب بھی ادا کرے ادا ہو جائے گی اگرچہ بلا عذر رتا خیر نہیں کرنی چاہئے کہ خلاف سنت ہے اس لئے مکروہ تنزیہی ہے چنانچہ مولانا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

إلا أنه يكره له (۲۹۱)

یعنی، مگر یہ کہ حاجی کو سعی (ایام نحر سے) مؤخر کرنا مکروہ (تنزیہی) ہے۔

اور حاجی جب سعی کے بغیر مکہ مکرمہ سے چلا جاتا ہے تو گویا وہ سعی کو چھوڑ گیا کیونکہ خروج سے ترک متحقق ہو گیا اور اس پر لازم ہوا کہ جب تک وہ میقات سے نہ نکلا بلا احرام لوٹ آئے اور سعی کرے لیکن جب میقات سے نکل گیا تو اس پر دم لازم آگیا کہ وہ حج کا ایک واجب چھوڑ کر گیا ہے لیکن اگر وہ دم نہیں دیتا اور واپس آ کر سعی کر لیتا ہے تو ترک سعی کا دم ساقط ہو جائے گا لیکن افعالی حج کی تکمیل سے قبل احرام عمرہ سے دو عبادتوں حج و عمرہ کو جمع کرنے والا ہو گیا اس وجہ سے اس پر دم ہوگا جیسا کہ حیاة القلوب (۲۹۲) میں ہے۔

اس لئے اسے عمرہ کو چھوڑ کر حج کا باقی رہا ہو ایک فعل یعنی سعی کرنی ہوگی اور دم کے ساتھ عمرہ کی قضاء بھی لازم ہوگی۔

ایسے افراد کو چاہئے کہ حج کے بعد میقات سے باہر نکلنے سے قبل سعی (بشرطیکہ منی روانگی سے قبل سعی نہ کرنی ہو) اور ایک نفلی طواف کر لیا کریں تو سعی سے حج کا واجب اور نفلی طواف سے طواف وداع جو کہ ہر آفاقی حاجی پر واجب ہے ادا ہو جائے گا۔ بہتر تو یہی ہے کہ حج کی سعی طواف زیارت کے ساتھ یا منی روانگی سے قبل احرام حج کے بعد ایک نفلی طواف کے بعد کر لیں اور اعماہ منی سے فراغت کے بعد پہلی فرصت میں ایک نفلی طواف کر لیا کریں کہ ان لوگوں کو خود بھی معلوم نہیں ہوتا کہ انہیں کب کسی کامدینہ طیبہ جانا پڑ جائے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم الثلاثاء ۲۲ ذی الحجة ۱۴۲۸ھ، ۱ يناير ۲۰۰۸ م (New 36-F)

۲۹۱۔ المسلك المنقطع في المناسك المتوسطة، باب الحنايات، فصل في الحناية في السعي، ص ۳۹۳

۲۹۲۔ حيلة القلوب في زيارة المحبوب، باب دهم، فصل ششم، در بیان کیفیت رجوع بعد فراغ رمی

حمل، ص ۲۲۲-۲۲۳

حج کی سعی کے بغیر مدینہ طیبہ جانے کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ میں حج کی سعی ابھی نہ کی تھی کہ مجھے ضروری کام سے مدینہ طیبہ جانا پڑ گیا اور میں نے وہاں سے واپسی پر عمرہ کا احرام باندھ لیا کہ احرام نہ باندھتا تو دم لازم آتا پھر آ کر عمرہ ادا کیا اور اس کے بعد عمرہ کی سعی کی اب مجھ پر کیا لازم ہوگا؟

(السائل: محمد قاتی، الفتاویٰ ٹریڈرز)

باسمہ تعالیٰ و تقدس النجواب: صورت مسئلہ میں ایک دم لازم ہوگا چنانچہ مولانا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں کہ امام شمس الدین ابو بکر محمد سرخسی حنفی نے لکھا ہے:

قال: والعمرة لا تضاف إلى الحج، والحج يضاف إلى العمرة قبل أن يعمل منهما شيئاً و بعد أن يعمل هكذا نقل عن ابن عباس رضي الله عنهما و هذا لأن الله تعالى جعل العمرة بداية و الحج نهاية بقوله تعالى: ﴿فَمَنْ تَمَنَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ﴾ (۲۹۳) فمن أضاف الحجة إلى العمرة كان فعله موافقاً كما في القرآن، ومن أضاف العمرة إلى الحج كان مخالفاً للقرآن فكان مضيعاً من هذا الوجه (۲۹۴)

یعنی، عمرہ حج کی طرف مضاف نہیں ہوتا اور حج عمرہ کی طرف مضاف ہوتا ہے جب کہ اس نے ان دونوں میں سے کسی کے افعال میں سے کچھ ادا نہ کیا ہو اور اس وقت بھی جب کچھ افعال ادا کر لئے ہوں اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے اور یہ اس لئے کہ اللہ

۲۹۳۔ البقرة: ۱۹۶

۲۹۴۔ المبسوط للسرخسی، المحلک (۲)، الجزء (۴)، باب الجمع بين الإحرامين، ص ۱۶۴-۱۶۵

تعالیٰ نے اپنی فرمان **﴿فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ﴾** میں عمرہ کو ابتداء اور حج کو انتہاء قرار دیا، پس جس نے حج کو عمرہ کی طرف مضاف کیا تو اس کا فعل موافق ہے جیسا کہ قرآن میں ہے اور جس نے عمرہ کو حج کی طرف مضاف کیا تو اس کا یہ فعل قرآن کے خلاف ہے پس ایسا کرنے والا اسی وجہ سے بُرا کرنے والا کہلائے گا۔

اور محمد دوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

اگر شخصے احرام بست۔ عمرہ بعد از وقوف قبل الحلق یا بعد از حلق قبل از طواف زیارت یا بعد الحلق و الطواف قبل از سعی بین الصفا و المروۃ یا بعد الحلق و الطواف و سعی قبل رمی الجمار کہ در جمیع این صورت واجب باشد بروی رخص عمرہ و نیز لازم آید بروی دم بواسطہ رخص و اگر رخص نکرد واجب آید بروی دم بواسطہ جمع میان دو نسک پس معلوم شد کہ آنچہ کثیر الوقوع می شود در اہل مکہ کہ احرام می بندند بروی عمرہ قبل از آنکہ سعی نمایند بروی حج پس واجب آید بروی ایشان دم بواسطہ جمع بین النسکتین کما صرح بذلك الشیخ علی القاری و حنیف الدین المرشدی فی شرحہما علی المنسک المتوسطہ ط (۲۹۵)

یعنی، اگر کوئی شخص وقوف (عرفات) کے بعد حلق سے قبل یا حلق کے بعد طواف زیارت سے قبل یا حلق و طواف کے بعد صفا و مروہ کے مابین سعی سے قبل یا حلق و طواف و سعی کے بعد رمی جمار سے قبل عمرہ کا احرام باندھا تو ان تمام صورتوں میں اُسے عمرہ کا احرام توڑنا لازم ہے اور اس پر (عمرہ کا) احرام توڑنے کا دم (اور عمرہ کی قضاء) لازم ہوگی اور اگر عمرہ کا احرام نہ توڑے تو بھی اس پر دو نسک کو جمع کرنے کی وجہ سے دم لازم ہو گا۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ وہ جو اہل مکہ میں کثیر الوقوع ہے کہ سعی ادا

کرنے سے قبل عمرہ کا احرام باندھ لیتے ہیں تو دو نسک جمع ہونے کی وجہ سے ان پر دم لازم آتا ہے۔ اسی طرح ملا علی قاری اور شیخ حنیف الدین مرشدی نے ”المنسک المتوسط“ پر اپنی اپنی شرح میں اس کی تصریح کی ہے۔

یوم الأربعاء، ۸ محرم الحرام ۱۴۲۹ھ، ۱۶ يناير ۲۰۰۸ م (New 44-F)

خلاف قانون چھپ کر رہنے والوں کی نماز کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کچھ لوگ عمرہ کے ویزہ پر عمرہ کے لئے جاتے ہیں اور مدت ویزہ ختم ہونے کے بعد واپس نہیں آتے حج کے لئے رک جاتے ہیں، وہاں چھپ کر رہتے ہیں انہیں ڈر ہوتا ہے کہ پکڑے گئے تو واپس کر دیئے جائیں گے، اس صورت میں وہ نمازیں پوری پڑھیں گے یا قصر کریں گے؟

(السائل:)

باسمہ تعالیٰ و تقدس انجواب: صورت مسئلہ میں وہ لوگ قصر کریں گے کیونکہ اقامت کی نیت صحیح ہونے میں سے ایک شرط اقامت کرنے والا کا مستقل بالرائے ہونا بھی ہے اور ان لوگوں میں یہ شرط مفقود ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کو خود معلوم نہیں کہ یہ کتنے دن یہاں رہیں گے کیونکہ یہ لوگ جانتے ہیں کہ جس دن بھی حکومت کو ان کی غیر قانونی موجودگی کا علم ہوا واپس لوٹا دیئے جائیں گے اور حقیقت بھی یہی ہے غیر قانونی مقيم جب بھی پکڑ لئے جاتے ہیں تو انہیں وطن واپس کر دیا جاتا ہے۔ لہذا مدت اقامت کا انہیں علم نہ ہونے کی وجہ سے یہ لوگ مسافر ہی رہیں گے اگرچہ خود ان کا پندرہ دن سے زیادہ رہنے کا ارادہ ہو، چنانچہ علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ لکھتے ہیں:

الأصل من يمكنه الإقامة باختياره بصير مقيماً بنية نفسه و من

لا يمكنه الإقامة لا بصير مقيماً بنية نفسه (۲۹۶)

یعنی، اصل یہ ہے کہ جسے اپنے اختیار کے ساتھ اقامت ممکن ہو تو وہ اقامت کی اپنی نیت کرنے سے وہ مقیم ہو جائے گا اور جسے اپنے اختیار کے ساتھ اقامت ممکن نہ ہو وہ نیت اقامت کرے تو مقیم نہ ہوگا۔

ہاں اگر کسی طرح سے ان کو غلبہ ظن ہو جائے کہ انہیں پندرہ دن یا اس سے زائد کا موقع مل جائے گا تو اقامت کی نیت درست ہو جائے گی، چنانچہ لکھتے ہیں:

و يكفي في ذلك القصد غلبة الظن يعني إذا غلب على ظنه أنه يسافر قصر ولا يشترط فيه التيقن كذا في "التبيين" (۲۹۷)
یعنی، اس قصد میں غلبہ ظن کافی ہے یعنی جب اس کا غالب گمان یہ ہو کہ وہ سفر کرے گا تو قصر کرے اور اس میں یقین ہو یا شرط نہیں، اس طرح "تبيين الحقائق" میں ہے۔

اور ان لوگوں کو غلبہ ظن حاصل ہونے کی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں جیسے کہ اُسے معلوم ہے کہ وہ ایسی جگہ رہتا ہے جہاں سے غالب یہی ہے کہ وہ پکڑا نہیں جاسکتا یا وہ ایام آگئے جن میں اُسے معلوم ہے کہ اب حکومت نہیں پکڑتی یا حکومت نے اعلان کر دیا کہ ایسے لوگ کسی کاروائی کے تحت رج کے لئے رک سکتے ہیں یا اُسے علم ہو کہ ان ایام میں غیر قانونی طور پر رکنے والے پکڑے بھی جائیں تو واپس نہیں لوٹائے جاتے وغیرہ۔

والله تعالى أعلم بالصواب

يوم الإثنين، ٦ محرم الحرام ١٤٢٩ هـ، ١٤ يناير ٢٠٠٨ م (New 41-F)

مواجهہ اقدس پر ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زائرین جب حضور سید عالم ﷺ کی بارگاہ میں سلام عرض کرنے کی غرض سے حاضر ہو تو ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو یا ہاتھ چھوڑ کر؟ مشاہدہ یہ ہے کہ وہاں پر موجود کارندے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونے سے

۲۹۷۔ الفکر فی الہندیۃ، المجلد (۱)، کتب الصلاة، الباب الخامس عشر فی صلاة المسافر، ص ۱۹۸

روکتے ہیں، اور اگر وہ روکیں تو اس صورت میں زائر کو کیا کرنا چاہئے؟ پھر ہاتھ باندھ لے یا ہاتھ کھول کر کھڑا ہو جائے اور فقہاء کرام ہاتھ باندھنے اور کھولنے کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ باحوالہ ذکر کریں، اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

(السائل: محمد عرفان ضیائی، الفتاویٰ حج و عمرہ، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: فقہاء کرام نے مواجہہ اقدس پر ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونے کو ادب قرار دیا ہے کیونکہ وہ لوگ جو ہاتھ باندھنے سے منع کرتے ہیں وہ بھی یہی لکھتے ہیں کہ اس بارگاہ میں ادب کے ساتھ کھڑا ہو، چنانچہ ان کے مولوی عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز نے لکھا ہے کہ

اور نبی ﷺ کی قبر (انور) کے سامنے ادب کے ساتھ کھڑا ہو جائے اور دہلی آواز سے آپ پر اس طرح سلام کرے۔ الخ (۲۹۸)

اسی طرح طلال بن احمد العقیل کے تحریر کردہ رسالہ ”رہنمائے حج و عمرہ“ میں ہے:

پھر نبی کریم ﷺ کی قبر کے پاس جائے اور اس کی طرف ادب و احترام اور پست آواز کے ساتھ اس طرح سلام کرے۔ الخ (۲۹۹)

اسی طرح سلسلہ ارشادات للحج والمعتمرین میں چھپنے والے چوتھے رسالہ میں ہے:

ثم يسن زيارة قبره ﷺ والسلام عليه وعلى صاحبه، بأدب و

خفض صوت ولا يجوز رفع الأصوات عند قبره ﷺ الخ (۳۰۰)

یعنی، پھر مسنون ہے کہ آپ ﷺ کے روضہ انور کی زیارت کرے اور

آپ اور آپ کے اصحاب (حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما) کی بارگاہ

میں ادب اور دہلی آواز سے سلام عرض کرے اور آپ ﷺ کی قبر انور پر

آوازیں بلند کرنا جائز نہیں۔

۲۹۸۔ حج و عمرہ و زیارت کے مسائل کی تحقیق الخ، فصل مسجد نبوی کی زیارت کا بیان، ص ۱۱۷

۲۹۹۔ رہنمائے حج و عمرہ، زیارت مسجد نبوی کا طریقہ، مدینہ النبی، ص ۳۹

۳۰۰۔ الحج و العمرة مع أدعية مختلعة، إرشادات لراثري مسند الرسول ﷺ، ص ۷۴

مندرجہ بالا تین عبارات میں سے ایک میں ادب سے کھڑا ہونا اور دو میں ادب و احترام کے ساتھ سلام پیش کرنے کی تصریح ہے، اور ساری دنیا جانتی ہے کہ سینہ مان کر کھڑے ہونے کو ادب کے ساتھ کھڑا ہونا نہیں کہا جاتا بلکہ عجز و انکساری سے کھڑے ہونے کو ادب کے ساتھ کھڑا ہونا کہتے ہیں اور اہل اسلام کے عرف میں ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا ادب سے کھڑا ہونا کہلاتا ہے جب ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا ادب و احترام کے ساتھ کھڑا ہونا ہے اور اس بارگاہ میں ادب و احترام کے ساتھ کھڑے ہونے کا حکم ہے تو ظاہر ہے کہ زائر ہاتھ باندھ کر کھڑا ہوگا اور سلام عرض کرے گا۔

اور زائرین جانتے ہیں کہ وہاں ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونے نہیں دیا جاتا جب کہ ہاتھ باندھنے والوں پر بسا اوقات سختی بھی کی جاتی ہے خصوصاً جب کوئی شخص آگے کھڑا ہو تو اسے ہاتھ باندھنے نہیں دیا جاتے، ایسی صورت میں ہم زائر کو یہی حکم دیں گے کہ اگر ہاتھ باندھنے نہ دیئے جائیں تو ہاتھ کھول دے کہ اس بارگاہ کا ادب یہی ہے کہ وہاں کسی قسم کی مزاحمت نہ کی جائے اور آئندہ آگے آ کر کھڑے ہونے سے احتراز کرے پیچھے یا درمیان میں کھڑا ہونا کہ ادب و احترام کے ساتھ بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں کچھ دیر سلام کا نذرانہ پیش کر سکے، لیکن ہم اُن روکنے والوں سے یہ پوچھنے کا حق ضرور رکھتے ہیں کہ کیوں منع کرتے ہو؟ کیا آقا علاہ الصلاۃ والسلام کی بارگاہ میں امتی کا ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا شرک ہے اگر شرک ہے تو مطلب یہ ہوا کہ ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونا عبادت ہوا اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی بھی عبادت جائز نہیں، اگر یہی قاعدہ و اصول ہے پھر تو ہر وہ شخص جو ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو بلا تامل کہا جائے گا کہ یہ عبادت کر رہا ہے کیا اس وجہ سے کہ نماز میں حالت قیام میں ہاتھ باندھ جاتے ہیں اگر یہی وجہ ہو تو نماز میں تو نمازی رکوع میں جھکتا بھی ہے پھر تو جس شخص کو بھی جھکتے دیکھو سمجھ لو کہ عبادت میں ہے اور اگر کسی چیز کو اٹھانے کے لئے جھکتا دیکھو تو بلا سوچ و بیچارے کہہ دو کہ یہ شرک کر رہا ہے، اور نماز میں حالت قعدہ میں نمازی دوزانو ہو کر بھی بیٹھتا ہے پھر جس شخص کو بھی اس طرح بیٹھے دیکھو کہہ دو کہ عبادت کر رہا ہے اگر طالب العلم استاد کے آگے دوزانو بیٹھا قرآن پڑھ رہا

ہے تو کہہ دو کہ شرک کر رہا ہے حالانکہ ایسا بالکل بھی نہیں ہے، اس لئے ضروری ہے کہ پہلے عبادت کو سمجھا جائے کہ عبادت کسے کہتے ہیں تاکہ تحقیق شرک کا فیصلہ دینے میں آسانی رہے لغت و تفسیر کی عام کتب میں ایک ہی معنی ملتا ہے اَلْخُصُوعُ غَايَةُ الْخُضُوعِ وَ التَّذَلُّلُ یعنی حد درجہ کی عاجزی اور انکساری، مفسرین اس کی مثال جبدہ سے دیتے ہیں حالانکہ صرف جبدہ ہی عبادت نہیں بلکہ حالت نماز میں تمام حرکات و سکنات عبادت ہیں، ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونا، رکوع کے بعد ہاتھ چھوڑ کر کھڑے ہونا، جبدہ اور اس کے بعد حالت التحيات میں دوزانو بیٹھنا، سلام کے لئے دائیں بائیں منہ پھیرنا، یہ سب عبادت ہیں، اگر عبادت صرف تذلل و انکسار کے آخری مرتبہ کا نام ہے اور یہ آخری مرتبہ جبدہ ہی ہے تو کیا باقی چیزیں عبادت نہیں، اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا، اور اگر یہ ساری چیزیں مطلقاً عبادت ہیں تو اگر کوئی شاگرد اپنے استاد کے سامنے اور بیٹا اپنے باپ کے سامنے دوزانو ہو کر بیٹھتا ہے یا اُن کی آمد پر کھڑا ہو جاتا ہے تو کیا یہ کہنا درست ہوگا کہ اس نے اپنے استاد یا باپ کی عبادت کی اور اُن کو معبود بنا لیا ہرگز نہیں۔ پھر دیکھنا یہ ہے کہ وہ کونسی چیز ہے جو ان حرکات و سکنات کو اگر نماز میں ہوں تو عبادت بنا دیتی ہے اور یوں کھڑے ہونے کو (ہاتھ باندھنے یا کھولے ہوئے) اور اس طرح بیٹھنے کو اور دائیں بائیں منہ پھرنے کو تذلل کے آخری مرتبہ پر پہنچا دیتی ہے۔ اور اگر یہی امور نماز سے خارج ہوں تو یہ ان کی غایت خضوع ہے اور نہ یہ عبادت تصور ہوتے ہیں تو اس کا میز ایک ہی ہے اور وہ یہ کہ جس ذات کے لئے اور جس کے سامنے یہ افعال کئے جا رہے ہیں اس کے متعلق کرنے والے کا کیا عقیدہ ہے، اگر اس کو اللہ اور معبود یقین کرنا ہے تو یہ سب اعمال عبادت ہیں اور سب میں غایت تذلل و خضوع پایا جاتا ہے لیکن اگر اس کو عبد اور بندہ سمجھتا ہے نہ خدا، نہ خدا کا بیٹا، نہ اس کی بیوی، نہ اس کا اوتا تو یہ اعمال عبادت نہیں کہلاتیں گے۔ ہاں ان کو احترام و اجلال اور تعظیم کہا جاسکتا ہے، البتہ شریعت محمدیہ علیہ التحیۃ والثناء میں غیر خدا کے لئے جبدہ تعظیفی بھی ممنوع ہے، الخ۔

یہ سمجھ لینے کے بعد اب بات خود بخود واضح ہو گئی کہ بارگاہ رسالت علیہ التحیۃ والثناء میں

دست بستہ سلام عرض کرنے کی غرض سے کھڑا ہونے والا شخص ہاتھ باندھنے کی وجہ سے نہ عبادت کرنے والا کہلائے گا، اور نہ ہی اس کا یہ فعل شرک قرار پائے گا اور نہ ہی اس کے اس فعل کو غایت تذلل و خضوع کہا جاسکتا ہے کیونکہ انتہائی ہاتھ باندھ کر جب عرض کرتا ہے: السلام علیک یا رسول اللہ، السلام علیک یا نبی اللہ، السلام علیک یا حبیب اللہ تو عبادت کی نفی ہوگئی جب عبادت کی نفی ہوگئی تو شرک خود بخود منسفی ہو گیا، اس لئے کہ وہ جس ذات کے لئے یا جس کی بارگاہ میں ہاتھ باندھے کھڑا ہے اُس ذات کو وہ ”اے اللہ کے رسول، اے اللہ کی نبی، اے اللہ کے حبیب“ کہہ کر مخاطب ہو رہا ہے تو کھڑے ہونے والے کا یہ عقیدہ ہے کہ یہ اللہ کے رسول ہیں اللہ کے نبی ہیں نہ یہ کہ معاذ اللہ! وہ خدا ہیں یا خدا کا بیٹا یا اس کا اوتار ہے۔ لہذا انتہائی اس عقیدہ پر جو بھی فعل بجالائے، جو بھی عمل کرے اُسے عبادت کا نام نہیں دیا جاسکتا حتیٰ کہ خدا خواستہ اگر کوئی سجدہ بھی کر لے تو عبادت کرنے والا قرار نہیں دیا جائے گا اور اس کا سجدہ تعظیسی کہلائے گا اور شریعت مطہرہ میں سجدہ تعظیسی کو بھی حرام قرار دیا گیا ہے اس کے مُرتکب کو روکا جائے گا، مُشرک قرار نہیں دیا جاسکتا، وہ سخت گنہگار ہوگا مگر ایمان سے خارج نہیں ہوگا، ایمان سے خارج تب ہوتا جب معبود سمجھ کر سجدہ کرنا اور اس بارگاہ میں آنے والا کوئی شخص بھی یہ اعتقاد نہیں رکھتا کیونکہ اس کا حضور ﷺ کو ”یا رسول اللہ“ کہہ کر مخاطب کرنا، اس بات کی دلیل ہے کہ یہ شرک نہیں کر رہا؟

باقی رہی یہ بات کہ اُسے اگر بدعت کہا جائے تو مانعین کی تعریف کے مطابق یہ ہوگا حضور ﷺ نے ایسا نہیں کیا اس لئے یہ فعل بدعت ہے اور ایسا ممکن نہیں کیونکہ حضور ﷺ سے اُن کی اپنی ذات اور اپنی قبر انور کے لئے اس فعل کی دلیل کا پایا جانا ممکنات میں سے نہیں، اور حضور ﷺ کے دیگر صحابہ و شہداء کے مزارات پر کھڑے ہونے کی کیفیت کو یہاں فرقی مراتب کی وجہ سے بطور دلیل ذکر نہیں کیا جاسکتا اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کے افعال کو اگر سفت میں شامل اور بدعت سے خارج مان لیا جائے تو صحابہ کرام کے مواجہہ اقدس پر کھڑے ہونے کی کیفیت کو صحت کے ساتھ ثابت نہیں کیا جاسکتا اور اگر ثابت بھی ہو اور اس میں ارسال ہو تو اس

سے ہاتھ باندھنے کی نفی لازم نہیں آتی اور ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونے سے ممانعت مروی نہیں ہے اور اگر مروی ہو تو صحت کے ساتھ ثابت نہیں اور اگر صحت کے ساتھ ثابت بھی ہو تو بھی کسی فعل کے حرام ہونے کے لئے قویٰ صحابی کافی نہیں۔ اور اگر قویٰ رسول ہو اور صحت کے ساتھ ثابت ہو تو بھی کافی نہیں کیونکہ خیر واحد ہے اور خبر واحد ثبوت حرمت میں کفایت نہیں کرتی جیسا کہ اصول فقہ سے معمولی شغف رکھنے والے پر یہ سب مخفی نہیں ہے۔

اور یہ بات بھی سب پر عیاں ہے کہ فعل کسی دلیل کا محتاج نہیں ہونا منع کے ثبوت کے لئے دلیل کا ہونا ضروری ہوتا ہے اور پھر یہ فعل ایسا ہے کہ جس پر اُمت کا تعامل قدیم سے جاری ہے اور مذاہب اربعہ کے مقتدر فقہاء کرام کی تصریحات موجود ہیں جب کہ عدم فعل اور منع پر نہ تعامل اُمت ہے اور نہ ہی مذاہب اربعہ کے فقہاء کی تصریحات چنانچہ فقہ حنفی میں مناسک حج و عمرہ کی مشہور و مستند کتاب ”طبَاب المناسک و عِمَاب المناسک“ کے مصنف علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۰/۹۹۳/۹۹۶ ھ رحمۃ اللعالمین رحمہ اللہ کی بارگاہ میں حاضری کی کیفیت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ثم توجه مع رعاية غاية الأدب فقام تحاة الوجه الشريف متواضعاً خاضعاً خاشعاً مع اللآة والانكسار، والخشية والوقار، والهيبة والاقتدار غاض الطرف مكفوف الحوارح فارغ القلب واضعاً يمينه على شماله (أى تأدياً على حال إجلاله۔

القاری) مستقبلاً للوجه الكريم مستلباً للقبلة الخ (۳۰۱)

یعنی، پھر رعایت ادب کے ساتھ دل سے توجہ ہو اور چہرہ اقدس کے سامنے تذلل و انکسار، خشیت و وقار، ہیبت و انکسار کے ساتھ تواضع، خضوع و خشوع کرتے ہوئے آنکھیں بند کئے، اپنے اعضاء کو بے حرکت کرتے ہوئے اپنے دل کو (اپنے مقصود کے ماسوا سے) فارغ کر کے اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں پر رکھے ہوئے (یعنی نبی ﷺ کے حایہ راجلال

کے ادب کے مطابق ہاتھ باندھے (حضور ﷺ کے چہرہ اقدس کی طرف منہ اور قبلہ کو پیٹھ کئے کھڑا ہو۔

مولانا علی قاری حنفی علامہ رحمۃ اللہ سندھی کے قول کہ قبلہ کی جانب اپنی پشت کئے کھڑا ہو کہ تحت لکھتے ہیں:

لأن المقام يقتضى هذه الحالة (۳۰۲)

یعنی، کیونکہ یہ مقام اسی کا تقاضا کرتا ہے کہ حضور ﷺ کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو۔

اور علامہ ابن حجر مکی شافعی لکھتے ہیں:

و ينبغي له في حال وقوفه و جلوسه أن يضع يمينه على يساره

كما في الصلاة بأن يقبض يمينه كوع يساره (۳۰۳)

یعنی، (حضور ﷺ کی بارگاہ) کھڑے ہونے اور بیٹھنے کی حالت میں چاہئے کہ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھے جیسا کہ نماز میں، اس طرح کہ اپنے دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کی ٹانگی پکڑے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۲ھ لکھتے ہیں:

چوں فارغ شود از حمد و ثناء و دعا تجدید کند تو بہ را پس باید کہ بیا کی بد بسوئے قبر شریف ﷺ مع رعایت غایت ادب و خضوع و خشوع بسیار و تواضع و انکسار و قار پس بایستد چشم پوشیدہ و منع کند اعضاء خود را از حرکت و فارغ علاقید قلب خود را از وساوس و علاقید، و بہ بند دست راست بر دست چپ خود چنانکہ در نماز و بایستد در وقت زیارت مستقبل وجہ شریف آنحضرت ﷺ متقدم قبلہ و هو المستحب عند الأئمة الأربعة كما

۳۰۲۔ المسلك المتفق، ص ۵۵۸

۳۰۳۔ حاشیہ العلامة ابن حجر المہینسی علی شرح الإيضاح فی مناسك الحج، الملب السلاس فی زیارة

قبر سيدنا مولانا رسول الله ﷺ، ص ۸۸

صرح به ابن جماعه و غيره (۳۰۴)

یعنی، جب حمد و ثناء اور دعا سے فارغ ہو تو نئے سرے سے توبہ کرے پھر قبر انور ﷺ کی طرف پورے ادب اور بہت خشوع و خضوع اور عاجزی و انکساری اور وقار کے ساتھ آئے پس آنکھیں بند کئے اپنے اعضاء کو کسی قسم کی حرکت سے روکے اپنے دل کو وساوس و علاقید سے خالی کئے نماز کی طرح ہاتھ باندھے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھے کھڑا ہو اور زیارت کے وقت آنحضرت ﷺ کے رُخ انور کی طرف (اپنا) منہ اور قبلہ کی جانب (اپنی) پشت کئے کھڑا ہو اور ائمہ اربعہ کے نزدیک یہی مستحب ہے جیسا کہ ابن جماعہ وغیرہ نے اس کی تصریح کی ہے۔

اور علامہ نظام الدین حنفی اور ہند کے مقتدر علماء کی جماعت نے متفقہ طور پر لکھا کہ

يقف كما يقف في الصلاة (۳۰۵)

یعنی، حضور ﷺ کی بارگاہ میں ایسے کھڑا ہو جیسے نماز میں کھڑا ہوتا ہے۔

اور اسی طرح علامہ عبد اللہ بن محمود موصلی حنفی متوفی ۶۸۳ھ لکھتے ہیں:

يقف كما يقف في الصلاة (۳۰۶)

یعنی، حضور ﷺ کی بارگاہ میں ایسے کھڑا ہو کہ جیسے نماز کی حالت میں کھڑا

ہوتا ہے۔

ظاہر ہے کہ نماز میں قیام اس حال میں ہوتا ہے کہ نماز کی ہاتھ باندھے ہوئے ہوتا ہے تو

اس مقام پر بھی ہاتھ باندھے کر کھڑا ہوگا کیونکہ حضور ﷺ اس کے حال سے واقف اور اس کی

حرکات و سکونات کا مشاہدہ فرماتے ہیں چنانچہ شیخ احمد بن حمد الخطیب قسطلانی شافعی متوفی ۹۲۳ھ

۳۰۴۔ حیا القلوب فی زیارة المحبوب، باب جہلہم در بیان زیارت حضرت سید المرسلین، فصل

اول، ص ۳۰۴

۳۰۵۔ الفتاویٰ المہینیہ، المجلد (۱)، کتاب الحج، خاتمة فی زیارة قبر النبی ﷺ، ص ۲۶۵

۳۰۶۔ کتاب الإختیار لعلیل المحتمل، المجلد (۱)، الجزء (۱)، کتاب الحج، فصل فی أحكام زیارة

المسجد النبوی فی زیارة قبر النبی ﷺ، ص ۲۲۷

”مواعید لدنیہ“ میں نیز دیگر ائمہ فرماتے ہیں:

لا فرق بین موتہ و حیاتہ ﷺ فی مشاہدتہ لأقربہ و معرفتہ بأحوالہم و نیاتہم و عزائمہم و خواطرہم و ذلک عندہ جلی لا خفاء بہ

یعنی، حضور اقدس ﷺ کی حیات و وفات میں اس بات میں کچھ فرق نہیں کہ وہ اپنی امت کو دیکھ رہے ہیں اور ان کی حالتوں، ان کی نیوٹوں، ان کے ارادوں، ان کے دلوں کے خیالوں کو پہچانتے ہیں اور یہ سب حضور پر ایسا روشن ہے جس میں اصلاً پوشیدگی نہیں بحوالہ مدخل مطبوعہ مصر، صفحہ ۲۱۵ (۳۰۷)

اور علامہ رحمۃ اللہ سندھی ”لباب“ میں اور ملا علی قاری حنفی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

بأنہ علیہ الصلاة والسلام عالم بحضورك و قیامك و سلامك
أی بل بجميع أفعالك و أحوالك و ارتحالك و مقامك و كانه
حاضر جالس بازاك (۳۰۸)

یعنی، اس طرح کہ آپ ﷺ تیری حاضری اور تیرے کھڑے ہونے اور تیرے سلام (ملا علی قاری فرماتے ہیں) بلکہ تیرے تمام افعال، احوال، ارتحال (مقام کوچ) اور کھڑے ہونے سے آگاہ ہیں گویا کہ آپ ﷺ تیرے سامنے جلوہ افروز ہیں۔

اور علامہ نظام الدین حنفی اور مقتدر علماء ہند کی جماعت نے لکھا:

و بمثل صورته الكريمة البهية كأنه نائم في لحله عالم به
يسمع كلامه كذا في ”الإختیار شرح المختار“ (۳۰۹)

۳۰۷۔ الحج، مدینہ طیبہ، چاندنی کی سیل، ص ۱۸۱

۳۰۸۔ المسلك المنقسط فی المناسك المنوسط، باب زیارة سیر المرسلین ﷺ، فصل و لو توجه بلی الزیارة، ص ۵۵۹

۳۰۹۔ الفتاویٰ الهندیہ: ۱/ ۲۶

یعنی، اور (زامر نبی ﷺ کی) روشن صورت مبارکہ کا تصور کرے گویا کہ آپ اپنی مبارک لحد میں آرام فرما ہیں، اور اُسے (یعنی زامر کو) جانتے ہیں اور اس کے کلام کو سماعت فرما رہے ہیں، اسی طرح ”الاختیار شرح المختار“ (۳۱۰) میں ہے۔

اور شیخ محمد متولی شعر اوی لکھتے ہیں:

فہم فی حیاة لا نعلم کنہہا، و لکنما أخبر عنہا (۳۱۱)
یعنی، پس آپ حیات ہیں ہم اس کی کنہہ کو نہیں جانتے لیکن ہمیں ان کی حیات کی خبر دی گئی ہے۔

بہر حال زامر اس مقام پر یوں کھڑا ہوگا کہ آپ ﷺ اُسے مشاہدہ فرما رہے ہیں، اور جو اس حقیقت ثابتہ کو مد نظر رکھتے ہوئے کھڑا ہوگا اس کی کیا کیفیت ہوگی اس کے ادب کا عالم کیا ہوگا، یہ اہل محبت پر پوشیدہ نہیں ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم الخميس، ذی الحجة ۱۴۲۸ھ، ۳۰ يناير ۲۰۰۸ م (New 38-F)

مواجہۃ اقدس پر حاضری اور تحیۃ المسجد

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ مدینہ طیبہ آمد کے بعد زامر کو چاہئے کہ پہلے مسجد نبوی شریف میں دو رکعت تحیۃ المسجد ادا کرے پھر مواجہۃ اقدس پر سلام کے لئے حاضر ہو، اب اگر کسی شخص کو باب جبریل سے داخل ہونے کا موقع میسر آجائے یا وہ باب التفتح سے داخل ہو تو اس صورت میں اُسے کیا کرنا چاہئے؟

(السائل: خرم عبدالقادر)

باسمہ تعالیٰ و تقبل من الجواب: علماء کرام نے مسجد نبوی میں دو

۳۱۰۔ کتاب الإختیار للعلیل المختار، ۱/ ۲۲۷

۳۱۱۔ الحج الأكبر، زیارة المسجد النبوی، ص ۱۷۷

رکعت نفل ادا کرنے کا حکم دیا ہے بشرطیکہ مکروہ وقت نہ ہو کیونکہ نبی ﷺ کی مبارک عادت تھی کہ سفر سے تشریف لاتے تو پہلے مسجد میں جلوہ افروز ہوتے اور دو رکعت نماز ادا فرماتے پھر کاشانہ اقدس کو تشریف لے جاتے۔ اور علماء کرام نے باب جبریل سے داخل ہونے کو افضل قرار دیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت جبریل امین علیہ السلام حضور سرور عالم ﷺ کی بارگاہ میں اسی جگہ سے حاضر ہوتے تھے چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۷ھ لکھتے ہیں:

داخل شود در مسجد از باب جبرئیل یا از باب دیگر مثل باب السلام یا غیر آن و عمل امرز واقع است بر دخول از باب السلام افضل آن است کہ دخول نماید از باب جبرئیل زیرا آنکہ داخل می شدے جبرئیل علیہ السلام بر پیغمبر خدا ﷺ بنفس نفیس خود در مسجد ازوے بواسطہ بودن وے اقرب ابواب مسجد بسوئے خانہائے او ﷺ (۳۱۲)

یعنی، مسجد میں باب جبریل یا کسی اور دروازے سے داخل ہو جیسے باب السلام سے یا اس کے سوا کسی اور دروازے سے، اور آج کل باب السلام سے مسجد شریف میں داخل ہونے کا معمول ہے لیکن افضل یہ ہے کہ باب جبریل سے داخل ہو کیونکہ جبریل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں بنفس نفیس خود مسجد میں اسی دروازے سے داخل ہوتے اس لئے کہ مسجد کے دروازوں میں سے یہی دروازہ آپ ﷺ کے دولت کدہ سے زیادہ قریب ہے۔

اور لکھتے ہیں:

پس چوں داخل شد قصد کند اولاً مقام روضہ مقدسہ بمائے اداء رکعتین تحیۃ مسجد در آنجا و روضہ عبارت است از مکانے کے واقع است مابین منبر و قبر شریف کہ فرمودہ است پیغمبر خدا ﷺ در حق وے کہ ”مَا بَيْنَ مِنْبَرِيَّ وَ قَبْرِيَّ رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ“ (۳۱۳)

یعنی، پس جب داخل ہو تو اولاً روضہ مقدسہ کی جگہ (یعنی ریاض الجنۃ) کا قصد کرے وہاں دو رکعت تحیۃ المسجد اداء کرنے کی غرض سے اور روضہ اس جگہ سے عبارت ہے جو منبر اور قبر شریف کے مابین واقع ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کے حق میں ارشاد فرمایا کہ ”میرے منبر اور قبر کے مابین جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔“

اور باب جبریل یا باب شیح سے داخل ہونے کی صورت میں ریاض الجنۃ کو حجرہ شریفہ کی پشت سے جائے چنانچہ لکھتے ہیں:

پس اگر داخل شدہ باشد از باب جبرئیل بہتر آنست کہ قصد کند روضہ کریمہ را از بہت حجرہ شریفہ نہ از پیش او زیرا آنکہ لازم می آید عبور از پیش حجرہ مشرفہ بسوئے روضہ مقدسہ بغیر سلام زیارت (۳۱۴)

یعنی، پس اگر باب جبریل سے داخل ہوا تو بہتر ہے کہ حجرہ شریفہ کی پچھلی طرف سے روضہ کریم (یعنی ریاض الجنۃ) کا قصد کرے نہ کہ سامنے سے کیونکہ حجرہ شریفہ کے سامنے سے گزر کر ریاض الجنۃ کو جانے میں سلام زیارت کے بغیر گزرنا لازم آئے گا۔

و باید کہ دریں حال ملازمت نماید با خضوع و ہیبت و تواضع و مسکنت و اشتغال نہ نماید بخطر کردن بسوئے دیوار ہا و قندیلہا و پردہا و امثال آن پس ادا کرد در روضہ رکعتین تحیت را (۳۱۵)

یعنی، اس حال میں چاہئے کہ خضوع، ہیبت، تواضع اور سکون کو لازماً اختیار کرے اور دیواروں، قندیلوں اور پردوں اور ان کی مثل کو دیکھنے میں مشغول نہ ہو پس ریاض الجنۃ میں دو رکعت تحیۃ المسجد ادا کرے۔

اسی طرح علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی نے ”طبیب المناسک“ میں اور مثلاً علی قاری نے

اس کی شرح "المسلك المتقسط" (۳۱۶) میں لکھا ہے۔

اور اگر باب جبریل سے داخل ہونے کی صورت میں آگے راستہ بند ہو یا وہ باب التبیح سے داخل ہو اور مواجہۃ اقدس سے گز رہا پڑے تو اس صورت میں بھی علماء کرام نے لکھا ہے کہ دو رکعت تحیۃ المسجد ترک نہ کرے مگر مواجہۃ اقدس سے گزرتے وقت وہاں تھوڑی دیر کھڑا ہو کر سلام عرض کرے پھر ریاض الجنۃ اور جگہ میسر نہ آئے تو مسجد شریف میں کسی اور جگہ، بہتر ہے کہ قدیم مسجد النبی ﷺ میں دو رکعت تحیۃ المسجد ادا کر کے حاضری کے لئے واپس آئے۔ چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

تقدیم کند تحیۃ مسجد را بم زیارت اگر چہ واقع گرد عبور او از پیش مواجہ شریف و لیکن درین صورت باید کہ وقوف قلیل نماید مقابل وجہ شریف و سلام گوید بر آنحضرت ﷺ بعد ازان بیاید بسوئے روضہ بمائے رکعتین تحیت بعد ازاں باز رجوع نماید بمائے زیارت بم طریق کمال (۳۱۷)

یعنی تحیت المسجد کو زیارت پر مقدم کرے اگر چہ مواجہ شریف کے سامنے سے اس کا گزر ہو لیکن اس صورت میں زرخ انور کے سامنے تھوڑی دیر قیام کرے اور آپ ﷺ کی بارگاہ میں سلام عرض کرے اس کے بعد ریاض الجنۃ میں آئے اور دو رکعت تحیت ادا کرے پھر زیارت کے لئے بطریق کمال واپس لوٹے۔

دو رکعت تحیت المسجد کی تقدیم کی وجہ بیان کرتے ہوئے ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۳ھ لکھتے ہیں:

تعظيماً لله و تقدیماً لحقه علی حق رسوله كما يقتضی ترتیب

حقوق الربوبية و العبودية (۳۱۸)

۳۱۶۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط باب زیارة سيد المرسلين، فصل ولو توجه إلى الزیلة، ص ۵۵۷

۳۱۷۔ حجة القلوب فی زیارة المحبوب، ص ۳۰۳

۳۱۸۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب زیارة سيد المرسلين، فصل ولو توجه إلى الزیلة، ص ۵۵۷

یعنی، (دو رکعت نماز تحیۃ المسجد پہلے پڑھے) اللہ عز وجل کی تعظیم اور اس کے حق کے رسول کے حق پر مقدم ہونے کی وجہ سے جیسا کہ ربوبیت اور عبودیت کے حقوق کی ترتیب کا یہی تقاضا ہے۔

اور علماء کرام فرماتے ہیں اگر نماز یا سننِ رواتب کے فوت ہونے کا خطرہ ہو تو دو رکعت تحیۃ المسجد تو چھوڑ دے کہ تحیت ان کے ضمن میں حاصل ہو جاتی ہے چنانچہ علامہ رحمۃ اللہ سندھی حنفی اور ملا علی قاری لکھتے ہیں:

و إن أقيمت المكتوبة أو خيف فوتها بدأ بها و حصلت التحية بها أي في ضمنها (۳۱۹)

یعنی، اگر جماعت قائم ہو جائے یا فرض نماز کے فوت ہونے کا خطرہ ہو تو فرض شروع کرے اور تحیت اس کے ضمن میں حاصل ہو جائے گی۔ اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

اگر خوف داشته باشد از فوت جماعت یا فوت سنتے از رواتب ترک کند بمائے اور رکعتین را حاصل گرد و در ضمن آنها (۳۲۰)

یعنی، اگر جماعت یا سننِ رواتب کے فوت ہونے کا خوف ہو تو ان کے لئے دو رکعت کو چھوڑ دے کہ تحیت ان کے ضمن میں حاصل ہو جائے گی۔

اسی طرح اگر ایسا وقت ہو کہ جس وقت نماز پڑھنا ممنوع ہو یا نوافل پڑھنا مکروہ ہو تو اس صورت میں بھی تحیت المسجد نہیں پڑھے گا۔

والله تعالى أعلم بالصواب

یوم السبت، ۴ محرم الحرام ۱۴۲۹ھ، ۱۲ بنابر ۲۰۰۸ م (New 39-F)

۳۱۹۔ کتب المنسک مع شرحه للقلی، ص ۵۵۸

۳۲۰۔ حجة القلوب فی زیارة المحبوب، باب جهل دهم در زیارت سيد المرسلين، فصل اول، ص ۳۰۳

تأخذ ومراجع

- 1- اردو نيوز، جنه، جمعه ٢٦ ذو الحجة ١٤٢٨ هـ، مطابق ٢٨ ديسمبر ٢٠٠٧ م
- 2- إرشاد السارى إلى مناسك الملا على القارى - للمعكى، حسين بن محمد سعيد عبدالغنى الحنفى، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٩ هـ - ١٩٩٨ م
- 3- البحر الرائق (شرح كنز الدقائق) - لابن نجيم، زين الدين بن إبراهيم بن محمد المصرى الحنفى (ت ٩٧٠ هـ) آيج آيم سعيدى كمبى، كراتشى
- 4- البحر العميق فى مناسك المعتمر والحاج إلى بيت الله العتيق، لأبن الضياء محمد بن أحمد المكي الحنفى (ت ٨٥٤ هـ) تحقيق عبدالله نذير أحمد عبدالرحمن مزى، مؤسسة الريان، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٧ هـ - ٢٠٠٦ م
- 5- بدائع الصنائع فى ترتيب الفرائع - للكاسانى، علاؤ الدين أبى بكر بن مسعود الحنفى (ت ٥٨٧ هـ) تحقيق و تعليق على محمد معوض و عادل أحمد، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٨ هـ - ١٩٩٧ م
- 6- بهار شريعت - للأعظمى، محمد أحمد على الحنفى (ت ١٣٦٧ هـ) شير برادرز، لاهور
- 7- تاريخ مكة المكرمة - مكتبة الملك فهد الوطنية الطبعة الأولى ١٤٢٣ هـ - ٢٠٠٢ م
- 8- تحفة الفقهاء - للسمرقندى، محمد بن أحمد الحنفى (ت ٥٣٩ هـ) دار الفكر، بيروت ١٤٢٢ هـ - ٢٠٠٢ م
- 9- تشرىرات الرافعى على رد المحتار - للعلامة عبدالقادر الحنفى دار المعرفة، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٠ هـ - ٢٠٠٠ م
- 10- جامع الرموز - للقهستانى، شمس الدين محمد الجرامانى (٩٦٢ هـ أو ٩٠٠) آيج آيم سعيد كمبى، كراتشى
- 11- جمع المناسك و نفع المناسك للسندى، المخدوم رحمة الله بن عبدالله الحنفى (ت ٩٩٠/٩٩٤/٩٩٦ هـ)، المطبعة المحمودية القسطنطينية، ١٢٨٩ هـ
- 12- الحوارة الثيرة (شرح مختصر القذورى) - للسجدي، أبى بكر بن على الحنفى

- (ت ٨٠٠ هـ) مير محمد كتب خان، كراتشى
- 13- حاشية علامة ابن حجر الهيتمى (على شرح الإيضاح فى مناسك الحج) - تحقيق عبدالمنعم إبراهيم، مكتبة نزار مصطفى الباز، مكة المكرمة الطبعة الثانية ١٤٢٧ هـ - ٢٠٠٦ م
- 14- الحج - للعلامة محمد سليمان أشرف الحنفى، قطب مدينة پلشرز، كراتشى
- 15- الحج الأكبر - للشعرانى، الشيخ محمد متولى، المكتبة العصرية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٧ هـ - ٢٠٠٦ م
- 16- حج عمره وزيارات، مطبوعات علمى تحقيقات وزارت املامى امور و أوقاف و دعوت إرشاد، معودى عرب، ١٤٢٨ هـ
- 17- حج كے مسائل مع زيارت حرمين - للمفتى عبدالواحد القادري الحنفى، مكتبه نوريه رضويه، فيصل آباد
- 18- حياة القلوب فى زيارة المحبوب - للسندى، المخدوم محمد هاشم السندى الحنفى (ت ١١٧٤ هـ)، إدارة المعارف، كراتشى ١٣٩١ هـ
- 19- التذكرة المختارة (شرح تنوير الأبصار) - للحصكفى، علاؤ الدين محمد بن على الحصنى الحنفى (ت ١٠٨٨ هـ) تحقيق عبدالعزیز طعمه الحلبي، دار المعرفة بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٠ هـ - ٢٠٠٠ م
- 20- رد المحتار على التذكرة المختار - للشامى، محمد أمين بن عمر ابن العابدین الحنفى (ت ١٢٥٢ هـ)، دار المعرفة، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٠ هـ - ٢٠٠٠ م
- 21- رهنمائى حج و عمره - مكتبة الملك فهد الوطنية أثناء النشر ١٤٢٣ هـ
- 22- السنن الكبرى للبيهقى - أبى بكر أحمد بن حسين الشافعى (ت ٥٨٤ هـ) تحقيق محمد عبدالقادر عطاء، دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٠ هـ - ١٩٩٩ م
- 23- سنن البزار فطنى - على بن عمر (ت ٣٨٥ هـ)، تعليق معذى بن منصور، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٧ هـ - ١٩٩٦ م
- 24- شرح الإيضاح فى مناسك الحج (مع حاشيته للهيتمى) - للنورى أبى زكريا يحيى بن شرف الشافعى (ت ٦٧٦ هـ) تحقيق عبدالمنعم إبراهيم، مكتبه نزار مصطفى الباز،

- مكة المكرمة، الطبعة الثانية ١٤٢٧ هـ - ٢٠٠١ م
- 25- شرح صحيح مسلم - السننوي، يحيى بن شرف اليمشقي الشافعي (ت ٦٧٦ هـ)،
تحقيق محمد فؤاد عبد الباقي، دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢١ هـ - ٢٠٠٠ م
- 26- صحيح البخاري - للإمام محمد بن إسماعيل الحنفى (ت ٢٥٦ هـ) دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٩ هـ - ١٩٩٨ م
- 27- صحيح مسلم - للإمام مسلم بن الحجاج القشيري النيسابوري (ت ٢٦١ هـ)، دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢١ هـ - ٢٠٠١ م
- 28- صفة الحج والعمرة - سلسلة إشارات للحاج والمعتمرين، الرسالة الرابعة المملكة العربية السعودية، الطبعة التاسعة ١٤٢٧ هـ
- 29- الفتاوى السراجية - للأومسي، مراج الدين علي بن عثمان الحنفى (ت ٥٦٩ هـ)، مير محمد كتب خانة كراتشي
- 30- الفتاوى الهندية - لجماعة علماء الهند، دار المعرفة، بيروت، الطبعة الثالثة ١٣٩٣ هـ - ١٩٧٣ م
- 31- فتح القدير - لابن الهمام، كمال الدين محمد بن عبد الواحد الحنفى (ت ٨٦١ هـ)،
مركز أهل السنة، بركات رضا، الطبعة الأولى ١٤٢٥ هـ - ٢٠٠٤ م
- 32- كتاب الإحتيا لمعليل المختار - للموصلي، عبد الله بن محمود الحنفى (ت ٦٨٣ هـ)،
تعلق عwald عبد الرحمن العلك دار المعرفة، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٣ هـ - ٢٠٠٢ م
- 33- أبواب الغنائمك و عباب المسالك (مع شرحه للفقاري) - لالسندي، المخدم ورحمة الله بن عبد الله الحنفى (ت ٩٩٠/٩٩٤/٩٩٦ هـ)، دار الكتب العلمية بيروت،
الطبعة الأولى ١٤١٩ هـ - ١٩٩٥ م
- 34- المصنوع - للإمام السرخسي، شمس الدين أبو بكر محمد بن أحمد بن أبي مهمل الحنفى (ت ٤٩٠ هـ)، دار الفكر، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٠ هـ - ٢٠٠٠ م
- 35- معجم الغنائمك ونفع الغنائمك - لالسندي، المخدم محمد رحمة الله بن عبد الله الحنفى (ت ٩٩٤ هـ)، مدرسه نقشبندية، أفغانستان

- 36- مجمع الروائد و متبع الفوائد - لالهشعي، نور الدين علي بن أبي بكر المصري (ت ٨٠٧ هـ)، تحقيق محمد عبد القادر أحمد عطا، دار الكتب العلمية بيروت،
الطبعة الأولى ١٤٢٢ هـ - ٢٠٠١ م
- 37- المحيط البرهاني - للبخاري، أبي المعالي محمود بن صدر الشريعة ابن مازة الحنفى (ت ٦١٦ هـ)، إدارة القرآن و العلوم الإسلامية كراتشي ١٤٢٤ هـ - ٢٠٠٤ م
- 38- المسالك في الغنائمك - للكرمانى، أبي منصور محمد بن مكرم بن شعبان الحنفى (ت ٥٩٧ هـ)، تحقيق الدكتور معود بن إبراهيم، دار البشائر الإسلامية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٤ هـ - ٢٠٠٣ م
- 39- المستدرک على الصحيحين - للحاكم، أبي عبدالله النيسابوري (ت ٤٠٥ هـ)، دار المعرفة، بيروت، الطبعة الثانية ١٤٢٧ هـ - ٢٠٠٦ م
- 40- المعسلك المتفق في الغنائمك المعتوسط - للفقاري، نور الدين علي بن محمد سلطان الهروي الحنفى (ت ١٠١٤ هـ)، دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٩ هـ - ١٩٩٨ م
- 41- المصنوع للإمام أحمد بن حنبل الخباني (ت ٢٤١ هـ)، المكتب الإسلامي، بيروت
- 42- المصنوع لابن أبي شيبه - عبد الله بن محمد الكوفي (ت ٢٣٥ هـ) تعليق محمد سعيد اللحام، دار الفكر، بيروت ١٤١٤ هـ - ١٩٩٤ م
- 43- المعجم الأوسط - للطبراني أبي القاسم سليمان بن أحمد (ت ٣٦٠ هـ) تحقيق محمد حسن محمد حسن إسماعيل الشافعي، دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٠ هـ - ١٩٩١ م
- 44- منحة الخالق على البحر الرائق - الشامي، السيد محمد أمين ابن عابدين الحنفى (ت ١٢٥٢ هـ)، آيج آيم سعيد كمپني، كراتشي
- 45- الهنداية شرح بداية المبتدى للمرغيناني - يرحان الدين أبي الحسن علي بن أبي بكر الحنفى (ت ٥٩٣ هـ)، دار الأرقم، بيروت

توجہ فرمائیے

جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان

کی ہدیۂ شائع شدہ کتب

کہی ان کہی زکوٰۃ کی اہمیت

عصمت نبوی ﷺ کا بیان

رمضان المبارک معزز مہمان یا محترم میزبان؟

میلا دا بن کثیر - مسائل خزان العرفان

عید الاضحیٰ کے فضائل اور مسائل

امام احمد رضا قادری رضوی، حنفی رحمۃ اللہ علیہ مخالفین کی نظر میں

حضرت علامہ مولانا

مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ

کی تالیفات میں سے

عورتوں کے ایام خاص میں نماز اور روزے کا شرعی حکم

تخلیق پاکستان میں علماء اہلسنت کا کردار،

فتاویٰ حج و عمرہ، طلاق ثلاثہ کا شرعی حکم

ضبط تولید کی شرعی حیثیت (برتھ کنٹرول پر جامع تحریر)

ان کتب خانوں پر دستیاب ہیں

مکتبہ برکات المدینہ، بہار شریعت مسجد، بہادر آباد، کراچی

مکتبہ غوثیہ ہوسیل، پرانی سبزی منڈی، نزد عسکری پارک، کراچی

ضیاء الدین پبلی کیشنز، نزد شہید مسجد، کھارادر، کراچی

مکتبہ انوار القرآن، مہمن مسجد مصلح الدین گارڈن، کراچی (حیف بھائی اگتھی والے)

مکتبہ فیض القرآن، قاسم سینٹر، اردو بازار، کراچی، 2217776

رابطے کے لئے: 021-2439799، 0321-3885445

نوٹ !!

- ☆..... حکومت پاکستان کی طرف سے منی آرڈر فیس میں اضافے کی وجہ سے آپ کو سہولت دی گئی ہے کہ آپ ایک منی آرڈر پر ایک سے زیادہ ممبران کی فیس ایک ساتھ بھیج سکتے ہیں۔
- ☆..... ممبر شپ حاصل کرنے کے لئے علیحدہ فارم کی ضرورت نہیں، آپ اسی فارم کو پُر کر کے بھیج سکتے ہیں۔
- ☆..... زیادہ ممبران ہونے کی صورت میں اس فارم کی فوٹو کاپی بھی استعمال کی جا سکتی ہے۔
- ☆..... تمام ممبران کو مطلع کیا جاتا ہے کہ فارم جلد از جلد پُر کر کے روانہ کر دیں زیادہ تاخیر کی صورت میں کتاب نہ ملنے پر شکایت قابل قبول نہ ہوگی۔
- ☆..... اپنا ایڈریس مکمل اور صاف تحریر کر کے روانہ کریں ورنہ ممبر شپ حاصل نہ ہونے پر ادارہ ذمہ دار نہ ہوگا۔
- ☆..... کسی بھی ماہ کتاب نہ ملنے کی صورت میں فوری طور پر ادارے کے دفتر پر رجوع کریں۔
- ☆..... پرانے ممبران خط کے علاوہ منی آرڈر پر بھی اپنا ممبر شپ نمبر ضرور تحریر کریں۔
- ☆..... اپنا رابطہ نمبر بھی ضرور تحریر کریں۔

محترم انعام جناب..... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جیسا کہ آپ کے علم میں ہے کہ جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان نے اپنے سہ ماہی مفت اشاعت کے تحت ہر ماہ ایک مفت کتاب شائع کرتی ہے جو کہ پاکستان بھر میں بذریعہ ڈاک بھیجی جاتی ہے گزشتہ دنوں جمعیت نے سال رواں کے لئے اپنے سہ ماہی مفت اشاعت کی نئی پالیسی کا اعلان کیا ہے جس کے تحت 2009ء کے لئے وہی فیس پُر قرار دی گئی ہے جو کہ گزشتہ کئی سالوں سے چل رہی ہے یعنی صرف -50/- روپے سالانہ۔

اسی خط کے ذریعہ آپ سے اتنا سہا ہے کہ آپ اس خط کے آخر میں دیئے ہوئے فارم پر اپنا مکمل نام اور پتہ خوشخط لکھ کر ہمیں منی آرڈر کے ساتھ ارسال کر دیں تاکہ آپ کو نئے سال کے لئے جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان کے سہ ماہی مفت اشاعت کا ممبر بنالیا جائے۔ صرف اور صرف منی آرڈر کے ذریعہ بھیجی جانے والی رقم قابل قبول ہوگی، خط کے ذریعہ نقد رقم بھیجنے والے حضرات کو ممبر شپ جاری نہیں کی جائے گی۔ البتہ کراچی کے رہائشی یا دوسرے جو حضرات دبی طور پر دفتر میں آکر فیس جمع کرنا چاہیں تو وہ روزانہ شام 4 بجے سے رات 12 بجے تک رابطہ کر سکتے ہیں، ممبر شپ فارم جمع کرانے کی آخری تاریخ 20 جنوری ہے۔ 20 جنوری 2009ء تک وصول ہونے والے ممبر شپ فارم پر سال کی پوری 12 کتابیں ارسال کی جائیں گی البتہ اس کے بعد موصول ہونے والے ممبر شپ فارم پر مہینے کے اعتبار سے ہفت روزہ ایک ایک کتاب ارسال کی جائے گی مثلاً اگر کسی کا فارم فروری 2009ء میں موصول ہوا تو اسے 11 کتابیں اور اگر کسی کا مارچ میں موصول ہوا تو اسے 10 کتابیں ارسال کی جائیں گی۔

نوٹ: اپنا نام، پتہ، ساتھ ممبر شپ نمبر اور سیریل نمبر (منی آرڈر اور فارم دونوں پر) اردو زبان میں فہمیت خوشخط اور خوب واضح لکھیں تاکہ کتابیں بروقت اور آسانی کے ساتھ آپ تک پہنچ سکیں۔ نیز پرانے ممبران کو خط لکھنا ضروری نہیں بلکہ منی آرڈر پر اپنا موجودہ ممبر شپ نمبر لکھ کر روانہ کر دیں اور خط لکھنے والے حضرات جس نام سے منی آرڈر بھیجیں خط بھی اسی نام سے روانہ کریں۔ منی آرڈر میں اپنا فون نمبر ضرور تحریر کریں۔

نوٹ: کسی مہینے کی کتاب نہ پہنچنے کی صورت میں خط لکھتے وقت اس سال ملنے والی کتابوں کا تذکرہ ضرور کریں تاکہ ہمیں پریشانی نہ ہو۔

ہمارا پوسٹل ایڈریس یہ ہے:

نقطہ

سید محمد طاہر نعیمی

جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان

شعبہ نشر و اشاعت 021-2439799

فوز مسجد کاغذی بازار، چیمبر، کراچی۔ 74000

نام..... ولدیت.....

سمائل پتہ.....

فون نمبر..... ساتھ سیریل نمبر.....

دفتری استعمال کے لئے

تاریخ..... سیریل نمبر..... ممبر شپ نمبر.....